سماع و کلام المیت کا عقیدہ

فہم سلف اور قران کی روشنی میں

از

ابو شہریار

طبع اول ۲۰۱۸

طبع دوم ۲۰۲۰

www.islamic-belief.net

فہرست

ایقاظ

محکم آیات قرآنی

فہم سلف یا بطل پرستی

مردے کا شعور

فہم سلف کی مثال

احساس میت کے دلائل

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی وصیت

عمرو رضی اللہ عنہ کی وصیت پر ایک اور نظر

دیوبندی غلام رسول سعیدی کا ترجمہ اور شرح

اہل حدیث وحید الزمان کا ترجمہ

اہل حدیث خواجہ محمد قاسم کا ترجمہ

اہل حدیث صادق سیالکوٹی کا ترجمہ

اہل حدیث ابو سعید سلفی کا ترجمہ

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی وصیت پر تیسری نظر

سیاقتہ الموت یا سیاق الموت

تنحر یا ینخر

سماع کے دلائل

عیسیٰ علیہ السلام کی قبر پر پکار
قبر پر ایک بدو کی آمد
میت کا چاپ سننا- حدیث قرع النعال پر ایک نظر
روایت میں عربی کی غلطی پر محققین کی آراء
رواۃ پر محدثین کی آراء
روایت پر علماء کا عمل

فتنہ و عذاب قبر کی روایات کی شروحات

برزخی جسم کا ذکر یعنی ایک نیا بدن یا روح سے نعمت و عذاب پانا

فقیہ عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ خَالد کی رائے
امام الأَشعري
ابن جوزی
ابن عقیل
ابن أَبِي العز الحنفي
ایک مرکب ذہن کی طرف سے
امام فخر الدین رازی
شهاب الدين محمود بن عبد الله الحسيني الآلوسي
ابن حزم الأندلسي
ابن الخراط
مولانا ثناء اللہ امرتسری

قبر میں مردہ صرف اس وقت خاص میں زندہ ہوتا ہے

البانی کی رائے
غیر مقلد مولوی نذیر حسین
قاضی ابی یعلی

سماع و کلام الموتی کا عقیدہ
بدیع الدین شاہ راشدی
المناوی
سوال و جواب و عذاب قبر میں مردہ میت سے ہوتا ہے
عذاب قبر میں مسلسل زندہ کو ہوتا ہے
امام نووی
امام البغوی
ابن عبد البر
عذاب قبر میں روح کے تعلق سے ہوتا ہے
محمد بن صالح العثیمین
وهابي عالم عاصم القريوتي
غیر مقلد عالم عبد الرحمان کیلانی سن ۱۹۸۴
غیر مقلد ابو جابر دامانوی سن ۱۹۸۴
فرشتوں کے قدموں کی چاپ
جانوروں ، پرندوں اور درندوں کا سماع
الکلام المیت کے دلائل
سعید بن أبي سعيد المقْبري اختلاط کا شکار تھے
اب کس کی روایت سعید المقبری سے لیں؟
روایت کی شرح میں اختلاف
ابو ہریرہ رضی عنہ کا عقیدہ
زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ کا قصہ

دور عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ

کلام قلیب البدر – معجزہ یا آیت

عائشہ (رض) اور سماع الموتی پر موقف

السلام علیک یا اہل القبور

جب زائر قبر پر گزرتا ہے تو میت سلام کا جواب دیتی ہے؟

میت کا سننا برزخ میں ہے؟

بسم اللہ الرحمان الرحیم

ایقاظ

عقائد کے حوالے سے رب العزت نے کتاب اللہ میں کوئی ابہام نہیں چھوڑا ہے - ہر بات کو وضاحت اور امثال سے سمجھا دیا گیا ہے - البتہ ۱۴۰۰ سالوں میں قرآن کے واضح عقائد کو اصول سے نکال دیا گیا ہے اور ان کو فروع یا غیر ضروری مسئلہ قرار دے دیا گیا ہے - اس میں ایک اہم عقیدہ مردہ میت کا سماع و کلام کا عقیدہ ہے - اس حوالے سے بعض قرانی آیات کی من مانی تاویلات کی جاتی ہیں اور بعض روایات کو اپنے مسلک و فرقے کے موقف پر موڑا جاتا ہے –اس سے اشکالات جنم لیتے ہیں جن کو استثناء کی آڑ میں حلق سے اتروایا جاتا ہے- اس طرح یہ فرقے قرآن پڑھتے ہیں پر ان کے حلق سے نیچے نہیں جاتا-

اس مختصر کتابچہ میں سلف کے فہم و تاویلات کو آیات قرانی کی روشنی میں جانچا گیا ہے -

قرآن اس طرح کسوٹی ہے جس پر پرکھنے سے تمام عقائد کا فیصلہ ہو جاتا ہے جن کو آجکل فروعی مسائل قرار دے دیا گیا ہے

ابراہیمی ادیان میں تصوف کی جڑ حیات فی القبر ہے – قبر سے فیض لینا پریکٹیکل تصوف ہے اور یہ تبھی ممکن ہے جب صاحب سلوک اس کی منازل طے کرے اور نیکوکار ہو لہٰذا تصوف کے بنیادی عقائد میں سے ہیں

اول ارواح عالم ارض و سما میں سفر کرتی ہیں

دوم مردے سنتے ہیں

سوم مردے کلام بھی کر سکتے ہیں

چہارم مردوں سے فیض لیا جا سکتا ہے یعنی ان کو وسیلہ بنا سکتے ہیں چونکہ ان کی ارواح عرش تک جاتی

ہیں

تصوف کے شجر کی جڑیں اصلا ارواح سے متعلق عجیب و غریب عقیدہ میں تھیں کہ حالت نیند میں روح کہیں بھی جا سکتی ہے – چھٹی صدی اسلامی ہجری کے اختتام تک یہ عقائد بھیل چکے تھے اور آٹھویں صدی تک ان عقائد کو قبولیت عام مل چکی تھی اگرچہ بعض احناف متقدمین سماع الموتی کے یکسر خلاف تھے کیونکہ یہ نہ قرآن میں ہے نہ رائے سے اس عقیدہ تک پہنچا جا سکتا ہے – دوسری طرف اہل رائے کے مخالف جو روایت پسند تھے انہوں نے فقہ کے بعد فضائل میں اور عقائد میں بھی ضعیف روایات کو داخل کر دیا تھا

انسانی روح کہیں بھی جا سکتی ہے؟

اِس قول کو سب سے پہلے مصنف ابن ابی شیبہ میں عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے منسوب کیا گیا

غُنْدَرٌ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ يَعْلَى بْنِ عَطَاءٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ قَمْطَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: «الدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ، فَإِذَا مَاتَ الْمُؤْمِنُ يُخْلَى بِهِ يَسْرَحُ حَيْثُ شَاءَ وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ»

دنیا مومن کا قید خانہ او رکافر کی بہشت ہے۔ جب مومن مرتاہے اس کی راہ کھول دی جاتی ہے کہ جہاں چاہے سیر کرے

اس کی سند میں يَحْيَى بْنِ قَمْطَةَ کو ابن حبان اور عجلی نے ثقہ قرار دیا ہے

کتاب كشف الخفاء ومزيل الإلباس از إسماعيل بن محمد بن عبد الهادي الجراحي العجلوني الدمشقي، أبو الفداء (المتوفى: 1162هـ) میں روایت "الدنيا سجن المؤمن، وجنة الكافر کی بحث میں العجلونی لکھتے ہیں حدیث میں ہے

فإذا مات المؤمن تخلى سربه يسرح حيث شاء

"جب مسلمان مرتا ہے اس کی راہ کھول دی جاتی ہے، جہاں چاہے جائے۔

انہی الفاظ کا ذکر فتاوی رضویہ میں ہے[1]

وهذا لفظ امام ابن المبارك قال ان الدنيا جنة الكافر وسجن المؤمن وانما مثل المؤمن حين تخرج نفسه كمثل رجل كان فى سجن فاخرج منه فجعل يتقلب فى الارض ويتفسح فيها ولفظ ابى بكر هكذا الدنيا سجن المومن وجنة لكافر فاذا مات المومن يخلى سربه يسرح حيث شاء

اور یہ روایت امام ابن مبارک کے الفاظ ہیں۔ بیشک دنیا کافر کی جنت اور مسلمان کی زندان ہے، اور

ایمان والے کی جب جان نکلتی ہے تو اس کی کہاوت ایسی ہے جیسے کوئی قید خانہ میں تھا اب اس سے نکال دیا گیا کہ زمین میں گشت کرتا اور بافراغت چلتا پھرتا ہے۔(اور روایت ابوبکر کے الفاظ یہ ہیں۔ ت) دنیا مسلمان کا قید خانہ اور کافر کی بہشت ہے۔ جب مسلمان مرتاہے اس کی راہ کھول دی جاتی ہے کہ جہاں چاہے سیر کرے۔

مسلک پرست غیر مقلدین کے اصول پر موقوف صحابی بھی قابل قبول ہے اور اس سے دلیل بنتی ہے مومن کی روح عالم میں اڑتی پھرتی ہیں لہٰذا ابن قیم کتاب الروح میں خواب مین ارواح کی ملاقات والی روایات پر کہتے ہیں

فَفِي هَذَا الحَدِيث بَيَان سرعَة انْتِقَال أَرْوَاحهم من الْعَرْش إِلَى الثرى ثمَّ انتقالها من الثرى إِلَى مَكَانهَا وَلِهَذَا قَالَ مَالك وَغَيره من الْأَئِمَّة أَن الرّوح مُرْسلَة تذْهب حَيْثُ شَاءَت

ان احادیث میں ارواح کا عرش سے اثری تک جانے میں سرعت کا ذکر ہے پھر اثری سے اس روح کے مکان تک جانے کا ذکر ہے اور اسی وجہ سے امام مالک اور دیگر ائمہ کہتے ہیں کہ چھوڑی جانے والے روح جہاں جانا چاہتی ہے جاتی ہے

ارواح قدسیہ عالم بالا سے مل جاتی ہیں اور تمام عالم شہود ہوتا ہے؟

کتاب فیض القدیر شرح الجامع الصغیر از المناوی القاہری (المتوفى: 1031ھ) کے مطابق

قوله (وصلوا علي وسلموا فإن صلاتكم تبلغني حيثما كنتم) أي لا تتكلفوا المعاودة إلي فقد استغنيتم بالصلاة علي لأن النفوس القدسية إذا تجردت عن العلائق البدنية عرجت واتصلت بالملأ الأعلى ولم يبق لها حجاب فترى الكل كالمشاهد بنفسها أو بإخبار الملك لها وفيه سر يطلع عليه من يسر له.

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول کہ تمہارا درود مجھ تک پہنچ جاتا ہے جہاں کہیں بھی تم ہو یعنی .. تم جو درود کہتے ہو مجھ پر تو بے شک نفوس قدسیہ (پاک جانیں) جب بدن کے عَلاقوں سے جدا ہوتی ہیں ، یہ ارواح بلند ہوتی ہیں اور عالم بالا سے مل جاتی ہیں اور ان کے لئے کوئی پردہ نہیں رہتا اور سب کچھ خود دیکھتی ہیں یا بادشاہت کی خبریں پاتی ہیں اور اس میں راز ہے جس کی اطلاع وہ پاتے ہیں جو کھوج کریں

قبور انبیاء سے فیض لینے کے عقیدہ کو امام ابن کثیر نے اپنی کتب میں بیان کیا ہے اس حوالے سے تفسیر ابن کثیر کا ایک متن پیش کیا جاتا ہے

وقد شرع النبي صلى الله عليه وسلم لأمته : إذا سلموا على أهل القبور أن يسلموا عليهم سلام من يخاطبونه، فيقول المسلم: السلام عليكم دار قوم مؤمنين، وهذا خطاب لمن يسمع ويعقل، ولولا ذلك لكان هذا الخطاب منزلة خطاب المعدوم والجماد، والسلف مجمعون على هذا وقد تواترت الآثار عنهم بأن الميت يعرف زيارة الحي له ويستبشر به.

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو یہ تعلیم دی ہے کہ جب وہ قبروں والوں کو سلام کہیں تو انہیں اسی طرح سلام کہیں جس طرح اپنے مخاطبین کو سلام کہتے ہیں۔ چنانچہ سلام کہنے والا یہ کہے
اَلسَّلامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ

اے مومنوں کے گھروں (قبروں) میں رہنے والو ! تم پر سلامتی ہو۔

سلام کا یہ انداز ان لوگوں سے اختیار کیا جاتا ہے جو سنتے اور سمجھتے ہیں۔ اگر یہ سلام مخاطب کو کہا جانے والا سلام نہ ہوتا تو پھر مردوں کو سلام کہنا معدوم اور جمادات کو سلام کہنے جیسا ہوتا۔ سلف صالحین کا اس بات پر اجماع ہے۔ ان سے متواتر آثار مروی ہیں کہ میت، قبر پر آنے والے زندہ لوگوں کو پہچانتی ہے اور خوش ہوتی ہے۔

ابن قیم کتاب الروح میں لکھتے ہیں

وَقد رأى رَسُول الله مُوسَى قَائِما يصلي فِي قبر وَرَآهُ فِي السَّمَاء السَّادِسَة وَالسَّابِعَة فإمَّا أَن تكون سريعة الْحَرَكَة والانتقال كلمح الْبَصَر وَإِمَّا أَن يكون الْمُتَّصِل مِنْهَا بالقبر وفنائه بِمَنْزِلَة شُعَاع الشَّمْس وجرمها فِي السَّمَاء وَقد ثَبت أَن روح النَّائِم تصعد حَتَّى تخترق السَّبع الطباق وتسجد لله بَين يَدي الْعَرْش ثمَّ ترد إِلَى جسده فِي أيسر زمَان وَكَذَلِكَ روح الْمَيِّت تصعد بهَا الْمَلَائِكَة حَتَّى تجَاوز السَّمَوَات السَّبع وتقف بَين يَدي الله فتسجد لَهُ وَيقْضى فِيهَا قَضَاء ويريها الْملك مَا أعد الله لَهَا فِي الْجنَّة ثمَّ تهبط فتشهد غسله وَحمله وَدَفنه وَقد تقدم فِي حَدِيث الْبَراء بن عَازِب أَن النَّفس يصعد بهَا حَتَّى توقف بَين يَدي الله فَيَقُول تَعَالَى اكتبوا كتاب عبدى فِي عليين ثمَّ أعيدوه إِلَى الأَرْض فيعاد إِلَى الْقَبْر وَذَلِكَ فِي مِقْدَار تَجْهِيزه وتكفينه فقد صرح بِهِ فِي حَدِيث ابْن عَبَّاس حَيْثُ قَالَ فيهبطون على قدر فَرَاغه من غسله وأكفانه فَيدْخلُونَ ذَلِك الرّوح بَين جسده وأكفانه

اور بے شک رسول اللہ نے موسیٰ کو اپنی قبر میں نماز پڑھتے دیکھا اور ان کو چھٹے اور ساتویں آسمان پر بھی دیکھا پس یہ روح سریع الحرکت اور ٹرانسفر ہوتی ہے جیسا کہ پلک جھپکنے میں ہوتا ہے اور یا پھر یہ قبر سے متصل ہوتی ہے جس طرح سورج کی کرن (کہ زمین پر بھی پڑتی ہے) اور آسمان میں بھی ہوتی ہے اور بے شک یہ ثابت ہے کہ سونے والے کی روح آسمان میں چڑھتی ہے اور ساتوں طبق میں جاتی ہے اور اللہ کو عرش کے سامنے سجدہ کرتی ہے پھر اسکو جسد میں لوٹایا جاتا ہے آسان اوقات میں (یعنی صبح ہونے

پر) اور اسی طرح میت کی روح کہ فرشتے اس کو آسمان پر چڑھاتے ہیں حتی کہ سات آسمان پار کر جاتی ہے اور اللہ کے سامنے رکتی ہے اور سجدہ کرتی ہے اور اس کا فیصلہ کیا جاتا ہے بادشاہ نے جو مقرر کیا ہوتا اس کے مطابق جنت کی سیر کرتی ہے پھر یہ اترتی ہے اور اپنا غسل اور (جنازہ) اٹھانا اور دفنانا دیکھتی ہے اور یہ روح جسد اور کفن کے درمیان داخل کی جاتی ہے ...

ابن قیم کتاب الروح میں یہ بھی کہتے ہیں
قَالَ مَالك وَغَيره من الْأَئِمَّة أَن الرّوح مُرْسلَة تذْهب حَيْثُ شَاءَت
اور امام مالک اور دیگر کہتے ہیں کہ روح مر سلہ جہاں جانا چاہتی ہے جاتی ہے
راقم کہتا ہے یہ اقوال بذات خود ثابت نہیں ہیں لہٰذا سلف کا یہ فہم غلط ہے

روح کا قبر میں اتصال کا مطلب یہ نہیں کہ یہ روح کوئی مقید شے ہے جو قیامت تک اب سجین یا علیین میں ہی رہے گی بلکہ وہ تو جہاں جانا چاہے گی جائے گی - جب کوئی قبر پر پکارے گا تو دو عالم میں روح جہاں بھی ھو واپس قبر میں جسد میں عود کرے گی ،سلام کا جواب دے گی- اگر کسی احمق کو یہ گمان ھو کہ یہ سب اتنے جلدی کیسے ھو گا ، تو وہ جان لے کہ روح اوپر جانے اترنے میں بہت سریع الحرکت ہے
یہ ہے ابن قیم کا عقیدہ جس کو کانٹ چھانٹ کرآج اہل حدیث حضرات اپنا مدعا ثابت کرتے ہیں
اب جب روح کہیں بھی جا سکتی ہے تو قبر پر جب قرآن پڑھا جاتا ہے تو اس کو سننے بھی اتی ہے - کتاب اقتضاء الصراط المستقيم لمخالفة أصحاب الجحيم للإمام ابن تيميه ج ٢ ص ٢٦٢ دار عالم الكتب، بیروت، لبنان میں ابن تیمیہ لکھتے ہیں
فأما استماع الميت للأصوات، من القراءة أو غيرها - فحق.
پس میت کا آوازوں کو، جیسے قرات اور دیگر کا سننا حق ہے
ایک روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے کسی باغ سے گزرے جس میں آپ نے دو قبر وں پر ٹہنی لگا دی
اس روایت کی شرح میں لوگوں نے کہا کہ یہ ٹہنیاں اللہ کا ذکر کرتی تھیں اس لئے مقبورین کے

عذاب میں تخفیف ہوئی جبکہ متن میں ٹہنیوں کی تسبیح کرنے کا ذکر نہیں ہے ۔ہم کو معلوم ہے کہ کائنات کی ہر چیز اللہ تعالی کی تسبیح کر رہی ہے جس میں قبر کی مٹی تک شامل ہے – زمین کا پتھر بھی ، آسمان کا تارا بھی، درخت بھی، سب تسبیح کر رہے ہیں

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمَاوَاتُ السَّبْعُ وَالأَرْضُ وَمَن فِيهِنَّ وَإِن مِّن شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلَٰكِن لَّا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا

سورة بني إسرائيل

لیکن عذاب پھر بھی ہو رہا تھا – کیونکہ اس کا تعلق عالم ارضی سے نہیں ہے یہ عذاب عالم بالا میں برزخ میں ہو رہا تھا – جو جہنم جیسی جگہ ہے جہاں ال فرعون کو عذاب ہو رہا ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی وجہ سے عذاب میں تخفیف ہوئی اور آپ نے نشانی کے طور پر ٹہنی لگا دی

ظاہر ہے سب کو برزخ نہیں لے جا سکتے تھے۔ اس وقت جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا وہ خاص عمل تھا

لیکن اسی روایت سے امام نووی نے دلیل لی ہے کہ قبروں پر قرآن پڑھنا جائز ہے

استحب العلماء قراءة القرآن عند القبر لهذا الحديث ؛ لأنه إذا كان يرجى التخفيف بتسبيح الجريد فتلاوة القرآن أولى، والله أعلم

اس حدیث سے علمائے کرام نے قرآنِ کریم کی تلاوت کو مستحب سمجھا ہے، کیونکہ جب ٹہنی کی تسبیح کی وجہ سے عذاب میں تخفیف کی امید کی جاتی ہے تو قرآنِ کریم کی تلاوت بالاولی ایسے ہو گی۔ واللہ اعلم

[شرح صحیح مسلم للنووی: 141/1]

راقم کہتا ہے ابن تیمیہ اور نووی کا قول باطل ہے شرع میں قبر پر قرآن پڑھنے کی دلیل نہیں ہے کیونکہ مقبور قرآن سن نہیں سکتا – سن لے تو عمل نہیں کر سکتا

ایک طرف تو کہا جاتا ہے کہ مردہ صرف چاپ سنتا ہے دوسری طرف ان روایات کو صحیح بھی قرار دیا جا رہا ہے جن میں مردے قرآن کی تلاوت کرتے ہیں ۔

ایک روایت عَنْ أَبِي الْجَوْزَاءِ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ کی سند سے بھی ترمذی میں نقل ہوئی ہے کہ

اخبرنا يحيى ابن عمرو بن مالك النكري، عن أبيه، عن أبي الجوزاء، عن ابن عباس قال: ضرب بعض أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم، خباءه على قبر، وهو لا يحسب أنه قبر، فإذا قبر (1) إنسان يقرأ سورة (تبارك الذي بيده الملك) (2) حتى ختمها. فأتى النبي صلى الله عليه وسلم فقال: يا رسول الله! ضربت خبائي، وأنا لا أحسب أنه قبر، فإذا فيه إنسان يقرأ سورة الملك حتى ختمها. فقال النبي صلى الله عليه وسلم: " هي المانعة، هي المنجية تنجيه من عذاب القبر ".

بعض صحابہ نے کسی قبرپراپنا خیمہ نصب کیا اوراس معلوم نہیں تھا کہ یہ قبرہے ، پس اس قبرمیں ایک انسان سورۃ . { . تبارك الذي بيده الملك .}.پڑھ رہا تھا یہاں تک کہ سورۃ ختم کردی ، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم.کے پاس تشریف لائے تو عرض کیا یا رسول اللہ میں نے اپنا خیمہ ایک قبرپرنصب کیا اورمجھے معلوم نہیں تہاکہ وہ قبر ہے ، پس اس قبرمیں ایک انسان سورۃ . { . تبارک الذی بیدہ الملک . } .پڑھ رہا تھا یہاں تک کہ سورۃ ختم کردی ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ سورۃ عذاب قبرکوروکتی ہے عذاب قبرسے نجات دیتی ہے اس. (.صاحب قبر.) . کو عذاب قبرسے نجات دیتی ہے ۔

بخاری أَبِي الجَوْزَاءِ کی روایت کو فیہ نظر کہتے تھے جو ان کی جرح ہے

ایک اور روایت ہے جس میں اس کو الْمَانِعَةَ کہا گیا ہے لیکن اس کی سند میں بھی راوی عَرْفَجَةَ بْنِ عَبْدِ الْوَاحِدِ مجھول ہے

الغرض اس کی تمام اسناد ضعیف ہیں امام ترمذی نے ان کو حسن لکھا ہے لیکن بعد والوں نے حسن کو صحیح کر دیا

یہ روایت حدیث کی کتب ترمذی ، ابو داود وغیرہ میں ایک سند سے ہے جس میں عَبَّاسٍ الجُشَمِيِّ کا تفرد ہے- ان سے قتادہ نے سننے کا دعوی کیا ہے – عَبَّاسٍ الجُشَمِيِّ اس روایت کو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں – عَبَّاسٍ الجُشَمِيِّ کا حال نا معلوم ہے صرف ان کو ابن حبان نے ثقہ قرار دیا ہے جو ان کا طریقہ ہے کہ مجھول کو بھی ثقہ کہتے ہیں- ابن حبان اور حاکم اس روایت کو صحیح کہتے ہیں-

مستدرک الحاکم میں ہے کہ قبر میں مردہ قرآن کی تلاوت کرتا ہے

أَخْبَرَنِي الْحَسَنُ بْنُ حَلِيمٍ الْمَرْوَزِيُّ، أَنْبَأَ أَبُو الْمُوَجِّهِ، أَنْبَأَ عَبْدَانُ، أَنْبَأَ عَبْدُ اللَّهِ، أَنْبَأَ سُفْيَانُ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ زِرٍّ، عَنِ ابْنِ

مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: " يُؤْتَى الرَّجُلُ فِي قَبْرِهِ فَتُؤْتَى رِجْلَاهُ فَتَقُولُ رِجْلَاهُ: لَيْسَ لَكُم عَلَى مَا قِبَلِي سَبِيلٌ كَانَ يَقُومُ يَقْرَأُ بِي سُورَةَ الْمُلْكِ، ثُمَّ يُؤْتَى مِنْ قِبَلِ صَدْرِهِ أَوْ قَالَ بَطْنِهِ، فَيَقُولُ: لَيْسَ لَكُمْ عَلَى مَا قِبَلِي سَبِيلٌ كَانَ يَقْرَأُ بِي سُورَةَ الْمُلْكِ، ثُمَّ يُؤْتَى رَأْسُهُ فَيَقُولُ: لَيْسَ لَكُم عَلَى مَا قِبَلِي سَبِيلٌ كَانَ يَقْرَأُ بِي سُورَةَ الْمُلْكِ، قَالَ: فَهِيَ الْمَانِعَةُ تَمْنَعُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَهِيَ فِي التَّوْرَاةِ سُورَةُ الْمُلْكِ، وَمَنْ قَرَأَهَا فِي لَيْلَةٍ فَقَدْ أَكْثَرَ وَأَطْنَبَ «هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْأَسْنَادِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ»

[التعليق - من تلخيص الذهبي]

3839 - صحيح

اس کی سند میں عَبْدَانُ سے مراد عَبْدَانُ بْنُ عُثْمَانَ ہے جو عبد اللہ بن مبارک سے روایت کر رہا ہے عبدن بْنُ عُثْمَانَ مجہول الحال ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ یہ عَبْدَانُ عَبْدُ اللهِ بنُ عُثْمَانَ بنِ جَبَلَةَ الأَزْدِيُّ ہے۔ پھر اس میں سفیان ثوری مدلس ہے – عاصم بن بھدلہ مختلط ہے۔ ان علتوں کی بنا پر یہ حدیث صحیح نہیں ہے

البتہ الصحیحہ میں البانی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے یعنی ان کے نزدیک مردہ قرات قرآن کرتا ہے جو وہ خود نہیں سن سکتا یاللعجب ۔ البانی کے نزدیک مردے نہیں سنتے – جب وہ سن ہی نہیں سکتے تو قرات کیا ہوئی؟

مردے سنتے ہیں ! یہی تو قبروں سے فیض کی طرف پہلا قدم ہے۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس بات کا صریح انکار کیا کہ مردے سنتے ہیں اور ابن عمر رضی اللہ عنہ نے بھی جب ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی لاش پر اسماء رضی اللہ عنہا کو روتے دیکھا تو کہا ارواح اللہ کے پاس ہیں

اس کے برعکس سلف کا عقیدہ پکار کا مل رہا ہے ۔ امام الذھبی کتاب سیر الاعلام النبلاء میں لکھا ہے

وَرُوِيَ عَنْ أَبِي بَكْرٍ بنِ أَبِي عَلِيٍّ، قَالَ: كَانَ ابْنُ الْمُقْرِئِ يَقُوْلُ: كُنْتُ أَنَا وَالطَّبَرَانِيُّ، وَأَبُو الشَّيْخِ بِالْمَدِيْنَةِ، فَضَاقَ بِنَا الوَقْتُ، فَوَاصَلْنَا ذَلِكَ اليَوْمَ، فَلَمَّا كَانَ وَقْتُ العِشَاءِ حضرتُ القَبْرَ، وَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ الجُوعُ (1) ، فَقَالَ لِي الطَّبَرَانِيُّ: اجلسْ، فَأَمَّا أَنْ يَكُونَ الرِّزْقُ أَوِ المَوْتُ. فَقُمْتُ أَنَا وَأَبُو الشَّيْخِ، فَحَضَرَ البَابَ عَلَوِيٌّ، فَفَتَحْنَا لَهُ، فَأَذَا مَعَهُ غُلاَمَانِ بِقُفَّتَيْنِ فِيْهِمَا شَيْءٌ كَثِيْرٌ، وَقَالَ: شَكَوْتُمُونِي أَلَى النَّبِيِّ – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -؟ رَأَيْتُهُ فِي النَّوْمِ، فَأَمَرَنِي بِحَمْلِ شَيْءٍ أَلَيْكُم.

أَبِي بَكْرٍ بنِ أَبِي عَلِيٍّ روایت کرتے ہیں کہ ابن المقری نے کہا کہ میں اور طبرانی اور ابو شیخ اصبہانی مدینہ میں تھے کہ وقت ہم پر تنگ ہوا پس ایک روز ہم ملے جب عشاء کا وقت تھا – قبر (النبی) پر حاضر ہوئے اور میں نے کہا اے رسول اللہ بھوک ! اس پر طبرانی نے کہا بیٹھ جاؤ کہ کوئی

کھانا دے اور موت آئے- پس میں (المقری) بیٹھ گیا اور ابو شیخ بھی کہ باب علوی سامنے تھا- پس وہ کھلا اور دو غلام آئے قفتیں لے کر جس میں کوئی بڑی چیز تھی اور کہا تم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شکوہ کیا ان کو نیند میں دیکھا انھوں نے یہ حکم کیا کہ یہ چیز (کھانا) تم کو دوں

راقم کہتا ہے یہ روایت بلا جرح نقل کرنا الذھبی کے کمزور عقیدے کی نشانی ہے اور جملہ محدثین کے اوپر بھی سوالیہ نشان ہے- کس نے یہ جھوٹ گھڑا ؟ اس قسم کے اقوال سن کر عرب علماء نے ماشاء اللہ کہا اور لکھ دیا ہم تو ان کو اس قابل بھی نہیں سمجھتے کہ سنا جائے - یہ تینوں اس دور کے ہیں جب محدثین اور صوفیاء کی حدود مل چکی تھیں

شعیب الأرناؤوط تعلیق میں لکھتے ہیں

هذا مردود على قائله إن صح عنه ذلك، فإنه لا خلاف بين أهل العلم، أنه لا يستغاث إلا بالله، ولا يسأل أحد سواه.

یہ کہنا قابل رد ہے اگر صحیح بھی ہو ، اہل علم میں اس پر کوئی اختلاف نہیں کہ اللہ سے مدد مانگی جائے گی اور اس کے سوا کسی سے سوال نہ ہو گا

معلوم ہوا بعض محدثین قبور اولیاء و انبیاء پر جاتے کر بیتائیں کرتے – شفاعت و سفارش کراتے اور مدد حاصل کرتے جبکہ ان تجربات کی قرآن و حدیث میں کوئی صحیح نص نہیں بلکہ ممانعت آئی ہے

تصوف ایک ایسا لٹریچر ہے جس میں صرف زہد ہوتا ہے – دنیا سے غیر ضروری بے زاری کا ذکر ہوتا ہے اور بس اللہ تک پہنچنے کا ذکر ہوتا ہے – اب جو اللہ تک پہنچ گئے یعنی مدفون یا مقبور ان سے متصوفین کا غیر معمولی لگاؤ ہوا – اس کے پیچھے اغلباً بد نیتی نہیں تھی بس زہد تھا جس کی بنا پر ایسا کیا گیا لیکن اس صنف میں جو کتب تھیں وہ نہایت غلط سلط روایات کا مجموعہ تھیں- لوگوں نے ان کو قبول کر لیا اور پھر صحیح روایات کو بھی اسی سانچے میں ڈھال دیا گیا- مسلک پرست انہی ضعیف روایات کی عینک سے صحیح کی تشریح کرتے ہیں جس سے وہ مفہوم نکلتا ہے جو قرانی عقائد کے خلاف ہوتا ہے

سلف میں ابن تیمیہ قبوری تصوف یا قبروں سے فیض لینے کے انکاری تھے لیکن وہ روح کو مسلسل ایک کرنٹ کی طرح سمجھتے تھے جو عالم ارض و سما میں کہیں آ، جا سکتی ہے- وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے درود سننے کے قائل تھے اور سماع الموتی میں مردوں کے سلام سننے کے اقراری تھے- اس طرح

وہ تصوف کی ان شقوں کو قبول کرتے تھے یہاں تک کہ ابن قیم نے تو باقاعدہ تصوف پر کتاب تک لکھی ہے- یہ لوگ صرف استمداد کے خلاف تھے کہ وسیلہ نہیں لیا جا سکتا ہر چند کہ مردے قبروں میں زندہ ہیں، سنتے ہیں ،قرآن کی قرات سنتے ہیں - ان کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں اذان بھی دیتے ہیں اگر مسجد النبی میں کسی وجہ سے اذان نہ ہو سکے-

راقم کہتا ہے مردے سنتے، بولتے، تلاوت کرتے ہیں یہ عقائد قرآن میں موجود نہیں سوائے چند معجزات کے - لیکن آجکل ان کو عموم بنا دیا گیا ہے اور اس عقیدے کو فروعی مسئلہ قرار دے دیا گیا ہے جبکہ یہ قرآن کی آیات محکم کا انکار ان میں اضافہ ہے

اس کتاب میں اس کی وضاحت کی گئی ہے

ابو شہر یار

۲۰۱۸

محکم آیات قرآنی

قرآن میں موجود ہے

وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُسْمِعُ مَن يَشَاءُ ۖ وَمَا أَنتَ بِمُسْمِعٍ مَّن فِي الْقُبُورِ

زندہ أور مردہ برابر نہیں ہیں - اللہ تو جس کو چاہے سنوا دیتا ہے، تم نہیں سنا سکتے ان کو جو قبروں میں ہیں

یعنی مردے اور زندہ برابر نہیں ہیں- ہم کو شعور نہیں کہ کب حشر ہو گا یہی حال مردوں کا بھی ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ مردے قدرتی سننے کی صلاحیت سے ہی محروم ہیں- یہ بات امثال قرآن کی ہے کہ قرآن اگر کوئی مثال دے تو سچی ہو ورنہ کلام کا نقص ہو گا- آیت میں یہ نہیں ہے کہ مردے جواب نہیں دیتے آیت میں ہے کہ اپ نبی ان کو نہیں سنا سکتے لہٰذا مردے اور کفار ایک ہیں دونوں نہیں سنتے اسی طرح بہرا ہے جس کو پکارا جائے تو نہیں سنتا

إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ سوره النمل ۸۰ آیت

اے نبی آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ بہروں کو پکار سنا سکتے ہیں جب وہ پلٹ کر جائیں

یہاں مردے کو کیا سنا سکتے ہیں کیا نہیں کوئی ذکر نہیں کیونکہ وہ عدم قابلیت کی بنا پر مطلّقا نہیں سنتا جبکہ بہرے کے لئے پکار کا لفظ ہے کیونکہ ان میں بعض کچھ سن بھی لیتے ہیں

(وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُورِ) [فاطر: 22]

اپ قبر والوں کو نہیں سنا سکتے

یعنی جو قبروں میں مدفون ہیں ان کو بھی نہیں سنا سکتے اور مردے جو قبروں سے اوپر ہیں ان کو بھی نہیں سنا سکتے یعنی کفار کو مردوں سے تشبیہ دی گئی ہے ان کی قوت سماع کا ذکر نہیں ہو رہا- اللہ تعالی نے فرمایا

أَوَ مَن كَانَ مَيْتاً فَأَحْيَيْنَاهُ

تو جو میت ہو اس کو ہم زندہ کریں گے

یعنی موت القوّة العاقلة کا زوال ہے مردوں میں تعقل نہیں ہوتا شعور نہیں ہوتا وہ سمجھ نہیں سکتے موت کا مطلب

زوال القوَّة العاقلة، وهي الجهالة.نحو: أَوَمَنْ كانَ مَيْتاً فَأَحْيَيْناهُ
[الأنعام/ 122] ، وإيّاه قصد بقوله: إِنَّكَ لا تُسْمِعُ الْمَوْتى

اور اسی طرح ہے کہ جو مردہ ہو اس کو ہم زندہ کریں گے یہ قوت عقل کازوال ہے اور مقصد ہے جو قول اللہ تعالی میں ہے تم مردوں کو نہیں سنا سکتے

المفردات في غريب القرآن از راغب اصفہانی

اللہ کی قدرت سے کیسے انکار ہے لیکن اس کا نظم ہے کہ مردے نہیں سنتے اگر سن لیا تو یہ اللہ کی قدرت کا خاص نمونہ ہے یا عرف عام میں معجزہ ہے -

اگر مردے سن رہے تھے تو اس کا مطلب ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے کسی کو زندہ نہ کیا صرف وہاں قبر پر یا میت پر پہنچے اور مردہ جو دیکھ رہا تھا اور سن رہا تھا ان کو دیکھ کر کھڑا ہو گیا

وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ إِنَّ اللَّهَ يُسْمِعُ مَنْ يَشَاءُ وَما أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُورِ
فاطر: 22

اور زندہ مردہ برابر نہیں بے شک اللہ جس کو چاہے سنا دے اور آپ جو قبروں میں ہیں ان کو سنانے والے نہیں

سب سے اہم بات ہے کہ مکی دور کی قرانی سورتوں میں مردوں کے سماع کا یکسر انکار کیا گیا ہے – مکی دور میں ابھی نہ تو کسی کو حدیث مردہ جوتوں کی چاپ سنتا ہے کی خبر ہے، نہ قلیب بدر کا واقعہ ہوا ہے – یعنی مہاجرین کبار ، سابقوں الاولون، اور شہدائے بدر کا عقیدہ ہے کہ نہ تو مردہ جوتوں کی چاپ سنتا ہے، نہ ان کا عقیدہ ہے کہ مشرک مرنے کے بعد قبر میں سن سکتا ہے کیونکہ ابھی قلیب بدر کا واقعہ ہی نہیں ہوا - ہمارا ایمان ہے کہ اس امت میں شہدائے بدر کاملین ایمان میں سے تھے وہ صحیح عقیدے پر تھے اور وہ عدم سماع الموتی کا عقیدہ رکھتے تھے

آنے والے وقت میں جب قلیب بدر کا واقعہ ہوا تو ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی اس کو عدم سماع الموتی قرار دیا اور اس کو علم ہو جانا کہا- بعض جہلاء کا ام المومنین رضی اللہ عنہا کے اس

قول پر کہنا ہے کہ مردہ اگر لا شعور ہے تو اس کو علم کیسے ہوا - یہ ان کی علمی اپج کا عالم ہے !
شعور کی نفی تو قرآن میں مردہ لاش پر کی گئی ہے اموات غیر احیاء کہہ کر - لیکن علم میت کی روح کو ہو جاتا ہے جب وہ عالم بالا میں سب دیکھ رہی ہوتی ہے اور جسد سے الگ ہو چکی ہوتی ہے- ایک طرف بے جان لاش غیر احیاء کی صورت لا شعور و بے حس گل سڑ رہی ہوتی ہے دوسری طرف مردے کی روح اگر بد ہے تو حق کو جان چکی ہوتی ہے –

بعض لوگ جو سر کشی میں طاق ہیں وہ کہتے ہیں کہ دوبارہ کب زندہ ھوں گے یہ شعور تو زندوں کو بھی نہیں کیونکہ قیامت کا علم کسی کو نہیں دیا گیا۔ گویا وہ کہنا چاہتے ہیں کہ مردہ اور زندہ برابر ہیں ، دونوں لا علمی میں برابر ہیں - پھر دوسرے ہی سانس میں یہ کہتے ہیں کہ مردہ سنتا سمجھتا دیکھتا ہے - اس تضاد کو قرآن و حدیث کا تضاد قرار دیا جاتا ہے پھر مطالبہ کیا جاتا ہے کہ حدیث بھی الوحی ہے لہٰذا قرآن کو چھوڑو اور حدیث پر ایمان لاؤ۔

راقم کہتا ہے بلاشبہ حدیث پر ایمان لانا فرض ہے لیکن کیا آپ نے اس کو سمجھا بھی کہ نہیں – حدیث عقائد میں قرآن مخالف نہیں ہو سکتی - اللہ تعالی نے کہا مردے نہیں جانتے کیونکہ مشرک مکہ کا عقیدہ تھا کہ مردے کو الدھر نے ہلاک کر دیا اب کوئی زندگی دوبارہ نہ ہو گی لیکن وہ مردوں کی پرندوں میں تبدیلی کے قائل تھے- عرب عقیدہ رکھتے تھے کہ مردے پرندہ بن جاتے ہیں جس کو وہ هامة کہتے تھے

عربی لغت مشارق الأنوار على صحاح الآثار از عياض بن موسى بن عياض بن عمرون اليحصبي السبتي، أبو الفضل (المتوفى: 544هـ) میں ہے

من قَول الْجَاهِلِيَّة أَن الْمَيِّت إِذا مَاتَ خرج من رَأسه طَائِر يُسمى الْهَام
جاہلیت کے اقوال میں سے ہے کہ میت کے سر سے ایک پرندہ نکلتا ہے جس کو وہ الهام نام دیتے تھے

ایک دوسرے مقام پر اسی لغت میں لکھا

قَالَ أَبُو عبيد كَانَت الْعَرَب تزْعم أَن عِظَام الْمَوْتَى تصير هَامة تطير يسمون الطَّائِر
أَبُو عبيد نے کہا عرب یہ دعوی کرتے کہ مردے کی ہڈیاں هَامة بن جاتی ہیں جس کو وہ پرندے کا نام دیتے

یعنی مشرک روح کو پرندہ کہتے – پھر یہ پرندے آسمان میں اڑتے اور اللہ تعالی تک سفارش کرنے کے

لئے جاتے تھے

سورہ النحل میں اللہ تعالی نے مشرکوں کا ذکر کیا

وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ ۖ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ

اور یہ جن کو اللہ کے سوا پکار رہے ہیں انہوں نے کچھ تخلیق نہیں کیا بلکہ خود مخلوق ہیں-
مردہ لاشیں ہیں جن کو ادرک نہیں کہ کب جی اٹھیں گے

مشرک کہتے

وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ أَلَّا لِيُقَرِّبُونَا أَلَى اللَّهِ زُلْفَى

وہ جنہوں نے اللہ کے سوا دوست لیے ہیں (وہ اس کی وجہ بیان کرتے ہیں کہ)
ہم ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ اللہ کے قریب کر دیں

سورہ الممتحنہ میں ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَئِسُوا مِنَ الْآخِرَةِ كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ أَصْحَابِ الْقُبُورِ

مومنو – اس قوم سے دوستی مت کرو جن پر اللہ کا غضب ہوا ، وہ آخرت سے اس طرح مایوس ہیں جس طرح کفار قبر والوں سے

یعنی مشرکین مکہ کے نزدیک قبر میں تو کچھ باقی نہیں رہتا تھا مردے کی ہڈی پرندہ بن جاتی تھی - لیکن وہ پھر بھی قبر پر جاتے اور عبادت کے مراسم کرتے کیونکہ وہاں ہامہ واپس آتا تھا اور سنتا تھا کہ کیا لوگ پکاریں لگا رہے ہیں

المصباح المنير في غريب الشرح الكبير از المؤلف: أحمد بن محمد بن علي الفيومي ثم الحموي، أبو العباس (المتوفى: نحو 770هـ) کے مطابق

وَتَزْعُمُ الْأَعْرَابُ أَنَّ رُوحَ الْقَتِيلِ تَخْرُجُ فَيَصِيرُ هَامَةً إذَا لَمْ يُدْرَكْ بِثَأْرِهِ فَيَصِيحُ عَلَى قَبْرِهِ اسْقُونِي اسْقُونِي حَتَّى يُثْأَرَ بِهِ

عرب دعوی کرتے کہ مقتول کی روح نکل کر هَامَةً میں بدل جاتی ہے ، اگر اس کے قتل کا بدلہ نہ لیا گیا ہو تو قبر پر آتی ہے پکارتی ہے مجھے پلاؤ پلاو (یعنی قا تل کا خون) - یہاں تک کہ قتل کا بدلہ لیا جائے

کتاب العین از ابو عبد الرحمٰن الخلیل بن احمد بن عمرو بن تمیم الفراہیدی البصری (المتوفی: 170ھ-) کے

مطابق

الهامَة: رأسُ كلّ شيءٍ من الرُّوحانيين، والجميعُ: الهامُ. والهامَةُ من طَيْر اللّيل

الهامَة ہر روحانی چیز کا سر ، اور اس کی جمع الهامُ ہے اور الهامَةُ رات کا پرندہ ہے

مشرک جو قبروں پر جمع ہوتے تھے تو اس کے پیچھے ان کا عقیدہ ہی تھا۔ اللہ تعالی نے فرمایا کہ ان کو تمہاری کیا خبر ہو گی ان کو تو یہ بھی نہیں معلوم کہ خود یہ کب جی اٹھیں گے

اللہ تعالی نے مردے میں کسی بھی حیات کی نفی کی ہے۔ اور حیات کیا ہے؟

سانس لینا، دل دھڑکنا، خواب دیکھنا، سونا، آنکھ کی پتلی ہلنا، تعقل و ادارک و شعور کی صلاحیت کا ہونا وغیرہ

ان تمام نشانیوں کو جب ہم انسان میں مفقود پاتے ہیں تو اس کو موت کہتے ہیں —اب یہ ممکن نہیں ہے موت کی تعریف شریعت میں بار بار بدل دی جائے۔ اموات غیر احیاء فرما کر اس پر نص ثبت کر دی گئی ہے۔

عذاب قبر مومن پر ہو گا اس کی خبر سن ۱۰ ہجری میں وفات ابراہیم بن محمد کے روز دی گئی۔

جمهرة أنساب العرب میں ابن حزم لکھتے ہیں

ومات إبراهيم قبل موت النبي صلى الله عليه وسلم، بأربعة أشهر؛ ودفن بالبقيع

ابراہیم کی وفات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے چار ماہ پہلے ہوئی

یعنی قریب قریب یہ واقعہ ممکن ہے ذیقعدہ سن ۱۰ ہجری میں ہوا یعنی حجہ الوداع سے قبل جس میں کسوف کی نماز بھی پڑھی گئی[2] قرع النعال والی روایت اس دن یا اس کے بعد کی بنتی ہے اور عقائد میں یہ عظیم خبر ہے کہ مردہ سنتا ہے اور یہ سب سننے کے باوجود بھی وفات النبی کے بعد جب ام المومنین رضی اللہ عنہا سے سوال ہوا کہ کیا مردے سن رہے تھے آپ رضی اللہ عنہا کی جانب سے سماع الموتی کا انکار دعوت فکر و تدبر دیتا ہے ۔

مضمون مردے سنتے ہیں لیکن - میں ابو یحیٰی نور پوری لکھتے ہیں[3]

کُلّی قاعدے میں بسا اوقات شریعت کچھ استثناء ات رکھ دیتی ہے، لیکن اس سے قانونِ شریعت کی کُلّی حیثیت متاثر نہیں ہوتی بالکل یہی حال مسئلہ سماعِ موتی کا ہےمُردے نہیں سنتے،البتہ قرآن و سنت کے بیان کردہ خاص اوقات و حالات میں ان کا کوئی خاص بات سن لینا

ثابت ہے یہ کہنا جائز نہیں کہ مُردے سنتے ہیں۔زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ مُردے سنتے ہیں،لیکن ان حالات و واقعات میں جن کی صراحت نصوصِ شرعیہ نے کر دی ہے ۔ لہٰذا مطلق طور پر مُردوں کے سننے کا عقیدہ رکھنا قران و سنت سے متصادم ہےقران و سنت نے مُردوں کے سننے کی مطلق نفی کی ہےیہی کُلّی قانون ہے

مثلًا

تمام انسانوں کا ایک ماں اور ایک باپ سے پیدا ہونا ایک کُلّی قاعدہ ہےفرمانِ باری تعالیٰ ہے

{یاَیُّہَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّاُنْثٰي} (الحجرات 49 13)

اے لوگو! بلاشبہ ہم نے تمھیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے

جبکہ ادم علیہ السلام ماں اور باپ دونوں کے بغیر اور عیسیٰ علیہ السلام بن باپ کے پیدا ہوئے

اب کوئی ان دو خاص واقعات کی بنا پر مطلق طور پر یہ نہیں کہہ سکتا کہ انسان ماں اور باپ دونوں یا کسی ایک کے بغیر پیدا ہو جاتا ہے،البتہ یہ کہہ سکتا ہے کہ خاص دو انسان دنیا میں ایسے ہوئے ہیں جن میں سے ایک ماں اور باپ دونوں کے بغیر اور دوسرا باپ کے بغیر پیدا ہوا

مُردار کا حرام ہونا ایک قاعدہ کلیہ ہےفرمانِ الٰہی ہے {حُرِّمَتْ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَۃُ} (المائد 5 3)

جبکہ اس سے جراد(ٹڈی نام کا ایک پرندہ)اور حوت (مچھلی) کا گوشت مستثنیٰ ہے

(السنن الکبریٰ للبیہقی 384/1، وسندہٗ صحیحٌ)

ان دو قسم کے مُرداروں کے حلال ہونے سے ہر مُردار کے حلال ہونے کا استدلال جائز نہیں۔زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ مُردار حلال ہے ،لیکن صرف مچھلی اور ٹڈی کا مُردار کے حرام ہونے والا قانون اپنی جگہ مستقل اور کُلّی ہی ہے

امت ِمحمدیہ کے مَردوں پر ریشم پہننا حرام کر دیا گیا ہےفرمانِ نبوی ہے

ریشم اور سونا میری امت کے مردوں پر حرام ہیں،جبکہ عورتوں کے لیے حلال ہیں

(شرح مشکل الاثار للطحاوی 308/12، ح 4821، وسندہ حسنٌ)

جبکہ تین،چار انگلیوں کے برابر استعمال کر لینا جائز ہے(صحیح مسلم 2069)

شریعت کا قاعدہ کلیہ یہی ہے کہ مَردوں کے لیے ریشم پہننا حرام ہے،لیکن ایک خاص مقدار جائز کر دی گئی ہے....

یہ سب مثالیں پکار پکار کر کہہ رہی ہیں کہ کلّی قاعدے میں بسا اوقات شریعت کچھ استثناء ات رکھ دیتی ہے، لیکن اس سے قانونِ شریعت کی کلّی حیثیت متاثر نہیں ہوتیبالکل یہی حال مسئلہ سماعِ موتی کا ہےمُردے نہیں سنتے،البتہ قران و سنت کے بیان کردہ خاص اوقات و حالات میں ان کا کوئی خاص بات سن لینا ثابت ہےیہ کہنا جائز نہیں کہ مُردے سنتے ہیں۔زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ مُردے سنتے ہیں،لیکن ان حالات و واقعات میں جن کی صراحت نصوصِ شرعیہ نے کر دی ہے

اس کُلّی قاعدے سے شریعت نے خود ہی چند استثناء ات رکھ دی ہیں۔ان میں کچھ استثناء ات یہ ہیں

استثناء نمبر ا : مُردے کا جوتوں کی اواز سننا

استثناء نمبر ۲ : جنگ بدر میں جہنم واصل ہونے والے کفار کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ سننا

الحاصل اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ مُردے سن نہیں سکتےالبتہ دیگر کئی کلّی قواعد و قوانین کی طرح اس قاعدے میں بھی کچھ استثناء ات

موجود ہیں جو صحیح احادیث سے ثابت ہوتی ہیں، مثلاً مُردے دفن کے بعد واپس جانے والے لوگوں کے جوتوں کی اواز سنتے ہیں، نیز بدر میں جہنم واصل ہونے والے کفار کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ سنا تھا

راقم کہتا ہے یہ تمام ان کا مبلغ علم ہے - ہم کو معلوم ہے کہ آدم و عیسیٰ علیہما السلام بن باپ کے ہیں اور اسکی خبر اللہ تعالی دے چکے ہیں اس کو دلیل نہیں بنایا جا سکتا کیونکہ یہ خاص ہے، عام نہیں ہے- یہ روز نہیں ہوتا جبکہ ان کا اپنا عقیدہ ہے کہ روز دفنائے جانے والے مردے سنتے ہیں- لہٰذا یہ مثال جو نور پوری نے دی ہے خارج عن محل ہے

کھانے پینے میں ٹڈی مردار نہیں ہے کیونکہ یہ کیڑا ہے جن کا گلا بھی نہیں جس کو ذبح کیا جائے لہٰذا اس کو مرادر نہیں کہا جا سکتا - شریعت میں یہ کیڑا حلال ہے کیونکہ یہ گندگی نہیں کھاتا، پتے و بیل بوٹے کھاتا ہے جو طیب ہے – جو کیڑا طیب کھاتا ہو وہ حلال ہے -

مچھلی بھی مرادر نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالی نے بحر و سمندر کی غذا کو حلال کر دیا ہے - مچھلی کو کوئی ذبح نہیں کرتا – شارع اللہ نے ذبح کا حکم چوپایوں پر کیا ہے جو ہوا میں ہوں- یہ گرم خون والے جانور کہلاتے ہیں جن کا خون ذبح پر بہہ سکتا ہے- مچھلی ٹھنڈے خوان والی ہے جس کا خون بہتا نہیں ہے اور یہ انڈہ دیتی ہے نہ کہ جنتی ہے لہٰذا چوپائے کی تعریف پر نہیں اترتی تو اس کے لئے ذبح کی بحث کی ضرورت ہی نہیں ہے – یہ سب نص قرانی سے واضح ہے اور اس مسئلہ میں کوئی مرفوع حدیث اسی لئے نہیں ہے کیونکہ غور فکر کرنے سے یہ حکم سمجھا جا سکتا ہے[4]

ریشم مردوں پر بطور لباس (جس سے ستر پوشی ہو) حرام ہے - اگر ریشم کو ہاتھ لگا لیا یا اس کی پٹی سر پر باندھ لی تو یہ لباس کے زمرے میں نہیں آتی لہٰذا یہ مثال جو نور پوری نے دی ہے خارج عن محل ہے-

پھر ان مستثنیات سے جو استخراج کیا گیا ہے وہ بھی بے محل ہے - راقم کہتا ہے بدر والا واقعہ تو اس دنیا میں صرف ایک بار ہوا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خطاب کیا - مشرکین مکہ کو مرنے کے بعد کا علم ہو چکا تھا ، اس لئے فرط جذبات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کلام کیا لیکن تمام عالم کے مردوں کا سننا استثناء نہیں عام ہے لہٰذا اس کو کلی قاعدے میں

ہی دیکھنا ہو گا ۔اگر سب پر مان لیں تو یہ عموم ہوا نہ کہ استثناء

محدث فورم کے ایک مجھول الحال اہل حدیث عالم اسحاق سلفی نے مردے کی چاپ سننے کو بھی معجزہ قرار دے دیا ہے[5]

۔مگر واضح رہے کہ یہاں پر { تسمع } فرمایا گیا ہے۔ یعنی " آپ نہیں سنا سکتے " ۔ تو اس سے یہ بات نکلتی ہے کہ اللہ اگر سنانا چاہے تو سنا سکتا ہے کہ وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ جیسا کہ قلیب بدر میں حضور کا مردوں سے خطاب فرمانا یا قرع نعال والی حدیث وغیرہ سے ثابت ہے کہ یہ سب خرق عادت اور معجزے کے قبیل میں سے ہے ــ اور قلیب بدر کے مردوں کو سنانا تبھی معجزہ کہلا سکتا جب عام طور پر مردے نہ سنتے ہوں ،

فلا يقَاس عليه و ظاہر نفی سماع الموتی العموم فلا يخصّ منه اِلَّا ما ورد بدليل –
(المراغی : ج 20 ص 19) اور معجزہ پر عمومی حالات کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

اسی طرح انڈیا کے کفایت اللہ سنابلی نے بھی محدث فورم پر میت میں عود روح کو معجزہ قرار دیا ہے[6]

دنیامیں موجود شخص کے سلام کے جواب کے لئے روح کا لوٹایا جانا یہ ایک الگ طرح کا معاملہ ہے ۔ اس اعادہ روح کے نتیجے میں زندہ اور فوت شدہ کے مابین مخاطبہ کی شکل پیداہوتی ہے جو بالکل دنیاوی معاملہ ہے اور مردوں کے ساتھ اس طرح کا معاملہ اللہ کے عام قانون کے خلاف ہے۔ اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے قلیب بدر کے واقعہ میں جب اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مردہ مشرکین سے خطاب کیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس چیز کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ مانا۔کیونکہ یہاں مردہ مشرکین نے دنیا میں باحیات اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خطاب کوسنا۔اوریہ اللہ کے عام قانون کے خلاف ہے اس لئے ایک معجزہ ہے۔

چاپ سننے کو آج تک کسی نے معجزہ قرار نہیں دیا تھا لیکن یہ نا نہاد غیر مقلدین کا کمال ہے خرق العادۃ ہر وقت ہو رہا ہو تو یہ خرق العادۃ کہاں سے رہا ؟ ان لوگوں نے خرق عادت کو عموم اور روز مرہ کا معمول قرار دے دیا ہے- روز لوگ مرتے ہیں ، ان کے جنازے پڑھے جاتے

ہیں ان کی تدفین ہوئی ہے قبرستان میں چاپ ہوتی ہے - اور یہ لوگ کہتے ہیں یہ ہر روز جو ہوتا ہے یہ استثناء Exception ہے- کس قسم کا فہم ہے یہ؟

فہم سلف یا بطل پرستی

شیخ الاسلام کے لقب سے مشہور ابو العباس،احمد بن عبد الحلیم، ابن تیمیہ (661-728ھ)فہم سلف کو اختیار کرنے کی ضرورت کو درء تعارض العقل والنقل : 301/2 میں یوں بیان کرتے ہیں

ومن تدبر كلام أئمة السنة المشاهير في هذا الباب علم أنهم كانوا أدق الناس نظراً، وأعلم الناس في هذا الباب بصحيح المنقول وصريح المعقول، وأن أقوالهم هي الموافقة للمنصوص والمعقول، ولهذا تأتلف ولا تختلف، وتتوافق ولا تتناقض، والذين خالفوهم لم يفهموا حقيقة أقوال السلف والأئمة، فلم يعرفوا حقيقة المنصوص والمعقول، فتشعبت بهم الطرق، وصاروا مختلفين في الكتاب، مخالفين للكتاب وقد قال تعالى: {وإن الذين اختلفوا في الكتاب لفي شقاق بعيد} (البقرة: 176)

جو اس بارے میں مشہور ائمہ سنت کے کلام پر غور کرے گا ،اسے بخوبی معلوم ہو جائے گا کہ وہ (علومِ دینیہ پر) سب لوگوں سے زیادہ گہری نظر رکھتے تھے اور اس بارے میں صحیح منقول اور صریح منقول دلائل کا سب سے بڑھ کر علم رکھنے والے تھےان کے اقوال نقلی و عقلی دلائل کے عین مطابق ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ باہم ملتے جلتے ہیں، مختلف نہیں ہوتے اور باہم موافق ہیں، متناقض نہیں ہوتےجن لوگوں نے ان کی مخالفت کی ہے،وہ سلف اور ائمہ دین کے اقوال کو سمجھ نہیں پائے،نہ وہ نقلی و عقلی دلائل کی حقیقت کو جان سکے ہیں اس طرح وہ گمراہ ہو کر وحیِ الٰہی میں اختلاف کا شکار ہو گئے اور اس کے مخالف بن گئے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :

(وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِي الْكِتَابِ لَفِيْ شِقَاقٍ بَعِيْدٍ) (البقر 2 : 176)

اور جن لوگوں نے کتاب[وحی]میں اختلاف کیا ہے،وہ دور کی گمراہی میں جا پڑے ہیں

افسوس یہ سب سمجھنے کے بعد بھی ابن تیمیہ مسئلہ سماع الموتی میں عقیدہ نہ لے پائے جو ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کا اس مسئلہ میں تھا -

ابن تیمیہ فتاوی الکبریٰ ج ۳ ص ۴۱۲ میں لکھتے ہیں

فَهَذِهِ النُّصُوصُ وَأَمْثَالُهَا تُبَيِّنُ أَنَّ الْمَيِّتَ يَسْمَعُ فِي الْجُمْلَةِ كَلَامَ الْحَيِّ وَلَا يَجِبُ أَنْ يَكُونَ السَّمْعُ لَهُ دَائِمًا ، بَلْ قَدْ يَسْمَعُ فِي حَالٍ دُونَ حَالٍ كَمَا قَدْ يُعْرَضُ لِلْحَيِّ فَإِنَّهُ قَدْ يَسْمَعُ أَحْيَانًا خِطَابَ مَنْ يُخَاطِبُهُ ، وَقَدْ لَا يَسْمَعُ لِعَارِضٍ يَعْرِضُ لَهُ ، وَهَذَا السَّمْعُ سَمْعُ إدْرَاكٍ ، لَيْسَ يَتَرَتَّبُ عَلَيْهِ جَزَاءٌ ، وَلَا هُوَ السَّمْعُ الْمَنْفِيُّ بِقَوْلِهِ : { إنَّك لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَى } فَإِنَّ الْمُرَادَ بِذَلِكَ سَمْعُ الْقُبُورِ وَالِامْتِثَالِ

پس یہ نصوص اور اس طرح کی امثال واضح کرتی ہیں کہ بے شک میّت زندہ کا کلام سنتی ہے اور یہ واجب نہیں آتا کہ یہ سننا دائمی ہو بلکہ یہ سنتی ہے حسب حال جیسے زندہ سے پیش اتا ہے پس بے شک کبھی کبھی یہ سنتی ہے مخاطب کرنے والے کا خطاب، .. اور یہ سنا ادراک کے ساتھ ہے اور یہ سننا اللہ کے قول { إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ } کے منافی نہیں جس سے مراد قبروں اور الِامْتِثَالِ (تمثیلوں) کا سننا ہے

ابن تیمیہ مجموع الفتاوی ج ۴ ص ۲۷۳ پر لکھتے ہیں
أَمَّا سُؤَالُ السَّائِلِ هَلْ يَتَكَلَّمُ الْمَيِّتُ فِي قَبْرِهِ فَجَوَابُهُ أَنَّهُ يَتَكَلَّمُ وَقَدْ يَسْمَعُ أَيْضًا مَنْ كَلَّمَهُ؛ كَمَا ثَبَتَ فِي الصَّحِيحِ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: إنَّهُمْ يَسْمَعُونَ قَرْعَ نِعَالِهِمْ
اور سائل کا سوال کہ کیا میت قبر میں کلام کرتی ہے؟ پس اس کا جواب ہے بے شک وہ بولتی ہے اور سنتی ہے جو اس سے کلام کرے ، جیسا صحیح میں نبی صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے مروی ہے کہ بے شک وہ جوتوں کی چاپ سنتی ہے
ابن تیمیہ ج ۱ ص ۳۴۹ پر لکھتے ہیں
وَقَدْ ثَبَتَ فِي الصَّحِيحَيْنِ وَغَيْرِهِمَا أَنَّ الْمَيِّتَ يَسْمَعُ خَفْقَ نِعَالِهِمْ إذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ فَهَذَا مُوَافِقٌ لِهَذَا فَكَيْفَ يَدْفَعُ ذَلِكَ ؟ وَمِنْ الْعُلَمَاءِ مَنْ قَالَ : إنَّ الْمَيِّتَ فِي قَبْرِهِ لَا يَسْمَعُ مَا دَامَ مَيِّتًا كَمَا قَالَتْ عَائِشَةُ
اور بے شک صحیحین سے یہ ثابت ہے اور دیگر کتب سے بے شک میت جوتوں کی چاپ سنتی ہے جب دفنانے والے پلٹتے ہیں پس یہ موافق ہے اس (سننے) سے لہذا اس کو کیسے رد کریں؟ اور ایسے علماء بھی ہیں جو کہتے ہیں : بے شک میت قبر میں نہیں سنتی جب تک کہ وہ مردہ ہے جیسے کہ عائشہ (رضی اللہ تعالی عنہا) نے کہ

البانی الایات البینات از نعمان الالوسی میں تعلیق میں لکھتے ہیں
وأما حديث " من صلى علي عند قبري سمعته ومن صلى علي نائيا أبلغته " فهو موضوع كما قال شيخ الإسلام ابن تيمية في " مجموع الفتاوى " (27 / 241) وقد خرجته في " الضعيفة " (203) . ولم أجد دليلا على سماعه صلى الله عليه وسلم سلام من سلم عند قبره وحديث أبي داود ليس صريحا في ذلك فلا أدري من أين أخذ ابن تيمية قوله (27 / 384) : أنه صلى الله عليه وسلم يسمع السلام من القريب
اور جہاں تک حدیث جس نے میری قبر پر درود پڑھا اس کو میں سنتا ہوں اور جس نے دور سے پڑھا وہ مجھے پہنچایا جاتا ہے کا تعلق ہے تو پس وہ گھڑی ہوئی ہے جیسے شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے مجموع الفتاوی " (27 / 241) میں کہا اور اس کی تخریج میں نے الضعيفة " (203) میں کی اور مجھے اس کی دلیل نہیں ملی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے پاس پڑھے جانے والا درود و سلام سنتے ہیں اور ابو داود کی حدیث اس میں واضح نہیں اور نہیں معلوم کہ ابن تیمیہ نے کہاں سے

پکڑ
لیا قول (27 / 384) کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قریب سے پڑھے جانے والا سلام سنتے ہیں

عصر حاضر میں جب ان عقائد پر ڈاکٹر عثمانی رحمہ اللہ علیہ نے تیشہ چلایا تو نصرت ائمہ کی خاطر علماء کی وہ جماعت جو فکری انتشار کا شکار ہیں انہوں نے انہی شخصیات کا دفاع کرنے کی ٹھانی لیکن چلتے چلتے اس کا اقرار کیا کہ امام ابن تیمیہ اور ابن قیم اور شاہ ولی اللہ کے قلم سے تصوف کے شجر کی

غیر مقلد عالم عبد الرحمان کیلانی مضمون روح عذاب قبر اور سماع الموتی میں لکھتے ہیں

مستفسر جناب محمد احسان الحق صاحب نے یہ سوال بھی (سوال ۵) کیا تھا کہ کتاب الروح (ابن القیم) کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ تو جواباً عرض ہے کہ امام ابن قیم اور اُن کے استاد جناب امام ابن تیمیہؒ دونوں بزرگ نہ صرف یہ کہ سماعِ موتیٰ کے قائل تھے بلکہ اسی طبقۂ صوفیاء سے تعلق رکھتے تھے۔ جنھوں نے اس مسئلہ کو اُچھالا اور ضعیف اور موضوع احادیث کا سہارا لے کر اس مسئلہ کو علی الاطلاق ثابت کرنا چاہا ہے۔ امام ابن تیمیہؒ اور امام قیم دونوں صاحبِ کشف وکرامات

۵۶

بھی تھے۔ اور دونوں بزرگوں نے تصوف و سلوک پر مستقل کتابیں بھی لکھی ہیں۔ اور یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ اگر اس طبقہ کے عقیدے سے قبر اور سماعِ موتیٰ کے مسئلہ کو کھینچ لیا جائے تو اُن کے پاس باقی رہ کیا جاتا ہے؟

اسی طرح کے ایک تیسرے بزرگ شاہ ولی اللہ صاحب ہیں۔ یہ تینوں بزرگ جب شرک و بدعات کی تردید پر قلم اٹھاتے ہیں، تو جی عش عش کر اٹھتا ہے۔ اور ہم دل و جان سے اُن کی دینی خدمات کے معترف ہو جاتے ہیں۔ لیکن جب یہ زیاراتِ قبور کے آداب اور کشف کے طریق بتلاتے ہیں تو نہیں سوچتے کہ آیا قبروں اور مزارات کے وجود کا بھی کوئی جواز ہے یا نہیں یا قبروں پر اس غرض سے بیٹھنا جائز بھی ہے یا نہیں؟ مُردوں کو سُنانا اور اُن سے سُننا تو دور کی باتیں ہیں۔ ان سب باتوں کی کتاب و سنت نے پُرزور تردید کر دی ہے۔

دوسری طرف علماء کا ایک طبقہ ایسا بھی تھا جس نے کبوتر کی طرح آنکھ بند کر کے التباس پیدا کرنے کی راہ اپنائی چنانچہ زبیر علی زئی لکھتے ہیں[7]

میرے علم کے مطابق ابن تیمیہ اور ابن القیم رحمہما اللہ کی کتابوں میں شرک اکابر کا کوئی ثبوت نہیں ہے ، تاہم ابن القیم کی ثابت شدہ "کتاب الروح" اور دیگر کتابوں میں ضعیف و مردود روایات ضرور موجود ہیں۔ یہ دونوں حضرات مردوں سے مدد مانگنے کے قائل نہیں تھے ، رہا مسئلہ سماع موتی کا تو یہ سلف صالحین کے درمیان مختلف فیہا مسئلہ ہے ،اسے کفر و شرک سمجھنا غلط ہے

سوال یہ ہے کہ اگر یہ مسئلہ کفر و شرک کا نہیں تو اس پھر علمی ذوق کی تسکین کے لئے کیا مردے سنتے ہیں کیوں لکھی گئی ــ اس مسئلہ پر تو پر بحث ہی بےکار ہے۔ اسی قبیل کے ایک دوسرے عالم خواجہ محمد قاسم کی بھی یہی رائے ہے کہ سماع الموتی کا مسئلہ شرک کا چور دروازہ نہیں وہ کتاب کراچی کا عثمانی مذھب میں لکھتے ہیں

سماع موتی اور شرک :۔ میں نہیں سمجھتا سماع موتی کا شرک سے کیا تعلق ہے جب کہ سارا عالم سنتا ہے انسان سنتے ہیں جن سنتے ہیں فرشتے سنتے ہیں، چاند سنتے ہیں اور کسی سے شرک لازم نہیں آتا تو اگر ضعیف حدیثوں سے استدلال کر کے یا مخصوص حدیثوں کو عام کر کے کوئی بزرگ میت کے سلام وغیرہ سننے کا قائل ہو ہی جائے تو شرک کہاں سے لازم آگیا اور اس پر جہنم کی آگ کیسے فرض ہو گئی؟ اگر اربوں کھربوں زندوں کی سماعت سے توحید کی نفی نہیں ہوتی تو مُردوں کی سماعت سے توحید کی نفی کیسے ہو جائے گی؟ کیا اللہ تعالی کی توحید صرف مُردوں کے مقابلہ میں ہے؟ یعنی ایک صفت جو ہم زندہ میں موجود مانتے ہیں اور اس سے ہماری توحید کو صدمہ نہیں پہنچتا ہے وہی محدود سی انسانی صفت اگر کوئی غلطی سے مُردہ میں موجود مان لے تو شرک کہاں سے آ پہنچتا ہے۔

سعود احمد امیر جماعت المسلمین ذہن پرستی میں لکھتے ہیں

ہماری سمجھ سے یہ باہر ہے کہ زندہ کو اگر سمیع مانا جائے تو شرک نہیں ہوتا جیسا کہ ارشاد باری ہے۔

فَجَعَلْنَاهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا (دھر ۔ ۲) ہم نے انسان کو سمیع و بصیر بنایا۔

لیکن اگر مردہ کو سمیع مان لیا جائے تو شرک ہو جائے گا حالانکہ زندہ ہو یا مردہ محض سمیع ماننے سے شرک لازم نہیں آتا۔ زندہ اور مردہ کی سماعت

۷۴

مقیّد و محدود ہے، اللہ تعالےٰ کی سماعت غیر مقیّد اور لامحدود ہے۔ دونوں میں بیّن فرق ہے۔

مُردے کے سننے یا نہ سننے کے سلسلے میں صحیح اسلامی عقیدہ یہ ہے کہ "مُردہ انسانوں کی آواز نہ سنتا ہے، نہ سُن سکتا ہے، نہ انسان اُسے سُنا سکتے ہیں البتہ اللہ تعالےٰ جب چاہے اور جو کچھ چاہے مُردہ کو سُنا سکتا ہے اور سُنا دیتا ہے۔"

یہ عقیدہ قرآن و حدیث کے بالکل مطابق ہے اور اس میں شرک کا کوئی پہلو نہیں ہے۔ اس عقیدہ سے ہر حدیث جس کو موصوف نے زبردستی ضعیف کہہ کر ٹال دیا یا جس کی بعید از قیاس تاویل کر دی اپنی اپنی جگہ پہ بالکل صحیح ہے۔

سماع الموتی کے قائلین علماء کا دفاع کرتے ہوئے ایک اہل حدیث عالم لکھتے ہیں

صرف اتنی بات ہے: (إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى)اور (وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ) جس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں کے اسماع موتی (مردوں کو سنانے) کی نفی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اس لیے کہہ رہا ہوں کہ درج بالا آیات سے ایک آیت کریمہ میں آیا ہے: (إِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ) کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے ، سنادیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے اسماع موتی کا اثبات ہے ، جن مردوں کو اللہ تعالیٰ چاہے سنا دے ، اگر وہ اللہ تعالیٰ کے سنانے سے بھی نہ سنیں تو اللہ تعالیٰ کا سنانا چہ معنی دارد؟ تو جو لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ بعض موتی بعض اوقات بعض چیزیں اللہ تعالیٰ کے سنانے سے سن لیتے ہیں، جیسے خفق نعال اور قلیب بدر والی احادیث میں مذکور ہوا تو ایسے لوگ نہ قرآنِ مجید کی کسی آیت کا انکار

کرتے ہیں اور نہ ہی کسی حدیث کا۔ البتہ جو لوگ یہ نظریہ اپنائے ہوئے ہیں کہ کوئی مردہ کسی وقت بھی کوئی چیز نہیں سنتا، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے سنانے سے بھی نہیں سنتا تو انہیں غور فرمانا چاہیے کہیں آیت: (إِنَّ اللّٰهَ يُسۡمِعُ مَن يَّشَآءُ) اور احادیث خفق نعال اور احادیث قلیب بدر کا انکار تو نہیں کر رہے؟

مسئلہ اللہ کی قدرت کا نہیں اس کے قانون کا ہے ان اہل حدیث عالم کی بات جہاں ختم ہوتی ہے وہیں سے بریلوی مکتب فکر کی بات شروع ہوتی ہے

کتاب اقتضاء الصراط المستقیم لمخالفة إصحاب الجحیم للإمام ابن تیمیہ ج ٢ ص ٢٦٢ دار عالم الکتب، بیروت، لبنان میں ابن تیمیہ لکھتے ہیں

فأما استماع الميت للأصوات، من القراءة أو غيرها - فحق

پس میت کا آوازوں کو، جیسے قرات اور دیگر کا سننا حق ہے

ابن تیمیہ مجموع الفتاوی ج ٢٨ ص ١٤٧ میں کہتے ہیں

وَقَالَ: {أَكْثِرُوا عَلَيَّ مِنْ الصَّلَاةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَلَيْلَةَ الْجُمُعَةِ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوضَةٌ عَلَيَّ. فَقَالُوا: كَيْفَ تُعْرَضُ صَلَاتُنَا عَلَيْك؟ وَقَدْ أَرِمْت أَيْ بَلِيت. قَالَ إنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ} فَأَخْبَرَ أَنَّهُ يَسْمَعُ الصَّلَاةَ وَالسَّلَامَ مِنْ الْقَرِيبِ وَأَنَّهُ يَبْلُغُهُ ذَلِكَ مِنْ الْبَعِيدِ.

رسول اللہ نے فرمایا مجھ پر جمعہ کے دن درود کہو اور جمعہ کی رات کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش ہوتا ہے ۔اصحاب نے کہا اپ پر کیسے پیش ہوتا ہے ؟ جبکہ اپ تو مٹی ہو جائیں گے ؟ فرمایا اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ انبیاء کے جسموں کو کھائے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ اس قریب سے کہا جانے والا سلام سنتے ہیں اور دور والا پہنچا دیا جاتا ہے

کتاب فيه اعتقاد الإمام إبي عبدالله احمد بن حنبل ۔المؤلف : عبد الواحد بن عبد العزيز بن الحارث التميمي الناشر : دار المعرفة ۔ بیروت کے مطابق امام احمد کہتے تھے

كان يقول إن الأنبياء أحياء في قبورهم يصلون وأن الميت يعلم بزائره يوم الجمعة بعد طلوع الفجر وقبل طلوع الشمس

وہ (امام احمد) کہا کرتے تھے کہ بے شک انبیاء قبروں میں زندہ ہیں نماز پڑھتے ہیں اور میت زائر کو

پہچانتی ہے جمعہ کے دن، فجر کے بعد سورج طلوع ہونے سے پہلے

عائشہ رضی اللہ عنہا کے مسلسل پردہ والی روایت سے دلیل لیتے ہوئے تھذیب الکال کے مولف امام المزی کہا کرتے تھے

قال شيخنا الحافظ عماد الدين بن كثير ووجه هذا ما قاله شيخنا الإمام أبو الحجاج المزي أن الشهداء كالأحياء في قبورهم و هذه أرفع درجة فيهم

حافظ ابن کثیر کہتے ہیں اسی وجہ سے ہمارے شیخ المزی کہتے ہیں کہ شہداء اپنی قبروں میں زندوں کی طرح ہیں اور یہ ان کا بلند درجہ ہے

الإجابة فيما استدركته عائشة على الصحابة للإمام الزركشي

منصور بن یونس بن صلاح الدین ابن حسن بن إدریس البہوتی الحنبلی (المتوفی: 1051ھ) اپنی کتاب کشاف القناع عن متن الإقناع میں لکھتے ہیں

قَالَ الشَّيْخُ تَقِيُّ الدِّينِ: وَاسْتَفَاضَتْ الْآثَارُ بِمَعْرِفَةِ الْمَيِّتِ بِأَحْوَالِ أَهْلِهِ وَأَصْحَابِهِ فِي الدُّنْيَا وَأَنَّ ذَلِكَ يُعْرَضُ عَلَيْهِ وَجَاءَتْ الْآثَارُ بِأَنَّهُ يَرَى أَيْضًا وَبِأَنَّهُ يَدْرِي بِمَا فُعِلَ عِنْدَهُ وَيُسَرُّ بِمَا كَانَ حَسَنًا وَيَتَأَلَّمُ بِمَا كَانَ قَبِيحًا وَكَانَ أَبُو الدَّرْدَاءِ يَقُولُ " اللَّهُمَّ إنِّي أَعُوذُ بِك أَنْ أَعْمَلَ عَمَلًا أُجْزَى بِهِ عِنْدَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ رَوَاحَةَ وَكَانَ ابْنَ عَمِّهِ وَلَمَّا دُفِنَ عُمَرُ عِنْدَ عَائِشَةَ كَانَتْ تَسْتَتِرُ مِنْهُ، وَتَقُولُ " إنَّمَا كَانَ أَبِي وَزَوْجِي فَأَمَّا عُمَرُ فَأَجْنَبِيٌّ " وَيَعْرِفُ الْمَيِّتُ زَائِرَهُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ قَالَهُ أَحْمَدُ.

ابن تیمیہ کہتے ہیں اور جو اثار ہیں ان سے معلوم ہوتا ہےکہ میت اپنے احوال سے اور دنیا میں اصحاب سے با خبر ہوتی ہے اور اس پر (زندوں کا عمل) پیش ہوتا ہے اور وہ دیکھتی اور جانتی ہے جو کام اس کے پاس ہو اور اس میں سے جو اچھا ہے اس پر خوش ہوتی اور اس میں سے جو برا ہو اس پر الم محسوس کرتی ہے اور ابو الدرداء کہتے تھے اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں اس عمل سے جس سے میں عبد الرحمان بن رَوَاحَةَ کے آگے شرمندہ ہوں اور وہ ان کے چچا زاد تھے اور جب عمر دفن ہوئے تو عائشہ ان سے پردہ کرتیں اور کہتیں کہ یہ تو میرے باپ اور شوہر تھے لیکن عمر تو اجنبی ہیں اور امام احمد کہتے ہیں کہ میت زائر کو جمعہ کے دن طلوع سورج سے پہلے پہچانتی ہے

البہوتی حنابلہ کے مشہور امام ہیں

الغرض ڈاکٹر عثمانی رحمہ اللہ علیہ کی بات صحیح ہے کہ سلف امت کے عقائد میں نصوص کی مخالفت تھی اور ان عقائد کو اپنایا گیا جو تھے ہی غلط اور مقصد ان کا حیات فی القبر کا اثبات تھا

اہل حدیث عالم غلام مصطفیٰ ظہیر کا مضمون فہم سلف میں کہنا ہے کہ

اہل حدیث کی خصوصیات میں سے خصوصی شرف و امتیاز یہ ہے کہ وہ سلف صالحین کے منہج و فہم کے علمبردار ہیں، وہ اپنی عقل و دانش کی بنیاد پر قرآن و حدیث کو نہیں سمجھتے،بلکہ سلف صحابہ کرام اور ائمہ دین و محدثین کے فہم پر اکتفا کرتے ہوئے قرآن و حدیث کے مفاہیم و معانی اور مطالب معین کرتے ہیں -

ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ فہم سلف کی روشنی میں سماع الموتی کو قبول کرتے لیکن یہاں اس عقیدے کو یہ قبول نہیں کرتے اور طرفہ تماشہ ہے کہ سلف بھی پکے صحیح العقیدہ رہتے ہیں –

اسی مضمون میں غلام مصطفیٰ لکھتے ہیں

جو شخص یا گروہ شرعی نصوص کو صحابہ و تابعین اور ائمہ دین کے فہم و اجتہاد کے مطابق نہیں سمجھتا،وہ پکا گمراہ ہے-سلف صالحین کی پیروی درحقیقت رشد و ہدایت اور حق و صداقت تک پہنچنے کا راستہ ہے،یہی وہ بنیاد ہے جو امت کو انتشار و افتراق سے بچا سکتی ہے اور معاشرے کو صحیح اسلامی عقائد پر استوار کر سکتی ہے

اس طرح یہ اپنے اوپر ہی فتوے صادر کرتے ہیں کیونکہ سلف کے عقیدہ سماع الموتی کو یہ قبول نہیں کرتے -

حیرت اس امر پر ہے کہ جب غیر مقلدین کے نزدیک بھی یہ عقائد درست نہیں تو پھر ان پر بطل پرستی کیوں طاری ہے ؟

مردے کا شعور

وَٱلَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْـًٔا وَهُمْ يُخْلَقُونَ ﴿20﴾أَمْوَٰتٌ غَيْرُ أَحْيَآءٍۖ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ (سورة النحل،آیت20-21)

اور جن لوگوں کو یہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ کوئی چیز بھی تو نہیں پیدا کرسکتے بلکہ خود پیدا کیے گئے ہیں- لاشیں ہیں بے جان- ان کو یہ بھی نہیں معلوم کہ کب (زندہ کرکے) اٹھائے جائیں گے

مردے میں شعور نہیں ہے اسی لئے ڈاکٹر عثمانی کہتے تھے کہ قرع النعال والی روایت میں سوال جواب اصل میں عالم بالا میں جہاں روح کا مقام ہے وہاں ہوتا ہے اور چونکہ جواب دینے کے لئے شعور ضروری ہے یہ مسالک باطلہ اس کے قائل ہیں کہ مردے میں روح آئی اور اس میں شعور بھی ہے۔

کہتے ہیں مردے کو اس کا شعور نہیں کہ کب اٹھے گا بس باقی چیزوں کا ہے

لیکن قرآن میں اس کی نفی موجود ہے کہ جن کو پکارا جا رہا ہے ان کو یہ سمجھ کر ہی پکارا جا رہا ہے کہ مردے انسانوں کی بات سن سکتے ہیں اور اللہ تعالی کا فرمان ہے کہ اگر ان کو کچھ معلوم ہوتا تو کم از کم یہ تو پتا ہوتا ہے کہ کب اس گڑھے سے نکلیں گے

فہم سلف اصل میں سلف کے بعض لوگوں کے کندھوں پر بندوق چلا کر لوگوں کو دھوکہ دینے کا نام ہے

فہم سلف کی مثال

ابن حبان المتوفی ۳۵۴ ھ اپنی صحیح میں روایت کرتے ہیں

أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ الْمُثَنَّى، قَالَ: حَدَّثَنَا الْحَارِثُ بْنُ سُرَيْجٍ النَّقَّالُ ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ الْيَمَانِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «إِذَا مَرَرْتُمْ بِقُبُورِنَا وَقُبُورِكُمْ مِنْ أَهْلِ الْجَاهِلِيَّةِ، فَأَخْبِرُوهُمْ أَنَّهُمْ فِي النَّارِ

ابو ہُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم ہماری (اہل اسلام) اور اہل الجَاھِلِیَّۃِ کی قبروں پر سے گزرتے ہو تو پس ان کو خبر دو کہ وہ اگ والے ہیں

البانی کتاب التعلیقات الحسان علی صحیح ابن حبان وتمییز سقیمه من صحیحه، وشاذه من محفوظه میں کہتے ہیں صحیح اور اسی طرح - «الصحيحة» (18)، «أحكام الجنائز» (252) میں اس کو صحیح قرار دیتے ہیں

التعليقات الحسان على صحيح ابن حبان وتمييز سقيمه من صحيحه، وشاذه من محفوظه

تأليف

العلامة المحدث الإمام

الشيخ محمد ناصر الدين الألباني

بترتيب

الأمير علاء الدين علي بن بلبان الفارسي

المسمى

الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان

المجلد الثاني

٦- البر والإحسان ٨- الطهارة

حديث: ٤٨٧ - ١٢٧٣

دار باوزير

٨٤٤- أخبرنا أحمد بن علي بن المثنى، قال: حدثنا الحارث بن سُرَيج النَّقَّال، قال: حدثنا يحيى بنُ اليمان، عن محمد بن عمرو، عن أبي سلمة، عن أبي هريرة، عن النبيِّ ﷺ، قال:

«إذَا مَرَرْتُم بِقُبُورِنا وقُبُورِكُم مِنْ أَهْلِ الجَاهِلِيَّةِ؛ فَأَخْبِرُوهُمْ أَنَّهُمْ في النَّارِ».

= (٨٤٧) [١ : ٨٣]

صحيح - «الصحيحة» (١٨)، «أحكام الجنائز» (٢٥٢).

قال أبو حاتِم: أَمَرَ المصطفى ﷺ في هذا الخبر المُسْلِمَ — إذا مرَّ بقبر غير المسلم — أن يحمد الله — جلّ وعلا — عَلَى هدايته إياه الإِسلام، بلفظ الأمر بالإِخبار إياه أنه من أهل النار؛ إذ محال أن يخاطب مَنْ قد بَلِيَ بما لا يقبل عن المخاطب بما يخاطبه به.

- ٢٢٠ -

ابن حبان اس حدیث پر صحیح ابن حبان میں حاشیہ لکھتے ہیں

قَالَ أَبُو حَاتِمٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَمَرَ الْمُصْطَفَى صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هَذَا الْخَبَرِ الْمُسْلِمَ إِذَا مَرَّ بِقَبْرِ

غَيْرِ الْمُسْلِمِ، أَنْ يَحْمَدَ اللَّهَ جَلَّ وَعَلَا عَلَى هِدَايَتِهِ إِيَّاهُ الْإِسْلَامَ، بِلَفْظِ الْأَمْرِ بِالْإِخْبَارِ إِيَّاهُ أَنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ، إِذْ مُحَالٌ أَنْ يُخَاطَبَ مَنْ قَدْ بَلِيَ بِمَا لَا يَقْبَلُ عَنِ الْمُخَاطِبِ بِمَا يُخَاطِبُهُ بِهِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا اس حدیث میں کہ جب کوئی مسلمان کسی غیر مسلم کی قبر پر سے گزرے تو اللہ کی تعریف کرے اس ہدایت پر جو اس نے اسلام سے دی اور حکم کے الفاظ جو اس حدیث میں ہیں کہ وہ آگ میں سے ہیں ، سے یہ محال ہے کہ ان کو مخاطب کیا جائے جو بے شک کہ (اتنے) گل سڑ گئے ہوں کہ خطاب کرنے والے (کی اس بات) کو قبول نہ کر سکتے ہوں جس پر ان کو مخاطب کیا گیا ہے

ابن حبان کے حساب سے ایسا خطاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مردے سمجھنے اور سننے کے قابل ہیں اس ضعیف روایت کو اپنی صحیح میں بھی لکھتے ہیں اس سے بھی عجیب بات ہے کہ مردوں کے نہ سننے کے قائل البانی اس روایت کو صحیح کہتے ہیں جبکہ سندا یہ روایت کمزور ہے۔

جبکہ شعیب الأرنؤوط کتاب الإحسان فی تقریب صحیح ابن حبان پر اپنی تعلیق میں کہتے ہیں

إسناده ضعيف جداً، الحارث بن سريج قال ابن معين. ليس شيء، وقال النسائي. ليس بثقة، وقال ابن عدي: ضعيف يسرق الحديث، وشيخه يحيي بن اليمان كثير الخط.

اس کی سند بہت ضعیف ہے اس میں الحارث بن سریج ہے جس کو ابن معین کوئی چیز نہیں کہتے ہیں نسائی کہتے ہیں ثقہ نہیں ہے اور ابن عدی کہتے ہیں ضعیف حدیث چوری کرتا تھا اور اس کا شیخ یحیٰی بن الیمان بہت غلطیاں کرتا تھا

ابن حبان مردوں کے سننے کے قائل تھے

اور نیک و صالحین کی قبور پر جا کر دعا کرتے اور وہ ان کے مطابق قبول بھی ہوتیں

وما حلت بي شدة في وقت مقامي بطوس, فزرت قبر علي بن موسى الرضا صلوات الله على جده وعليه ودعوت الله إزالتها عني إلا أستجيب لي, وزالت عني تلك الشدة, وهذا شيء جربته مرارا, فوجدته كذلك

طوس میں قیام کے وقت جب بھی مجھے کوئی پریشانی لاحق ہوئی ، میں نے (امام) علی بن موسی الرضا

صلوات اللہ علی جدہ وعلیہ کی قبر کی زیارت کی، اور اللہ سے اس پریشانی کے ازالہ کے لئے دعاء کی ۔تو میری دعاقبول کی گئ،اور مجھ سے وہ پریشانی دورہو گئی۔اوریہ ایسی چیز ہے جس کا میں نے بارہا تجربہ کیا تو اسی طرح پایا

[الثقات لابن حبان، ط دار الفکر: 8/ 456]

قبروں سے فیض حاصل کرنے اور مردوں کے سننے کے ابن حبان قائل تھے- کہا جاتا ہے کہ ابن حبان صالحین کی قبروں کی زیارت کے وقت کودعاء کی قبولیت کاوقت سمجھتے ہوں گے لیکن ایسا کسی حدیث میں نہیں لہذا یہ بدعت ہوئی اور پھر ان کا مردوں کے سننے کا عقیدہ اس بات کو اور الجھا دیتا ہے-

غلام مصطفیٰ ظہیر فہم سلف پر لکھتے ہیں

مشہور دیوبندی، محمد بدر عالم، میرٹھی صاحب دار العلوم دیوبند کے ”شیخ الحدیث“ انور شاہ کشمیری،یوبندی کے بارے میں بیان کرتے ہیں

فَقَدْ سَأَلْتُ عَنْهُ مَرَّةً عَنِ الِاسْتِفَاضِ مِنْ أَہْلِ الْقُبُورِ ہَلْ یَجُوزُ ذٰلِکَ أَمْ لَا ؟ فَقَالَ لِي : أَمَّا الْمُحَدِّثُونَ، فَلَا أَرَاہُمْ یُجَوِّزُونَہ، وَلٰکِنْ أَجِیزُ أَنَا، لِکَوْنِہٖ ثَابِتًا عِنْدَ أَرْبَابِ الْحَقَائِقِ .

میں نے ان سے ایک مرتبہ اہل قبور سے فیض حاصل کرنے کے بارے میں سوال کیا کہ یہ جائز ہے یا نہیں؟تو انہوں نے مجھے فرمایا : جہاں تک محدثین کرام کا تعلق ہے تو میں نے ان کو اس کے جواز کے قائل نہیں پایا، لیکن میں اسے جائز قرار دیتا ہوں،کیونکہ یہ صوفیوں کے نزدیک ثابت ہے“(حاشیہ فیض الباری : 434/3)

مُردوں سے فیض حاصل کرنے کا یہ نسخہ سلف صالحین،یعنی صحابہ وتابعین اور تبع تابعین میں سے کسی کے پاس نہیں تھا،نہ محدثین کرام کے وہم و گمان میں کبھی گزرا

ابن حبان محدث ہیں اور قبروں سے فیض لینے کے قائل بھی ہیں

مضمون " مردے سنتے ہیں لیکن " میں ابو یحییٰ نور پوری لکھتے ہیں

ثابت ہوا کہ قرآن و سنت میں مُردوں کے سننے کا کوئی ثبوت نہیں، اسی لیے سلف صالحین میں سے کوئی بھی سماعِ موتی کا قائل نہیں تھادین وہی ہے جو سلف صالحین نے سمجھا اور جس پر انہوں نے عمل کیاباقی

سب بدعات و خرافات ہیں

افسوس انہی بدعات و خرافات کا ذکر ہم کو کرنا پڑا ہے - سلف کے یہ علماء یعنی ابن تیمیہ و ابن قیم و ابن کثیر و ابن حجر و ابن حبان بدعتی عقائد رکھتے تھے

احساس میت کے دلائل

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی وصیت

ابن شماسہ المہری بیان کرتے ہیں کہ ہم جناب عمرو بن العاص کے پاس اس وقت گئے جب کہ ان کی وفات کا وقت قریب تھا انہوں نے کہا......اور جب مجھے دفن کرنا تو اچھی طرح مٹی ڈال دینا پھر میری قبر کے چاروں طرف اتنی دیر کھڑے رہنا جتنی دیر میں اونٹ ذبح کیا جائے اور اس کا گوشت تقسیم کیا جائے تا کہ میں تم سے انس حاصل کر سکوں اور دیکھوں کہ اپنے رب کے فرشتوں کو کیا جواب دیتا ہوں۔(صحیح مسلم جلد اص۷٦ مسند احمد جلد ۴ ص۱۹۹)

ڈاکٹر عثمانی رحمہ اللہ علیہ نے اس روایت پر کتاب عذاب البرزخ میں لکھا تھا

مسلم کی اس حدیث سے جس میں یہ ہے کہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ پر جب سکرات موت کا عالم طاری تھا۔"وَھُوَ فِیْ سِیَاقِ الْمُوْتِ" تو انہوں نے اپنے بیٹے عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو وصیت کی کہ مجھ پر مٹی دالنے اور دفنانے کے بعد کچھ دیر میری قبر کے پاس ٹھہرے رہنا تا کہ میں تمہاری موجودگی کی وجہ سے مانوس رہوں اور مجھے معلوم رہے کہ اپنے رب کے رسول (فرشتوں) کو کیا جواب دوں۔الفاظ یہ ہیں۔"ثُمَّ اَقِیْمُوْ احوْلَ قَبْرِیْ قَدْرَ مَا یُنْحَرُ جُزُوْرٌ وَّیُقْسَمُ لَحمُھَا حَتّٰی اَسْتَاْنِسَ بِکُمْ اَعْلَمَ مَاذَا اُرَاجِعُ بِہٖ رُسُلَ رَبِّیْ"**۔یہ سکرات الموت کے وقت کی بات ہے جیسا کہ اس حدیث کے الفاظ ہیں۔" وھوفی سیاق الموت" ایسے وقت کی بات جب آدمی اپنے آپے میں نہ ہو قرآن و حدیث کے نصوص کو کیسے جھٹلا سکتی ہے .... اور اس کے راوی ابو عاصم (النبیل ضحاك بن مخلد) کو عقیلی اپنی کتاب الضعفاء میں لائے ہیں اور ثبوت میں یحیٰی بن سعید القطان کا قول پیش کیا ہے۔(الضعفاء للعقیلی ص۱۷۱) میزان الاعتدال الجز الثانی ص۳۲۵۔ ۔**

داماںوی صاحب عجیب تبصروں میں سے ایک میں لکھتے ہیں[8]

اگر عمرو بن العاصؓ نے سکرات موت میں غلط وصیت کی تھی تو ان کے صاحبزادے جناب عبد اللہ بن عمرو بن العاص ؓ (جو خود ایک جلیل القدر اور عابد و زاہد صحابی ؓ ہیں) کو ضرور اس غلط بات کی تردید کرنا چاہئے تھی مگر ایسا نہیں کیا گیا معلوم ہوا کہ ان کی وصیت کا ایک ایک لفظ بالکل صحیح اور درست تھا۔ اور یہ مشہور و معروف اصول ہے کہ "خاموشی رضامندی کی علامت ہوتی ہے" اور حدیث کی قسموں میں سے تقریری حدیث کا بھی یہی اصول ہے جبکہ موصوف کی جہالت ملاحظہ فرمائیں کہ وہ کہتے ہیں ہاں اگر کوئی یہ ثابت کر دے کہ ان کے بیٹے اور دوسرے حضرات نے اس وصیت پر عمل بھی کیا۔ موصوف اس مشہور و معروف اصول سے ناواقف ہیں یا تجاہل عارفانہ سے کام لے رہے ہیں۔

قاری خلیل الرحمان جاوید اپنی کتاب پہلا زینہ میں لکھتے ہیں

حضرت عمرو بن عاص ؓ کی وصیت فرمانِ نبوی ﷺ کے عین مطابق تھی کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا بھی یہی حکم ہے قبر کے پاس اتنی دیر تک کھڑے ہو کر میت کی ثابت قدمی کی دعا کرتے رہو جتنی دیر میں اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت کاٹا جاتا ہے

یہ بات کس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی گئ ہے یہ خلیل صاحب پر قرض ہے اور اس کا سوال روز محشر ان سے ہونا چاہیے

الحدیث: 14   21   آپ کے نام

فرقہ مسعودیہ: اکے اعتراضات اوران کے جوابات

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترم زبیر علی زئی صاحب! السلام علیکم!

ہمارے علاقے میں تقریبا بیس (۲۰) سال سے ڈاکٹر عثمانی کیماڑی والے کا مرکز ہے۔ جو شخص بھی توحید کی طرف مائل نظر آئے یہ لوگ اسے مسلک اہلحدیث سے متنفر کر کے فرقہ عثمانیہ میں شامل کرنے کے درپے ہوتے ہیں۔ ہمارے بعض احباب بھی اس فرقے میں شامل ہوگئے ہیں۔ براہ مہربانی چند سوالوں کے جوابات عنایت فرمائیں تاکہ ہم اپنے دیگر احباب کو اس فتنے سے بچانے کی سعی کر سکیں جزاک اللہ (خیرا)

سوال ۵: صحیح مسلم میں ہے کہ مرتے وقت حضرت عمرو بن العاص نے اپنے بیٹے کو وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد مجھے دفن کر کے اتنی دیر تک قبر کے پاس ٹھہرے رہنا جتنی دیر میں اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے۔ کیا یہ روایت صحیح ہے۔ کیا صاحب قبر کو اپنی قبر کے پاس کھڑے رہنے والے کا علم ہوتا ہے اور اس سے اسے تسلی اور اطمینان بھی حاصل ہوتا ہے۔ اس روایت کا اصل مفہوم کیا ہے؟

جواب، سوال نمبر ۵:

یہ روایت بالکل صحیح ہے ابو عاصم الضحاک بن مخلد النبیل پر جرح باطل ہے۔ یہ صحیحین کے بنیادی راوی ہیں، انہیں بخاری مسلم، یحیی بن معین، العجلی، محمد بن سعد وغیرہم جمہور محدثین نے ثقہ قرار دیا ہے۔ ایسے راوی پر ایک دو علماء کی جرحیں باطل ومردود ہوتی ہیں۔

روایت کا ترجمہ پڑھ کر مفہوم خود سمجھ لیں یا کسی قریبی صحیح العقیدہ عالم سے ترجمہ کروا کر سن لیں۔ حدیث صحیح پر ایمان لانے میں ہی دونوں جہانوں کی کامیابی ہے۔

آیئے کسی عالم سے خبر لیں جن کو زبیر " صحیح العقیدہ " سمجھتے ہوں

عصر حاضر کے ایک مشہور و معروف وہابی عالم شیخ محمد بن صالح العثیمین اپنے فتوی میں کہتے ہیں جو مجموعة أسئلة تهم الأسرة المسلمة ج ۲۱۹ ص ۳۵ میں چھپا ہے کہ

هذا أوصى به عمرو بن العاص ـ رضي الله عنه ـ فقال: «أقيموا حول قبري قدر ما تنحر جزور ويقسم لحمها»، لكن النبي صلى الله عليه وسلم لم يرشد إليه الأمة، ولم يفعله الصحابة ـ رضي الله عنهم ـ فيما نعلم

یہ عمرو بن العاص - رضی اللہ عنہ نے وصیت کی پس کہا میری قبر کے اطراف اتنی دیر کھڑے رہنا جتنی دیر میں اونٹ ذبح کیا جائے اور اس کا گوشت تقسیم کیا جائے .. لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ ہی اسکی نصیحت امت کو کی، نہ صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم نے ایسا کیا جیسا ہمیں پتا ہے

دامانوی صاحب نے لکھا تھا کہ

موصوف کی عادت ہے کہ وہ اپنے نظریات ثابت کرنے کے لئے قرآن و حدیث کا سہارا لیتے ہیں اور قرآن و حدیث سے اپنا مطلب کشید کرتے ہیں حالانکہ یہ طرز استدلال باطل پرستوں کا ہے۔ چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں وَلَقَدْ قَالَ وَكِيْعٌ مَنْ طَلَبَ الْحَدِيْثَ كَمَا جَآئَ فَهُوَ صَاحِبُ سُنَّةٍ وَمَنْ طَلَبَ الْحَدِيْثَ لِيُقَوِّیَ هَوَاهُ فَهُوَ صَاحِبُ بِدْعَةٍ امام وکیع فرماتے ہیں جو شخص حدیث کا مفہوم ایسا ہی لے جیسی کہ وہ ہے تو وہ اہل سنت میں سے ہے اور جو شخص اپنی خواہش نفسانی کی تقویت کے لئے حدیث کو طلب کرے (اور اپنی رائے کے مطابق اس حدیث کا مفہوم بیان کرے) تو وہ بدعتی ہے۔ (جز رفع الیدین لامام البخاری مع جلاء العینین للشیخ السید ابی محمد بدیع الدین الراشدی السندی (ص ۱۲۰

اب بتائے کون قرآن و حدیث سے غلط مطلب کشید کر رہا ہے؟ ان کے سلفی مسلک وہابی عالم محمد بن صالح العثیمین بھی وہی بات کہہ رہے ہیں جو ڈاکٹر عثمانی رحمہ اللہ تعالی علیہ کہہ چکے ہیں۔ عبد الرحمان کیلانی کتاب روح عذاب قبر اور سماع الموتی میں ص ۱۳۹ اور ۱۴۰ پر لکھتے ہیں

یہ حدیث صحیح ہے۔ مگر اس کا جو نتیجہ پیش کیا گیا ہے، وہ درست نہیں۔ کیونکہ یہ حضرت عمرو بن العاصؓ کا اپنا خیال اور تدبیر تھی ۔۔۔ اور یہ ویسا ہی خیال اور تدبیر تھی جیسے حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے لڑکوں کو تاکید کی تھی کہ جب مصر پہنچو تو ایک ہی دروازے سے داخل نہ ہونا بلکہ الگ الگ دروازوں سے داخل ہونا۔ اس پر اللہ رب العزت نے فرمایا:

"مَا كَانَ يُغْنِي عَنْهُم مِّنَ اللَّهِ مِن شَيْءٍ إِلَّا حَاجَةً فِي نَفْسِ يَعْقُوبَ قَضَاهَا" (یوسف ۶۸)

"وہ تدبیر خدا کے حکم کو ذرا بھی ٹال نہیں سکتی تھی۔ ہاں وہ یعقوبؑ کے دل کی بس خواہش تھی جو انہوں نے پوری کی تھی۔"

(ترجمہ فتح محمد جالندھری)

تو جس طرح حضرت یعقوبؑ کی یہ تدبیر مشیت الٰہی کے مقابلہ میں بے اثر ہونے کے باوجود شریعت کے منافی نہ تھی۔ بالکل یہی صورت حضرت عمرو بن العاصؓ کی تدبیر کی ہے جو انہوں نے محض اپنی دلجمعی کے واسطے بتلائی۔ یہ تدبیر بھی کتاب وسنت کے منافی نہیں تھی۔ تاہم یہ مطابق بھی نہ تھی۔ کیونکہ اگر مطابق ہوتی تو اکیلے حضرت عمرو بن العاصؓ کا کیا ذکر، بہت سے صحابہ کرام ایسی وصیتیں کر جاتے۔ بلکہ خود حضور اکرم ﷺ نے "لَقِّنُوا مَوْتَاكُمْ" کا ارشاد فرمایا تھا، اسی طرح اس موانست کے لیے بھی کوئی ارشاد فرما دیتے۔

پھر یہ بات ملحوظِ خاطر رہے کہ حضرت عمرو بن العاصؓ نے یہ بات سکرات موت کی بحرانی کیفیت میں کہی اور یہ بھی معلوم نہیں ہو سکا کہ ان کے بیٹے عبداللہؓ نے اس وصیت پر عمل بھی کیا تھا یا نہیں؟

خواجہ محمّد قاسم کتاب تعویذ اور دم کتاب و سنت کی روشنی میں عبدللہ بن عمرو رضی اللہ تعالی عنہ کے لئے لکھتے ہیں

۔ بلکہ انہی سے مروی ہے کہ ان کے والد محترم حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا یہ خیال تھا کہ دفن ہونے کے بعد میت باہر کھڑے لوگوں کو محسوس کرتی ہے۔ (مسلم ج ۱ ص ۷۶)

حالانکہ یہ اہلحدیث کا مسلک نہیں ہے۔

خواجہ صاحب اپنی دوسری کتاب کراچی کا عثمانی مذہب میں کہتے ہیں

مشہور صحابی سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے فوت ہونے سے پہلے متعدد افراد کی موجودگی میں وصیت فرمائی کہ "پھر میری قبر کے گرد اتنی دیر تک کھڑے رہنا جتنی دیر میں اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت کیا جاتا ہے تاکہ میں تم سے مانوس رہوں اور دیکھوں کہ اپنے رب کے فرشتوں کو میں کیا جواب دیتا ہوں"۔ (مسلم ج۱ ص ۷۶)۔

اس سے ثابت ہوا کہ سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ و تابعین کا یہ خیال تھا (گو اس بندہ عاجز کے نزدیک صحیح نہیں تھا) کہ قبر میں پڑی ہوئی میت باہر کھڑے ہوئے لوگوں کو محسوس کرتی ہے۔

خواجہ صاحب کا اس روایت پر عقیدہ نہیں تھا لیکن بعض اہل حدیث کو صحیح عقیدہ کہتے ہیں اس دو رنگی نے عوام کو تو چھوڑیئے خود اہل حدیث علماء کے عقیدہ کو مضطرب کر دیا ہے

مرض کی شدت میں عقل کا زوال ممکن ہے جو بشریت کا تقاضہ ہے

صحیح بخاری باب صب النبي صلى الله عليه وسلم وضوءه على المغمى عليه کی روایت ہے

حدثنا أبو الوليد، قال: حدثنا شعبة، عن محمد بن المنكدر، قال: سمعت جابرا يقول جاء رسول الله صلى الله عليه وسلم يعودني، وأنا مريض لا أعقل

محمد بن المنکدرکہتے ہیں کہ میں نے جابر رضی اللہ تعالی عنہ کو سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لئے آئے اور میں عقل کے بغیر مریض تھا

جابر رضی اللہ تعالی عنہ خود کہہ رہے ہیں کہ وہ کوئی بات سمجھ نہیں سکتے تھے

ڈاکٹر عثمانی کی جابر رضی اللہ تعالی عنہ یا عمرو بن العاص رضی اللہ تعالی عنہ کے سامنے کیا حیثیت ہے؟

انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے لہذا یہ کہنا کہ شدت مرض میں مریض ایسی بات کہتا ہے جو صحیح نہیں ہوتی اس میں مقصد ان صحابی کی تنقیص نہیں بلکہ بشریت ہے

اس وصیت کے حوالے سے یہ حدیث پیش کی جاتی ہے

فقال النبي صلى الله عليه وسلم: «إن العبد ليعمل، فيما يرى الناس، عمل أهل الجنة وإنه لمن أهل النار، ويعمل فيما يرى الناس، عمل أهل النار وهو من أهل الجنة، وإنما الأعمال بخواتيمها

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ لوگوں کی نظر میں اہل جنت کے کام کرتا رہتا ہے حالانکہ وہ جہنم میں سے ہوتا ہے۔ ایک دوسرا بندہ لوگوں کی نظر میں اہل جہنم کے کام کرتا رہتا ہے حالانکہ وہ جنتی ہوتا ہے اور اعمال کا اعتبار تو خاتمہ پر موقوف ہے

اس کے علاوہ قرآن میں ہے

فلا تموتن إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ

تمہیں موت نہ آئے مگر تم مسلم ہو

اگر عمرو بن العاص رضی اللہ تعالی عنہ کی موت ان الفاظ پر ہوئی تو گویا بدعت پر ہوئی تو یہ خلاف قرآن ہو جاتا ہے .حالانکہ یہ آعتراض سطحی ہے - حدیث میں الفاظ **اعمال کا اعتبار تو خاتمہ پر موقوف ہے** آتے ہیں اس خاتمہ کی شرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کی ہے

بخاری کی حدیث میں اتا ہے کہ

عن عائشة قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من أحب لقاء الله أحب الله لقاءه، ومن كره لقاء الله كره الله لقاءه. فقلت: يا نبي الله أكراهية الموت؟ فكلنا نكره الموت. فقال: ليس كذلك، ولكن المؤمن إذا بشر برحمة الله ورضوانه وجنته أحب لقاء الله فأحب الله لقاءه، وإن الكافر إذا بشر بعذاب الله وسخطه كره لقاء الله وكره الله لقاءه.

عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ سے ملاقات کو پسند کرتا ہے اللہ بھی اس سے ملاقات کو پسند کرتا ہے اور جو اللہ سے ملنے سے کراہت کرتا ہے اللہ بھی اس سے ملاقات سے کراہت کرتا ہے پس عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے پوچھا اے رسول اللہ موت سے کراہت ہم سب موت سے کراہت کرتے ہیں پس کہا ایسا نہیں ہے لیکن جب مومن کو اللہ کی رحمت اس کی خوشنودی اور جنت کی بشارت دی جاتی ہے تو وہ اللہ سے ملنے کو پسند کرتا ہے اور اللہ بھی اس کو پسند کرتا ہے اور بے شک کافر کو جب اللہ کی ناراضگی اور عذاب کی بشارت دی جاتی ہے تو وہ اللہ سے ملاقات پر کراہت کرتا ہے اور اللہ بھی کراہت کرتا ہے

جن کے ایمان کی گواہی قرآن دیتا ہے ان کے بارے میں ہمارا ایمان ہے کہ وہ جنتی ہیں . جہاں تک حدیث النبی **اعمال کا اعتبار تو خاتمہ پر موقوف ہے** کا تعلق ہے تو وہ تو ہم جیسوں کے لئے ہے نہ کہ

صحابہ رضوان اللہ علیھم کے لئے

عمرو بن العاص رضی اللہ تعالی عنہ کی روایت کے الفاظ کا ترجمہ کیا جاتا ہے

حتی إستائنس بکم، وإنظر ماذا إراجع بہ رسل ربی))یعنی میری قبر پر اتنی دیر کھڑے رہنا تاکہ تمہاری دعاء واستغفار سے مجھے قبر میں وحشت نہ ہو اور میں فرشتوں کو صحیح جواب دے سکوں ۔۔

حالانکہ **إستائنس** کا یہ ترجمہ صحیح نہیں **إستائنس** کا مطلب مانوس ہونا ہی ہے إستائنس کا ترجمہ **تمہاری دعاء واستغفار سے مجھے قبر میں وحشت نہ ہو کرنا** غلط ہے۔ بخاری کی عبداللہ بن سلام سے متعلق حدیث ہے

قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ، قَالَ: كُنْتُ بِالْمَدِينَةِ فِي نَاسٍ، فِيهِمْ بَعْضُ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَاءَ رَجُلٌ فِي وَجْهِهِ أَثَرٌ مِنْ خُشُوعٍ، فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: هَذَا رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ، هَذَا رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ، فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ يَتَجَوَّزُ فِيهِمَا، ثُمَّ خَرَجَ فَاتَّبَعْتُهُ، فَدَخَلَ مَنْزِلَهُ، وَدَخَلْتُ، فَتَحَدَّثْنَا، فَلَمَّا اسْتَأْنَسَ قُلْتُ لَهُ

قَیسِ بْنِ عُبَاد کہتے ہیں کہ میں مدینہ میں لوگوں کے ساتھ تھا بعض ان میں اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھیً تھے پس ایک شخص آیا جس کے چہرے پر خشوع تھا لوگوں نے کہا یہ اہل جنت میں سے ہے .... (اس کے بعد قیس عبداللہ بن سلام سے ملے) حتی کہ وہ (إستائنس) مانوس ہوئے

اللہ ہم کو ہدایت دے

عمرو رضی اللہ عنہ کی وصیت پر ایک اور نظر

مصر میں بعض عمل جنازہ کے بعد کیے جاتے تھے جو حجاز میں اہل اسلام سے نہیں ملے تھے اس کا ذکر امام الشافعی نے کیا ۔کتاب الام میں امام الشافعی لکھتے ہیں

أَخْبَرَنَا الرَّبِيعُ قَالَ (قَالَ الشَّافِعِيُّ) : وَقَدْ بَلَغَنِي عَنْ بَعْضِ مَنْ مَضَى أَنَّهُ أَمَرَ أَنْ يُقْعَدَ عِنْدَ قَبْرِهِ إذَا دُفِنَ بِقَدْرِ مَا تُجْزَرُ جَزُورٌ (قَالَ) : وَهَذَا أَحْسَنُ، وَلَمْ أَرَ النَّاسَ عِنْدَنَا يَصْنَعُونَهُ

الرَّبِيعُ نے خبر دی کہ امام الشافعی نے کہا مجھ تک پہنچا کہ جو لوگ گزرے ہیں ان میں سے بعض اس کا حکم کرتے تھے کہ تدفین کے بعد قبر کے پاس اتنی دیر بیٹھا جائے کہ اس میں اونٹ ذبح ہو جائے امام الشافعی نے کہا یہ احسن ہے اور ہمارے پاس جو لوگ ہیں ہم نے نہیں دیکھا کہ لوگ ایسا کرتے ہوں

اس روایت کو کتاب الزہد والرقائق لابن المبارک ، مسند امام احمد، مستدرک الحاکم میں بیان کیا گیا ہے بعض میں متن ہے

وَلَا تَجْعَلَنَّ فِي قَبْرِي خَشَبَةً وَلَا حَجَرًا، فَإِذَا وَارَيْتُمُونِي فَاقْعُدُوا عِنْدِي قَدْرَ نَحْرِ جَزُورٍ وَتَقْطِيعِهَا، أَسْتَأْنِسْ بِكُمْ

سند ہے

أَخْبَرَكُمْ أَبُو عُمَرَ بْنُ حَيَوَيْهِ، وَأَبُو بَكْرٍ الْوَرَّاقُ قَالَا: أَخْبَرَنَا يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ أَبِي حَبِيبٍ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ شِمَاسَةَ،

یہاں سند میں ابْنُ لَهِيعَةَ سخت ضعیف ہے اور یہ روایت عبادلہ سے نہیں ہے یہ بھی مصری ہیں اور يَزِيدُ بْنُ أَبِي حَبِيبٍ اور عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ شِمَاسَةَ بھی مصری ہیں

ابن سعد 259-4/258، ومسلم (121) (192) ، وابن أبي عاصم فی "الآحاد والمثانی" (801) ، وابن خزیمۃ (2515) ، وابو عوانۃ 1/70، وابن مندہ فی "الایمان" (270) ، والبیہقی 9/98، وابن عساکر 3/ورقۃ 534 من طریق حیوۃ بن شریح، عن یزید بن ابی حبیب

امام مسلم نے اس کی سند دی ہے

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى الْعَنَزِيُّ، وَأَبُو مَعْنٍ الرَّقَاشِيُّ، وَإِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، كُلُّهُمْ عَنْ أَبِي عَاصِمٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا الضَّحَّاكُ يَعْنِي أَبَا عَاصِمٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ أَبِي حَبِيبٍ، عَنِ ابْنِ شِمَاسَةَ الْمَهْرِيِّ

اس میں ابو عاصم النبیل سے لے کر ابْنِ شِمَاسَةَ الْمَهْرِيِّ تک سب مصری ہیں اس میں ابو عاصم النبیل خود امام احمد کے نزدیک يثبج الحديث (یعنی حدیث کو مضطرب کرنے والا) ہے

یہ اس روایت کی علت ہے کہ اس کو اہل مصر روایت کرتے ہیں تدفین کے بعد اس عمل کا کوئی اور شہر ذکر نہیں کرتا جبکہ اونٹ سب جگہ ہیں- نہ اس پر کوئی اور صحابی عمل کرتا ہے لہذا اس منفرد عمل پر شک ہوتا ہے کہ ایسا مصریوں نے کیوں روایت کیا کہ چار چار گھنٹے تک قبر کے گرد ہی بیٹھا جائے

عصر حاضر کے وہابی علماء اور ہمارے نزدیک یہ عمل بدعت ہے اور حق کا تقاضہ ہے کہ کوئی امام کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو اس کی تقلید نہ کی جائے – یہ عمل مصریوں کی ایک بدعت تھا اور اس کو سند جواز بھی انہوں نے ہی دیا لہذا مصریوں نے روایت بیان کی کہ اس قسم کی وصیت صحابی رسول عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کی

صحیح مسلم کی روایت ہے جس کا ترجمہ ابو جابر دامانوی نے کتاب عذاب قبر میں پیش کیا ہے[9]

جناب ابن شماسہ المہری ؒ بیان کرتے ہیں کہ ہم جناب عمرو بن العاص ؓ کے پاس اس وقت گئے جب کہ ان کی وفات کا وقت قریب تھا وہ بہت دیر تک روتے رہے او ردیوار کی طرف منہ پھیر لیا۔بیٹے نے کہا ابا جان کیا آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں فلاں بشارت نہیں دی؟ پھر آپ اس قدر کیوں روتے ہیں ؟ تب انہوں نے اپنا منہ ہمارے طرف کیا اور فرمایا ہمارے لئے بہترین توشہ تو اس بات کی گواہی دینا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں (پھر فرمایا) میں تین ادوار سے گزرا ہوں۔ایک دور تو وہ تھا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی سے بغض نہ تھا اور کوئی چیز میری نظر میں اتنی محبوب نہ تھی جتنی یہ بات کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قدرت حاصل ہو جائے اور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر ڈالوں (معاذ اللہ)پھر دوسرا دور وہ تھا کہ جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کا خیال میرے دل میں پیدا کیا اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا ہاتھ پھیلائیے تا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پربیعت کروں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دایاں ہاتھ پھیلایا تو میں نے

اپناہاتھ کھینچ لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمرو کیا بات ہے ؟ میں نے عرض کیا میں شرط رکھنا چاہتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا شرط ہے ؟ میں نے عرض کیا کہ شرط یہ ہے کہ میرے سابقہ گناہ معاف ہو جائیں۔ فرمایا عمروؓ کیا تم نہیں جانتے کہ اسلام تمام سابقہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور ہجرت تمام پہلے گناہوں کو ختم کر دیتی ہے اور حج تمام گناہوںکو مٹا دیتا ہے (چنانچہ میں نے بیعت کر لی) اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مجھے کسی سے محبت نہ تھی اور نہ میری آنکھوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی صاحب جلال تھا۔میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان و جلال کے باعث آنکھ بھر کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھ سکتا تھا اور چونکہ پورے طور پر چہرہ مبارک نہ دیکھ سکتا تھا اس لئے مجھ سے ان کا حلیہ دریافت کیا جائے تو میں بیان نہیں کر سکتا۔ اگر میں اسی حالت میں مر جاتا تو امید تھی کہ جنتی ہوتا۔اس کے بعد ہم بہت سی باتوں کے ذمہ دار بنائے گئے ۔ معلوم نہیں میرا ان میں کیا حال رہے گا۔جب میں مر جائوں تو کوئی نوحہ کرنے والی میرے ساتھ نہ جائے اور نہ آگ ساتھ لے جائی جائے اور جب مجھے دفن کرنا تو اچھی طرح مٹی ڈال دینا پھر میری قبر کے چاروں طرف اتنی دیر کھڑے رہنا جتنی دیر میں اونٹ ذبح کیا جائے اور اس کا گوشت تقسیم کیا جائے تا کہ میں تم سے انس حاصل کر سکوں اور دیکھوں کہ اپنے رب کے فرشتوں کو کیا جواب دیتا ہوں۔

(صحیح مسلم جلد ۱ص۷۶ مسند احمد جلد ۴ ص۱۹۹)

عصر حاضر کے ایک مشہور و معروف وہابی عالم شیخ محمد بن صالح العثیمین اپنے فتوی میں کہتے ہیں جو مجموعة إسئلة تہم الأسرة المسلمة ج ۲۱۹ ص ۳۵ میں چھپا ہے کہ

هذا أوصى به عمرو بن العاص ـ رضي الله عنه ـ فقال: «أقيموا حول قبري قدر ما تنحر جزور ويقسم لحمها»، لكن النبي صلى الله عليه وسلم لم يرشد إليه الأمة، ولم يفعله الصحابة ـ رضي الله عنهم ـ فيما نعلم

یہ عمرو بن العاص - رضی اللہ عنہ نے وصیت کی پس کہا میری قبر کے اطراف اتنی دیر کھڑے رہنا جتنی دیر میں اونٹ ذبح کیا جائے اور اس کا گوشت تقسیم کیا جائے .. لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ ہی اسکی نصیحت امت کو کی، نہ صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم نے ایسا کیا جیسا ہمیں پتا ہے

کتاب شرح ریاض الصالحین میں وہابی عالم محمد بن صالح بن محمد العثيمين (المتوفى: 1421ھ) مزید وضاحت کرتے ہیں

أما ما ذكره رحمه الله عن عمرو بن العاص رضي الله عنه أنه أمر أهله أن يقيموا عنده إذا دفنوه قدر ما تنحر جزور قال لعلي أستأنس بكم وأنظر ماذا أراجع به رسل ربي يعني الملائكة فهذا اجتهاد منه رضي الله عنه لكنه اجتهاد لا نوافقه عليه لأن هدي النبي صلى الله عليه وسلم أكمل من هدي غيره ولم يكن النبي صلى الله عليه وسلم يقف أو يجلس عند القبر بعد الدفن قدر ما تنحر الجزور ويقسم لحمها ولم يأمر أصحابه بذلك

اور جہاں تک وہ ہے جو امام نووی .. نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے لئے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے اپنے اہل کو حکم کیا کہ وہ دفنانے کے بعد قبر کے گرد کھڑے ہوں اور اونٹ کو ذبح کرنے کی مدت کھڑے ہوں اور کہا کہ ہو سکتا ہے کہ میں مانوس ہو جائیں اور دیکھوں کہ کیا جواب دوں اپنے رب کے فرشتوں کو پس یہ ان کا اجتہاد تھا رضی اللہ عنہ لیکن یہ اجتہاد اس پر نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت اکمل ہدایت ہے کسی غیر سے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو نہ قبر پر رکے نہ بیٹھے قبر میں دفنانے کے بعد اونٹ نحر کرنے اور گوشت باٹنے کی مدت اور نہ اس کا حکم اصحاب رسول کو کیا اس کام کے لئے

اسی طرح فتاوی نور علی الدرب میں عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز (المتوفى: 1420ھ) کہتے ہیں

أما كونهم يجلسون قدر ما تنحر جزور ويقسم لحمها فهذا من اجتهاد عمرو وليس عليه دليل

ان کے لئے قبر کے گرد اس قدر بیٹھنا کہ اس میں اونٹ نحر ہو اور اس کا گوشت تقسیم ہو تو یہ عمرو کا اجتہاد ہے اس پر کوئی دلیل نہیں

وہ علماء جنہوں نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے منسوب اس وصیت کے آخری الفاظ پر جرح کی ہے ان کے متعلق ابو جابر دامانوی کتاب عذاب قبر میں لکھتے ہیں کہ یہ روافض جیسے ہیں[10]

شیعہ (روافض) تو ویسے ہی عمرو بن العاصؓ سے خار کھائے بیٹھے ہیں اور وہ ان سے سخت بغض و عداوت رکھتے ہیں۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ موصوف نے بھی روپ بدل کر اور تقیہ کا لباس اوڑھ کر یہ سلسلہ شروع کر دیا ہو اور عمروؓ دشمنی کو توحید کا نام دے دیا ہو

مزید کہتے ہیں

عمرو بن العاصؓ نے جو کچھ فرمایا اس کا ایک ایک لفظ احادیث سے ثابت ہے

دامانوی وہ الفاظ جو نزاع کا باعث ہیں ان کو چھوڑ کر ان روایات کو پیش کرتے ہیں جن پر ہمیں اور وہابی علماء کو اعتراض نہیں بلکہ روایت کے آخری حصہ کو وہابی علماء بدعت قرار دیا ہے ۔ لیکن ابو جابر کہتے ہیں

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ عمرو بن العاصؓ کی وصیت بالکل صحیح تھی۔

دامانوی مزید کہتے ہیں

اگر عمرو بن العاصؓ نے سکرات موت میں غلط وصیت کی تھی تو ان کے صاحبزادے جناب عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ (جو خود ایک جلیل القدر اور عابد و زاہد صحابیؓ ہیں) کو ضرور اس غلط بات کی تردید کرنا چاہئے تھی مگر ایسا نہیں کیا گیا

افسوس اس جہل صریح پر کیا لب کشائی کریں ضروری نہیں کہ روایات میں ہر چیز ہو ۔ کیا ان کے بیٹوں نے اس پر عمل کیا؟ اس کی روایت ہے کسی کے پاس ؟

اب اس روایت میں الفاظ پر غور کرتے ہیں اور اردو ترجمے دیکھتے ہیں

دیوبندی غلام رسول سعیدی کا ترجمہ اور شرح

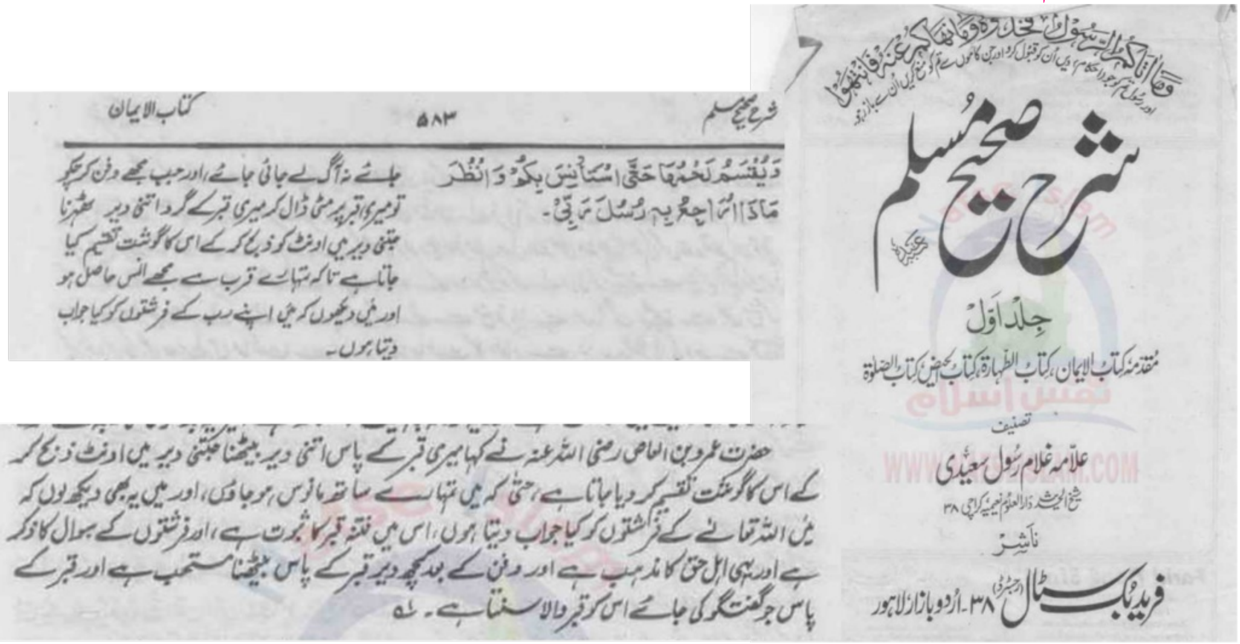

شرح صحیح مسلم — ۵۸۳ — کتاب الایمان

وَيُقْسَمُ لَحْمُهَا حَتَّى أَسْتَأْنِسَ بِكُمْ وَأَنْظُرَ مَاذَا أُرَاجِعُ بِهِ رُسُلَ رَبِّي۔

جائے نہ آگ لے جائی جائے، اور جب مجھے دفن کر چکو تو میری قبر پر مٹی ڈال کر میری قبر کے گرد اتنی دیر ٹھہرنا جتنی دیر میں اونٹ کو ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے تاکہ تمہارے قرب سے مجھے انس حاصل ہو اور میں دیکھوں کہ میں اپنے رب کے فرشتوں کو کیا جواب دیتا ہوں۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا میری قبر کے پاس اتنی دیر بیٹھنا جتنی دیر میں اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کر دیا جاتا ہے، حتیٰ کہ میں تمہارے ساتھ مانوس ہو جاؤں، اور میں یہ بھی دیکھ لوں کہ میں اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کو کیا جواب دیتا ہوں، اس میں فتنہ قبر کا ثبوت ہے، اور فرشتوں کے سوال کا ذکر ہے اور یہی اہل حق کا مذہب ہے اور دفن کے بعد کچھ دیر قبر کے پاس بیٹھنا مستحب ہے اور قبر کے پاس جو گفتگو کی جائے اس کو قبر والا سنتا ہے۔

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا

شرح صحیح مسلم

جلد اول

مقدمہ کتاب الایمان، کتاب الطہارۃ، کتاب الحیض، کتاب الصلوۃ

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دار العلوم نعیمیہ کراچی ۳۸

ناشر

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور

اہل حدیث وحید الزمان کا ترجمہ

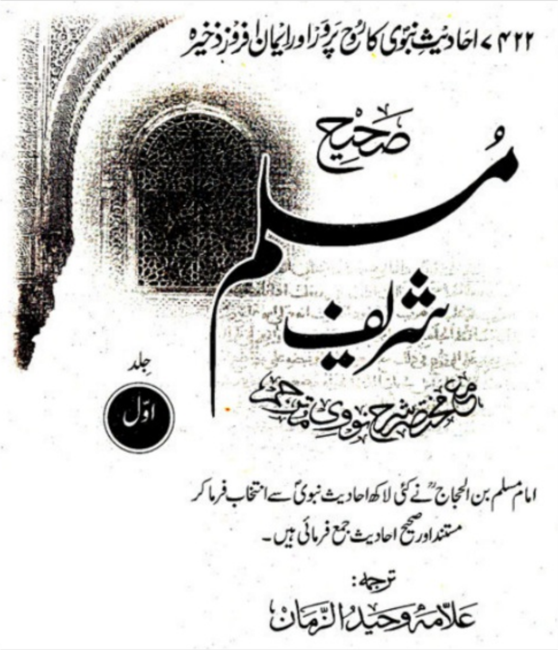

بَابُ كَوْنِ الْإِسْلَامِ يَهْدِمُ مَا قَبْلَهُ وَكَذَا الْهِجْرَةِ وَالْحَجِّ

باب: اسلام، حج اور ہجرت سے اگلے گناہوں کا معاف ہو جانا

۳۲۱- عَنْ ابْنِ شِمَاسَةَ الْمَهْرِيِّ قَالَ حَضَرْنَا عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ وَهُوَ فِي سِيَاقَةِ الْمَوْتِ فَبَكَى طَوِيلًا وَحَوَّلَ وَجْهَهُ إِلَى الْجِدَارِ فَجَعَلَ ابْنُهُ يَقُولُ يَا أَبَتَاهُ أَمَا بَشَّرَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَذَا أَمَا بَشَّرَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَذَا قَالَ فَأَقْبَلَ بِوَجْهِهِ فَقَالَ إِنَّ أَفْضَلَ مَا نُعِدُّ شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ إِنِّي كُنْتُ عَلَى أَطْبَاقٍ ثَلَاثٍ لَقَدْ رَأَيْتُنِي وَمَا أَحَدٌ أَشَدَّ بُغْضًا لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنِّي وَلَا أَحَبَّ إِلَيَّ أَنْ أَكُونَ قَدْ اسْتَمْكَنْتُ مِنْهُ فَقَتَلْتُهُ فَلَوْ مُتُّ عَلَى تِلْكَ الْحَالِ لَكُنْتُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَلَمَّا جَعَلَ اللَّهُ الْإِسْلَامَ فِي قَلْبِي أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ ابْسُطْ يَمِينَكَ فَلْأُبَايِعْكَ فَبَسَطَ يَمِينَهُ قَالَ فَقَبَضْتُ يَدِي قَالَ **((مَا لَكَ يَا عَمْرُو))** قَالَ قُلْتُ أَرَدْتُ أَنْ أَشْتَرِطَ قَالَ تَشْتَرِطُ بِمَاذَا قُلْتُ أَنْ يُغْفَرَ لِي قَالَ **((أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ الْإِسْلَامَ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ وَأَنَّ الْهِجْرَةَ تَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهَا وَأَنَّ الْحَجَّ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ))** وَمَا كَانَ أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا أَجَلَّ فِي عَيْنِي مِنْهُ وَمَا كُنْتُ أُطِيقُ أَنْ أَمْلَأَ عَيْنَيَّ مِنْهُ إِجْلَالًا لَهُ وَلَوْ سُئِلْتُ أَنْ أَصِفَهُ مَا أَطَقْتُ لِأَنِّي لَمْ أَكُنْ أَمْلَأُ عَيْنَيَّ مِنْهُ وَلَوْ مُتُّ عَلَى تِلْكَ الْحَالِ لَرَجَوْتُ أَنْ أَكُونَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ ثُمَّ وَلِينَا أَشْيَاءَ مَا أَدْرِي مَا حَالِي فِيهَا فَإِذَا أَنَا مُتُّ فَلَا تَصْحَبْنِي نَائِحَةٌ وَلَا نَارٌ فَإِذَا دَفَنْتُمُونِي فَشُنُّوا عَلَيَّ التُّرَابَ شَنًّا ثُمَّ أَقِيمُوا حَوْلَ قَبْرِي قَدْرَ مَا تُنْحَرُ جَزُورٌ وَيُقْسَمُ لَحْمُهَا حَتَّى أَسْتَأْنِسَ بِكُمْ وَأَنْظُرَ مَاذَا أُرَاجِعُ بِهِ رُسُلَ رَبِّي.

۳۲۱- ابن شماسہ (عبدالرحمٰن بن شماسہ بن ذئب) مہری سے روایت ہے ہم عمرو بن عاصؓ کے پاس گئے اور وہ مرنے کے قریب تھے تو روئے بہت دیر تک اور منہ پھیر لیا اپنا دیوار کی طرف۔ ان کے بیٹے کہنے لگے باوا! تم کیوں روتے ہو تم کو کیا رسول اللہ ﷺ نے یہ خوشخبری نہیں دی یہ خوشخبری نہیں دی؟ تب انھوں نے اپنا منہ سامنے کیا اور کہا کہ سب باتوں میں افضل ہم سمجھتے ہیں اس بات کی گواہی دینے کو کہ کوئی سچا معبود نہیں سوا خدا کے اور محمدؐ اس کے بھیجے ہوئے ہیں اور میرے اوپر تین حال گزرے ہیں ایک حال یہ تھا جو میں نے اپنے کو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ سے زیادہ میں کسی کو برا نہیں جانتا تھا اور مجھے آرزو تھی کہ کسی طرح میں قابو پاؤں اور آپ کو قتل کروں۔ (معاذ اللہ) پھر اگر میں مر جاتا اس حال میں تو جہنمی ہوتا دوسرا حال یہ تھا کہ اللہ نے اسلام کی محبت میرے دل میں ڈالی اور میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ میں نے کہا اپنا داہنا ہاتھ بڑھایئے تا کہ میں بیعت کروں آپ سے۔ آپ نے اپنا ہاتھ بڑھایا میں نے اس وقت اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا ہوا تجھ کو اے عمرو! میں نے کہا میں شرط کرنا چاہتا ہوں' آپ نے فرمایا کیا شرط؟ میں نے کہا یہ شرط کہ میرے گناہ معاف ہوں (جواب تک کئے ہیں)۔ آپ نے فرمایا اے عمرو! تو نہیں جانتا کہ اسلام گرا دیتا ہے پیشتر کے گناہوں کو اسی طرح حج گرا دیتا ہے پیشتر کے گناہوں کو۔ پھر رسول اللہ ﷺ سے زیادہ مجھ کو کسی کی محبت نہ تھی اور نہ میری نگاہ میں آپ سے زیادہ کسی کی شان تھی اور میں آنکھ بھر کر آپ کو نہ دیکھ سکتا تھا آپکے جلال کی وجہ سے اور اگر کوئی مجھ سے آپ کی صورت کو پوچھے تو میں بیان نہیں کر سکتا کیونکہ میں آنکھ بھر کر آپ کو دیکھ نہیں سکتا تھا اور اگر میں مر جاتا اس حال میں تو امید تھی کہ جنتی ہوتا۔ بعد اس کے چند اور چیزوں میں ہم کو پھنسنا پڑا میں نہیں جانتا میرا کیا حال ہوگا ان کی وجہ سے تو جب میں مر جاؤں میرے جنازے کے ساتھ کوئی رونے چلانے والی نہ ہو اور نہ آگ ہو۔ اور جب مجھے دفن کرنا تو مٹی ڈال دینا مجھ پر اچھی طرح اور میری قبر کے گرد کھڑے رہنا اتنی دیر تک جتنی دیر میں اونٹ کاٹا جاتا ہے اور اس کا گوشت بانٹا جاتا ہے تاکہ میرا دل بہلے تم سے (اور میں تنہائی میں گھبرا نہ جاؤں) اور دیکھ لوں پروردگار کے وکیلوں کو میں کیا جواب دیتا ہوں۔

اہل حدیث خواجہ محمد قاسم کا ترجمہ

مشہور صحابی سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے فوت ہونے سے پہلے متعدد افراد کی موجودگی میں وصیت فرمائی کہ "پھر میری قبر کے گرد اتنی دیر تک کھڑے رہنا جتنی دیر میں اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت کیا جاتا ہے تاکہ میں تم سے مانوس رہوں اور دیکھوں کہ اپنے رب کے فرشتوں کو میں کیا جواب دیتا ہوں"۔(مسلم ج ا ص ٧٦)۔

اس سے ثابت ہوا کہ سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ و تابعین کا یہ خیال تھا (گو اس بندہ عاجز کے نزدیک صحیح نہیں تھا) کہ قبر میں پڑی ہوئی میت باہر کھڑے ہوئے لوگوں کو محسوس کرتی ہے۔

اہل حدیث صادق سیالکوٹی کا ترجمہ

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ (پ۴ع۱۰)
ہر شخص (ایک دن) موت (کا مزہ) چکھنے والا ہے۔

نقش فریادی ہے کس کی شوخیِ تحریر کا
کاغذی ہے پیرہن ہر پیکرِ تصویر کا

مُسلمان کا سفرِ آخرت

اس کتاب کے کاخِ زرنگار میں مسلمان کی حیات و ممات کے حقائق و بصائر، اور اس کے جنازہ کے صدہا احکام و مسائل کی شمعیں جل رہی ہیں۔ جن کے نور سے اہلِ ایمان کی دنیا۔ برزخ ۔ اور عقبےٰ روشن و مستنیر ہیں

تالیف

حضرت مولانا حکیم محمد صادق صاحب سیالکوٹی مدظلہ

ناشر

مکتبہ نعمانیہ۔ اردو بازار۔ گوجرانوالہ

لاہور میں ملنے کا پتہ:۔ نعمانی کتب خانہ ۔ حق سٹریٹ۔ اردو بازار۔ لاہور

قیمت ۱-

عمرو بن عاصؓ کی عالمِ نزع میں وصیت

عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے۔ کہ کہا انہوں نے اپنے بیٹے (عبداللہ) کو۔ درحالیکہ وہ نزع میں تھے (بیٹا سنو!) جب میں مر جاؤں۔ پس نہ ہو ساتھ میرے کوئی نوحہ کرنے والی۔ اور نہ آگ۔ پھر جب (جنازہ پڑھنے کے بعد) مجھے دفن کرنے کا ارادہ کرو۔ تو ڈالو مجھ پر مٹی سہولت سے۔ (یعنی تھوڑی تھوڑی کرکے) پھر کھڑے رہنا میری قبر کے گرد (ثابت قدمی کی دعا مانگنے کے لئے)۔ اس قدر کہ ذبح کیا جائے اونٹ۔ اور تقسیم کیا جائے اس کا گوشت۔ یہاں تک کہ آرام پکڑوں میں بہ سبب تمہارے۔ (یعنی

بہ سبب تمہاری دعاؤں۔ اذکار۔ اور استغفار کے جو تم میرے لئے کرو گے قبر پر کھڑے کھڑے)، اور جانوں میں کہ کیا جواب دیتا ہوں میں اپنے پروردگار کے فرشتوں کو۔ (صحیح مسلم)

آج کل اہل حدیث کہتے ہیں مردہ صرف جوتوں کی چاپ سنتا ہے جبکہ پہلے یہ کہا کرتے تھے کہ مردہ اذکار و استغفار سنتا ہے

اہل حدیث ابو سعید سلفی کا ترجمہ

شمارہ نمبر 49 تا 54

ذی الحجہ 1433 تا جمادی اولیٰ 1434ھ، الموافق نومبر 2012 تا اپریل 2013ء

212 السنۃ

ابوسعید سلفی

مُردوں کا دیکھنا اور سلام سننا!

238 السنۃ

ثُمَّ أَقِيمُوا حَوْلَ قَبْرِي قَدْرَ مَا تُنْحَرُ جَزُورٌ وَيُقْسَمُ لَحْمُهَا، حَتَّى أَسْتَأْنِسَ بِكُمْ، وَأَنْظُرَ مَاذَا أُرَاجِعُ بِهِ رُسُلَ رَبِّي.

”تم میری قبر پر اتنی دیر ٹھہرنا جتنی دیر میں ایک اونٹ کو ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے۔ یوں میں تمہاری (دُعا کی وجہ سے) وجہ سے وحشت سے بچ جاؤں گا اور مجھے اپنے ربّ کے بھیجے ہوئے فرشتوں کے سوالات کے جوابات یاد آ جائیں گے۔“

(صحیح مسلم: 121)

پھر تشریح اس طرح کی

ویسے بھی یہ بات تو مسلم ہے کہ مردہ دفن کر کے واپس جانے والوں کے قدموں کی آہٹ سنتا ہے (صحیح بخاری: 178/1، ح: 1378، صحیح مسلم: 379/2، ح: 2870) اور اس سے مردے کو وحشت ہوتی ہے، لہٰذا جب تک لوگ واپس نہیں لوٹتے مردے کو ایک قسم کی مانوسیت رہتی ہے۔ سیدنا عمرو بن عاص ؓ کا ارادہ غالباً یہی تھا کہ لوگ زیادہ دیر تک کھڑے دُعا و استغفار کرتے رہیں اور سوال و جواب کا مرحلہ طے ہو جائے۔

ابو سعید سلفی کا مدعا یہ ہے کہ مردہ میں سوال و جواب سے قبل ہی روح آ جاتی ہے وہ مانوس ہو جاتا ہے جبکہ حدیث قرع النعال کا متن اس خیال کی تغلیط کرتا ہے

زبیر علی زئی کا ترجمہ

یو ٹیوب پر موجود ایک ویڈیو میں زبیر علی نے اس روایت کی ترجمانی اس طرح کی
مراد یہ تھا کہ جتنی دیر میں اونٹ ذبح کیا جاتا ہے گوشت تیار کر کے پکایا جاتا ہے - اتنی دیر میری قبر پر کھڑے رہو تاکہ میرے دل میں تسلی رہے اور میں سوال کا جواب دے سکوں
راقم کہتا ہے سوال ہے کہ ایک مردہ میت کو باہر والوں سے تسلی مل سکتی ہے ؟

قارئین آپ ان ترجموں کا تضاد دیکھ سکتے ہیں

ترجموں میں اختلاف کا خلاصہ

دیوبندی غلام رسول سعیدی کا ترجمہ : تاکہ تمھارے قرب سے مجھے انس حاصل ہو اور میں دیکھوں کہ میں اپنے رب کے فرشتوں کو کیا جواب دیتا ہوا

دیوبندی نور محمد تونسوی کا ترجمہ: تاکہ میں تمہارے ساتھ مانوس ہو کر اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتوں کے سوال کا جواب معلوم کر سکوں

اہل حدیث وحید الزمان کا ترجمہ : تاکہ میرا دل بہلے تم سے.. اور دیکھ لوں پروردگار کے وکیلوں کو میں کیا جواب دیتا ہوں

اہل حدیث خواجہ محمد قاسم کا ترجمہ : تاکہ میں تم سے مانوس رہوں اور دیکھوں کہ اپنے رب کے فرشتوں کو میں کیا جواب دیتا ہوا

اہل حدیث صادق سیالکوٹی کا ترجمہ: یہاں تک کہ آرام پکڑوں میں بہ سبب تمہارے .. اور جانوں کہ کیا جواب دیتا ہوں میں اپنے پروردگار کے فرشتوں کو

اہل حدیث ابو سعید سلفی کا ترجمہ: یوں میں تمہاری .. وجہ سے وحشت سے بچ جاؤں گا اور مجھے اپنے رب کے بھیجے ہوئے فرشتوں کے سوالات کے جوابات یاد آ جائیں گے

زبیر علی زئی کی ترجمانی : مراد یہ تھا کہ جتنی دیر میں اونٹ ذبح کیا جاتا ہے گوشت تیار کر کے پکایا جاتا ہے - اتنی دیر میری قبر پر کھڑے رہو تاکہ میرے دل میں تسلی رہے اور میں سوال کا جواب دے سکوں

الفاظ وخشت سے بچ جاؤں / تنہائی میں گھبرا جاؤں، سرے سے متن میں ہیں ہی نہیں

اس روایت سے کیا یہ ثابت نہیں ہوتا کہ مردہ اتنا پاور فل ہوتا ہے قبر کے باہر لوگوں سے انس حاصل

کر سکتا ہے اور ان کو دیکھ کر جواب بھی دیتا ہے؟ یقینا یہ روایت صحیح نقل نہیں ہوئی

مسند احمد میں ہے فَاقْعُدُوا عِنْدِي قَدْرَ نَحْرِ جَزُورٍ وَتَقْطِيعِهَا، أَسْتَأْنِسْ بِكُمْ کہ میری قبر یا میرے گرد حلقہ بنا کر بیٹھ جانا اس قدر تک کہ اس میں اونٹ ذبح ہو اور کٹے اور بٹے یہاں تک کہ میں انسیت حاصل کروں

اونٹ ذبح ہو اور کٹے اور بٹے اس میں تین چار گھنٹے تو لگ ہی جائیں گے گویا فرشتوں کے مختصر سوالات

تمہارا رب کون ہے؟

تمہاری اس شخص (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) پر کیا رائے ہے ؟

پر بیرونی دنیا سے اہل قبور کا انسیت حاصل کرنا فائدہ مند نہیں ہو سکتا جبکہ اللہ تو سریع الحساب ہے

صحیح رائے یہی ہے کہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی وصیت کی روایت شاذ ہے اس میں اہل مصر کا تفرد ہے اور اس کا متن نصوص سے متصادم ہے

طبقات ابن سعد اور سیر الاعلام النبلاء میں عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی وفات کا ذکر موجود ہے

إِسْرَائِيْلُ: عَنْ عَبْدِ اللهِ بنِ المُخْتَارِ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بنِ قُرَّةَ، حَدَّثَنِي أَبُو حَرْبِ بنُ أَبِي الأَسْوَدِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بنِ عَمْرٍو أَنَّ أَبَاهُ أَوْصَاهُ: إِذَا مِتُّ، فَاغْسِلْنِي غَسْلَةً بِالمَاءِ، ثُمَّ جَفِّفْنِي فِي ثَوْبٍ، ثُمَّ اغْسِلْنِي الثَّانِيَةَ بِمَاءٍ قَرَاحٍ، ثُمَّ جَفِّفْنِي، ثُمَّ اغْسِلْنِي الثَّالِثَةَ بِمَاءٍ فِيْهِ كَافُوْرٌ، ثُمَّ جَفِّفْنِي، وَأَلْبِسْنِي الثِّيَابَ، وَزِرَّ عَلَيَّ، فَإِنِّي مُخَاصَمٌ ثُمَّ إِذَا أَنْتَ حَمَلْتَنِي عَلَى السَّرِيْرِ، فَامْشِ بِي مَشْياً بَيْنَ المِشْيَتَيْنِ، وَكُنْ خَلْفَ الجَنَازَةِ، فَإِنَّ مُقَدَّمَهَا لِلْمَلاَئِكَةِ، وَخَلْفَهَا لِبَنِي آدَمَ، فَإِذَا أَنْتَ وَضَعْتَنِي فِي القَبْرِ، فَسُنَّ عَلَيَّ التُّرَابَ سَنّاً.

ثُمَّ قَالَ: اللَّهُمَّ إِنَّكَ أَمَرْتَنَا فَأَضَعْنَا، وَنَهَيْتَنَا فَرَكِبْنَا، فَلاَ بَرِيْءٌ فَأَعْتَذِرَ، وَلاَعَزِيْزٌ فَأَنْتَصِرَ، وَلَكِنْ لاَ إِلَهَ إِلاَّ أَنْتَ وَمَا زَالَ يَقُوْلُهَا حَتَّى مَاتَ

شعیب الأرناؤوط کہتے ہیں اس کی سند قوی ہے

إسناده قوي، وهو في " طبقات ابن سعد " 4 / 260، و" ابن عساكر " 13 / 269 /

عبد اللہ بن عمرو کہتے ہیں میرے باپ نے وصیت کی کہ جب میں مر جاؤں تو مجھے پانی سے غسل دینا

پھر .. پھر جب مجھ کو کھاٹ پر لے کر چلو ... میرے جنازے کے پیچھے رہنا اس اس کا اگلا فرشتوں کے لئے ہے اور پچھلا بنی آدم کے لئے ہے پس جب قبر میں رکھو تو مجھ پر مٹی ڈالنا- پھر کہا اے اللہ تو نے حکم کیا ہم کمزور ہوئے تو نے منع کیا ہم اس کی طرف گئے میں بے قصور نہیں کہ معذرت کر سکوں میں طاقت والا نہیں کہ نصرت والا ہوں لیکن اے اللہ تیرے سوا کوئی الہ نہیں ہے اور وہ یہ کہتے رہے یہاں تک کہ وفات پا گئے

اس روایت میں وہ اختلافی و بدعتی الفاظ سرے سے نہیں جو صحیح مسلم کی روایت میں ہیں

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی وصیت پر تیسری نظر

فرقہ اہل حدیث جن کا دعوی ہے کہ وہ کتب احادیث کو جانتے ہیں – ان کی علمی سطحیت کا عالم یہ ہوا ہے کہ عصر حاضر کے ان کے چند محققین کی جانب سے ڈاکٹر عثمانی رحمہ اللہ علیہ کے خلاف باطل پروپیگنڈا جاری ہے کہ ڈاکٹر مرحوم نے صحیح مسلم کی روایت میں مطلب براری کے لئے اس کا متن تبدیل کیا اور روایت کے وہ الفاظ نقل کیے جو درحقیقت اس کے نہیں – اس سلسلے میں ان کو جو " ناریل" ہاتھ لگا ہے وہ یہ ہے کہ عثمانی صاحب نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی وہ روایت جس میں ان کی جان کنی کے عالم کا ذکر ہے – اس میں الفاظ کو تبدیل کیا لہذا کہا جا رہا ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے سیاقۃ الموت کو سیاق الموت اور تنحر کو ینحر کر دیا تاکہ اپنا مدعا ثابت کر سکیں

سیاقۃ الموت یا سیاق الموت

یہ الفاظ کتاب مشکاۃ المصابیح از محمد بن عبد اللہ الخطیب العمری، إبو عبد اللہ، ولی الدین، التبریزی (المتوفی: 741ہـ) میں ہیں

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ لِابْنِهِ وَهُوَ فِي سِيَاقِ الْمَوْتِ: إِذَا أَنَا مُتُّ فَلَا تَصْحَبْنِي نَائِحَةٌ وَلَا نَارٌ فَإِذَا دَفَنْتُمُونِي فَشُنُّوا عَلَيَّ التُّرَابَ شَنًّا ثُمَّ أَقِيمُوا حَوْلَ قَبْرِي قَدْرَ مَا يُنْحَرُ جَزُورٌ وَيُقَسَّمُ لَحْمُهَا حَتَّى أَسْتَأْنِسَ بِكُمْ وَأَعْلَمَ مَاذَا أُرَاجِعُ بِهِ رُسُلَ رَبِّي. رَوَاهُ مُسلم

احادیث کی تخریج کی کتاب جامع الأصول في أحاديث الرسول از مجد الدين أبو السعادات المبارك بن محمد بن محمد ابن عبد الكريم الشيباني الجزري ابن الأثير (المتوفى : 606هـ) میں ہے کہ صحیح مسلم کے الفاظ ہیں

–عبد الرحمن بن شماسة المهدي - رحمه الله -: قال: «حضرنا عمرو بن العاص [وهو] في سِياقِ الموت، فبكى طويلاً، وحول وجهه إلى الجدار

ابن اثیر کے مطابق بھی صحیح مسلم میں الفاظ ہیں سیاق الموت

کتاب جمع الفوائد من جامع الأصول ومجمع الزَّوائِد از محمد بن محمد بن سليمان بن الفاسي بن طاهر السوسي الردواني المغربي المالكي (المتوفى: 1094هـ) کے مطابق صحیح مسلم کی اس حدیث کے الفاظ ہیں

عبد الله بن شماسة المهري: حضرنا عمرو بن العاص وهو في سياق الموت فبكى طويلًا وحوَّل وجهه إلى الجدار فجعل ابنه يقول: ما يبكيك يا أبتاه؟ أما بشرك

معلوم ہوا کہ ہے قدیم نسخوں سیاقہ الموت کی بجائے سیاق الموت بھی لکھا تھا

سیاق الموت یا سیاقہ الموت میں کوئی بڑا فرق نہیں ہے

شرح صحیح مسلم از النووی میں ہے

وَأَمَّا أَلْفَاظُ مَتْنِهِ فَقَوْلُهُ (فِي سِيَاقَةِ الْمَوْتِ) هُوَ بِكَسْرِ السين أى حال حضور الموت

اور متن کے الفاظ فی سِیَاقَۃِ الْمَوْتِ ... یعنی موت کے حاضر ہونے کے حال پر تھے

مبارکپوری اہل حدیث کتاب مرعاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح میں لکھتے ہیں

يقال: ساق المريض نفسه وسيق إذا شرع في نزع الروح.

یہ نزع الروح کا وقت ہے

یہی مفہوم عربی لغت میں لکھا ہے جس کا ذکر الدکتور موسی شاہین لاشین کتاب فتح المنعم شرح صحیح مسلم میں کرتے ہیں

وفي القاموس: ساق المريض شرع في نزع الروح.

محمد الأمين بن عبد الله الأُرمي العَلَوي الهَرَري الشافعي کتاب الکوکب الوہاج شرح صحیح مسلم میں کہتے ہیں

أن عمرًا (في سياقة الموت) أي في سكرة الموت وحضور مقدماته

عمرو سیاق الموت میں تھے یعنی سکرات الموت میں تھے اس کے مقدمات کی حاضری پر

اس حال میں زبان صحابی سے جو کلام ادا ہوا اس کو علماء نے بدعت قرار دیا ہے جس میں محمد بن صالح العثیمین بھی ہیں۔ خواجہ محمد قاسم کراچی کا عثمانی مذہب میں لکھتے ہیں عمرو بن العاص کا خیال صحیح نہیں تھا

تنحر یا ینحر

شرح السنۃ از البغوی الشافعی (المتوفی: 516ھ) میں اس روایت میں ہے

وَقَالَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ فِي سِيَاقَةِ الْمَوْتِ، وَهُوَ يَبْكِي: أَنَا مِتُّ فَلا يَصْحَبْنِي نَائِحَةٌ وَلا نَارٌ، فَإِذَا دَفَنْتُمُونِي، فَسُنُّوا عَلَيَّ التُّرَابَ سَنًّا، ثُمَّ أَقِيمُوا حَوْلَ قَبْرِي قَدْرَ مَا يُنْحَرُ جَزُورٌ، وَيُقَسَّمُ لَحْمُهَا حَتَّى أَسْتَأْنِسَ بِكُمْ، وَأَنْظُرَ مَاذَا أُرَاجِعُ بِهِ رُسُلَ رَبِّي

یہاں بھی یُنْحَرُ ہے

ایمان ابن مندہ المتوفی ۳۹۵ ھ میں ہے
أَنْبَأَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْمُقْرِي، ثنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى الزُّجَاجُ، ح، وَأَنْبَأَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَحْمَدَ، ثنَا هَارُونُ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: ثنَا أَبُو عَاصِمٍ، ثنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي يَزِيدُ بْنُ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ شِمَاسَةَ الْمَهْرِيِّ، قَالَ: حَضَرْنَا عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ وَهُوَ فِي سِيَاقَةِ الْمَوْتِ فَحَوَّلَ وَجْهَهُ إِلَى الْحَائِطِ يَبْكِي طَوِيلًا وَابْنُهُ يَقُول..... فَإِذَا مُتُّ فَلَا تَصْحَبْنِي نَائِحَةٌ، وَلَا نَارٌ، فَإِذَا دَفَنْتُمُونِي فَشُنُّوا عَلَيَّ التُّرَابَ شَنًّا، فَإِذَا فَرَغْتُمْ مِنْ دَفْنِي، فَامْكُثُوا حَوْلِي قَدْرَ مَا يُنْحَرُ جَزُورٌ، وَيُقْسَمُ لَحْمُهَا فَإِنِّي آنَسُ بِكُمْ حَتَّى أَعْلَمَ مَاذَا أُرَاجِعُ بِهِ رُسُلَ رَبِّي

ابن مندہ کے مطابق متن میں یہاں يُنْحَرُ ہے
التلخيص الحبير في تخريج أحاديث الرافعي الكبيراز أبو الفضل أحمد بن علي بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلاني (المتوفى: 852هـ) میں ہے
وَفِي صَحِيحِ مُسْلِمٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ أَنَّهُ قَالَ لَهُمْ فِي حَدِيثٍ عِنْدَ مَوْتِهِ "إذَا دَفَنْتُمُونِي أَقِيمُوا حَوْلَ قَبْرِي قَدْرَ مَا يُنْحَرُ جَزُورٍ وَيُقَسَّمُ لَحْمُهَا حَتَّى أَسْتَأْنِسَ بِكُمْ وَأَعْلَمَ مَاذَا أُرَاجِعُ رُسُلَ رَبِّي"
اور صحیح مسلم میں ہے کہ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ نے اپنی موت کے وقت ان سے کہا ... "إذَا دَفَنْتُمُونِي أَقِيمُوا حَوْلَ قَبْرِي قَدْرَ مَا يُنْحَرُ جَزُورٍ وَيُقَسَّمُ لَحْمُهَا حَتَّى أَسْتَأْنِسَ بِكُمْ وَأَعْلَمَ مَاذَا أُرَاجِعُ رُسُلَ رَبِّي"
یہاں بھی يُنْحَرُ ہے
البدر المنير في تخريج الأحاديث والأثار الواقعة في الشرح الكبير از ابن الملقن الشافعي المصري (المتوفى: 804هـ) کے مطابق
وَمِنْهَا: حَدِيث عَمْرو بن الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْه أَنه قَالَ: «إِذا دفنتموني فسنوا عَلّي التُّراب سنّا، ثمَّ أقِيمُوا حول قَبْرِي قدر مَا ينْحَرجزور وَيقسم لَحمهَا؛ حَتَّى أستأنس بكم، وَأعلم مَاذَا أراجع رسل رَبِّي» . رَوَاهُ مُسلم فِي «صَحِيحه» فِي كتاب الْإِيمَان، وَهُوَ بعض من حَدِيث طَوِيل.
حَدِيث عَمْرو بن الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ میں ينْحَر ہے جس کو امام مسلم نے صحیح میں روایت کیا ہے
ڈاکٹر عثمانی سے پہلے بھی لوگ اس روایت میں سیاق الموت اور ینحر کے الفاظ نقل کرتے رہے ہیں اور کہتے رہے ہیں یہ صحیح مسلم کے ہیں۔ معلوم ہوا فرقہ پرستوں کا پروپیگنڈا بالکل باطل ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے الفاظ اپنا مدعا ثابت کرنے کے لئے تبدیل کیے
روایات کے الفاظ مختلف نسخوں میں الگ الگ ہوئے اس وجہ سے یہ اختلاف پیدا ہوا چونکہ صحیح مسلم کا وہ نسخہ جو برصغیر میں ہے اس میں وہ الفاظ نہیں تھے جو اوپر دیے گئے ہیں - طاغوت پرستوں نے عوام کے لئے شوشہ چھوڑا کہ یہ ڈاکٹر نے اپنے مقصد حاصل کرنے کے لئے تبدیل کیے ہیں جبکہ ان درس

حدیث دینے والوں کو تو خوب معلوم ہو گا کہ یہ تبدیلی کیوں اور کیسے ہوتی ہے – یہ حال ہوا ہے امت کے علماء کا- یاد رہے کہ اللہ کا حکم ہے

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَى أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ

اے ایمان والوں اللہ کے لئے عدل کے گواہ بن کر کھڑے ہو اور ایسا نہ ہو کہ کسی قوم کی دشمنی تم کو اکسائے کہ عدل نہ کرو عدل کرو یہ تقوی کے قریب ہے اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو

سماع کے دلائل

عیسیٰ علیہ السلام کی قبر پر پکار

احادیث میں آتا ہے عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد جب مدینہ پہنچیں گے تو قبر نبوی پر آئیں گے امام حاکم اور امام الذھبی اس روایت کو صحیح کہتے ہیں – مستدرک الحاکم کی سند ہے

أَخْبَرَنِي أَبُو الطَّيِّبِ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْحِيرِيُّ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ، ثنا يَعْلَى بْنُ عُبَيْدٍ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ عَطَاءٍ، مَوْلَى أُمِّ حَبِيبَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَيَهْبِطَنَّ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا عَدْلًا، وَإِمَامًا مُقْسِطًا وَلَيَسْلُكَنَّ فَجًّا حَاجًّا، أَوْ مُعْتَمِرًا أَوْ بِنِيَّتِهِمَا وَلَيَأْتِيَنَّ قَبْرِي حَتَّى يُسَلِّمَ وَلَأَرُدَّنَ عَلَيْهِ» يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ: " أَيْ بَنِي أَخِي إِنْ رَأَيْتُمُوهُ فَقُولُوا: أَبُو هُرَيْرَةَ يُقْرِئُكَ السَّلَامَ «هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ بِهَذِهِ السِّيَاقَةِ»

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عیسیٰ ابن مریم حاکم و عادل ہو کر ہبوط کریں گے ایک عدل والے امام ہوں گے اور فج (فَجِّ الرَّوْحَاءِ) میں جا رکیں گے وہاں سے حج و عمرہ کریں گے یا اس کے درمیان سے اور پھر میری قبر تک آئیں گے جب سلام کہیں گے میں جواب دوں گا- ابو ہریرہ نے کہا اے بھتیجے جب ان کو دیکھو کہو ابوہریرہ آپ کو سلام کہتے ہیں – حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح سند سے ہے لیکن بخاری و مسلم نے اس کی تخریج نہیں کی اس متن سے

یہ روایت ایک دوسرے طرق سے مسند ابی یعلی میں بھی ہے

قَالَ أَبُو يَعْلَى الْمَوْصِلِيُّ: ثنأ احمد بْنُ عِيسَى ثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عن أبي صخر أن سعيداً المقبري أخبره أنه سمع أباهريرة يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - يَقُولُ: " وَالَّذِي نَفْسُ أَبِي الْقَاسِمِ بِيَدِهِ لينزلن عيسى ابن مَرْيَمَ إِمَامًا مُقْسِطًا وَحَكَمًا عَدْلًا فَلَيَكْسِرَنَّ الصَّلِيبَ وليقتلن الخنزير وليصلحن ذات البين ولتذهبن الشحناء وليعرضن عليه المال فلا يقبله ثُمَّ لَئِنْ قَامَ عَلَى قَبْرِي فَقَالَ: يَا محمد لأُجِيبنَّه

ابو ہریرہ نے کہا میں نے رسول اللہ سے سنا کہ وہ جس کے ہاتھ میں ابو قاسم کا نفس ہے عیسیٰ ضرور نازل ہوں گے امام عادل حاکم بن کر، صلیب توڑ دیں گے، سور کو قتل کریں گے اور اپس کی کدورت ختم کریں گے اور ان پر مال پیش ہو گا نہ قبول کریں گے پھر جب میری قبر پر کھڑے ہوں گے کہیں گے اے محمد – میں جواب دوں گا

الھیثمی مجمع الزوائد میں کہتے ہیں: رَوَاهُ أَبُو يَعْلَى، وَرِجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِيحِ - اس کے رجال صحیح کے ہیں

مسند ابو یعلی کے محقق حسین سلیم اسد کہتے ہیں إسناده صحيح

كتاب أشراط الساعة وذهاب الأخيار وبقاء الأشرار از عبد الملك بن حَبِيب بن حبيب بن سليمان بن هارون السلمي الإلبيري القرطبي، أبو مروان (المتوفى: 238هـ) میں اس کا تیسرا طرق ہے

قَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ: وَحَدَّثَنِي ابْنُ الْمَاجِشُونِ وَغَيْرُهُ عَنِ الدَّرَاوَرْدِيِّ عَنِ الْمُغِيرَةِ, عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ, أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيَمُرَّنَّ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ, حَاجًّا أَوْ مُعْتَمِرًا بِالْمَدِينَةِ وَلَيَقِفَنَّ عَلَى قَبْرِي وَلَيَقُولَنَّ يَا مُحَمَّدُ، فَأُجِيبُهُ وَلَيُسَلِّمَنَّ عَلَيَّ فَأَرُدُّ عَلَيْهِ السَّلامَ.

وَحَدَّثَنِيهِ أَصْبَغُ بْنُ الْفَرَجِ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ عَنْ أَبِي صَخْرٍ عَنِ الْمَقْبُرِيِّ, عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ, عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

المغيرة بن حكيم الصَّنْعانيّ الأبناويّ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عیسیٰ ابن مریم حج و عمرہ پر نکلیں گے مدینہ سے وہ میری قبر پر رکیں گے اور بولیں گے اے محمد ، پس میں جواب دوں گا اور وہ سلام کہیں گے تو میں جوابا ان کو سلام کہوں گا

اور اس کو أَصْبَغُ بْنُ الْفَرَجِ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ عَنْ أَبِي صَخْرٍ عَنِ الْمَقْبُرِيِّ, عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ کی سند سے بھی روایت کیا گیا ہے

كتاب المعرفة والتاريخ از يعقوب بن سفيان بن جوان الفارسي الفسوي، أبو يوسف (المتوفى: 277ھ) میں ہے

حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ وَابْنُ بُكَيْرٍ ومُحَمَّدُ بْنُ خَلَّادٍ عَنِ اللَّيْثِ حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ أَنَّ حَنْظَلَةَ بْنَ عَلِيٍّ الْأَسْلَمِيَّ أَخْبَرَهُ: أَنَّهُ سَمِعَ أبا هريرة يقول: قال رسول الله صلى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ ليسهلنّ ابن مريم بِفَجِّ [1] الرَّوْحَاءِ حَاجًّا أَوْ مُعْتَمِرًا أَوْ لَيُثَنِّيَنَّهُمَا

حَنْظَلَةَ بْنَ عَلِيٍّ الْأَسْلَمِيَّ نے خبر دی کہ ابو ہریرہ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ جس

کے ہاتھ میں میرا نفس ہے ابن مریم فَجِّ الرَّوْحَاءِ سے حج و عمرہ کریں گے

یہ صحیح مسلم میں بھی ہے یہ اور بات ہے کہ راوی خود کہتا ہے اس کو معلوم نہیں یہ کلام حدیث نبوی ہے یا ابو ہریرہ کا اپنا کلام ہے – تاریخ دمشق اور مسند احمد میں ہے

فزعم حنظلة أن أبا هريرة قال يؤمن به قبل موت عيسى فلا أدري هذا كله في حديث النبي (صلى الله عليه وسلم) أو شئ قاله أبو هريرة

حَنْظَلَةَ بْنَ عَلِيٍّ الْأَسْلَمِيَّ نے دعوی کیا کہ ابو ہریرہ نے کہا یہ سب عیسیٰ کی موت سے قبل ایمان لائیں گے پس مجھے معلوم نہیں یہ سب حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم تھی یا ابو ہریرہ نے خود کوئی چیز کہی

البانی نے اس روایت کو قبری کے الفاظ کے ساتھ رد کیا ہے لیکن جو علتیں بیان کی ہیں وہ ہر طرق میں نہیں- اوپر جو طرق ہیں ان سے معلوم ہوا کہ روایت میں عَطَاءٍ، مَوْلَى أُمِّ حَبِيبَةَ کا تفرد نہیں ہے جس کو مجہول کہا جاتا ہے – اس میں ابو صخر حمید بن زیاد کا تفرد بھی نہیں جس کو ضعیف کہا جاتا ہے اور سعید بن ابی سعید المقبری کا بھی تفرد نہیں جس کو آخری عمر میں مختلط کہا گیا ہے اور ابن اسحٰق کا تفرد بھی نہیں جس کو مدلس کہا گیا ہے - اس میں ایک راوی کا تفرد ہی نہیں چار طرق ہیں جن میں لوگ الگ الگ ہیں - سوال ہے کہ اس روایت کا مقصد کیا ہے ؟

راقم کے نزدیک روایت کا مقصد یہ ہے کہ عیسیٰ ابن مریم کا معجزہ دکھایا گیا ہے چونکہ مردوں کو زندہ کرتے تھے وہ قبر النبی پر آ کر کہیں گے اے محمد تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہو جائیں گے جواب دیں گے – اغلباً یہ کعب احبار کا کلام ہے جو ابو ہریرہ نے بیان کیا اور لوگ حدیث سمجھے

کتاب التمیز (ص 175/) کے مطابق امام مسلم نے بسر بن سعید کا قول بیان کیا

حَدثنَا عبد الله بن عبد الرَّحْمَن الدَّارمِيّ ثَنَا مَرْوَان الدِّمَشْقِي عَن اللَّيْث بن سعد حَدثنِي بكير بن الاشج قَالَ قَالَ لنا بسر بن سعيد اتَّقوا الله وتحفظوا من الحَدِيث فوَاللَّه لقد رَأَيْتنَا نجالس أَبَا هُرَيْرَة فَيحدث عَن رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم عَن كَعْب وَحَدِيث كَعْب عَن رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم

بکیر بن الاشج نے کہا ہم سے بسر بن سعید نے کہا : اللہ سے ڈرو اور حدیث میں حفاظت کرو – اللہ کی قسم ! ہم دیکھتے ابو ہریرہ کی مجالس میں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے اور وہ (باتیں) کعب (کی ہوتیں) اور ہم سے کعب الاحبار (کے اقوال) کو روایت کرتے جو حدیثیں رسول اللہ

سے ہوتیں

احمد العلل میں کہتے ہیں

وقال عبد الله: حدثني أبي. قال: حدثنا أبو أسامة، عن الأعمش. قال: كان إبراهيم صيرفيا في الحديث، أجيئه بالحديث. قال: فكتب مما أخذته عن أبي صالح، عن أبي هريرة. قال: كانوا يتركون أشياء من أحاديث أبي هريرة. «العلل» (946) .

احمد نے کہا ابو اسامہ نے کہا اعمش نے کہا کہ ابراھیم النخعی حدیث کے بدلے حدیث لیتے – وہ حدیث لاتے – اعمش نے کہا : پس انہوں نے لکھا جو میں نے ابو صالح عن ابو ہریرہ سے روایت کیا – اعمش نے کہا : ابراھیم النخعی، ابوہریرہ کی احادیث میں چیزوں کو ترک کر دیتے

ابن عساکر نے تاریخ الدمشق میں روایت دی کہ

الثوري، عن منصور، عن إبراهيم، قال: ما كانوا يأخذون من حديث أبي هريرة إلا ما كان حديث جنة أو نار

ابراھیم النخعی نے کہا ہم ابو ہریرہ کی احادیث کو نہیں لیتے سوائے اس کے جس میں جنت جہنم کا ذکر ہو

ابن قتیبہ المعارف میں ذکر کرتے ہیں

وَأَمَّا قَوْلُهُ: قَالَ خَلِيلِي، وَسَمِعْتُ خَلِيلِي". يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.
وَأَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ لَهُ: "مَتَى كَانَ خَلِيلَكَ"؟ ". .... وَقَوْلُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ خَلِيلًا لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا

ابو ہریرہ کا قول میرے دوست نے کہا یا میں نے اپنے دوست سے سنا یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے - تو بے شک علی نے ابو ہریرہ سے کہا تم کب سے رسول اللہ کے دوست بن گئے؟

اور رسول اللہ کا تو قول ہے کہ میں کسی کو اس امت میں خلیل کرتا تو ابو بکر کو کرتا

بہر حال سابقوں اولون کو ابو ہریرہ کا بہت روایت کرنا پسند نہ تھا

نعمان الوسی روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع الثانی میں لکھتے ہیں

لا يبعد أن يكون عليه السّلام قد علم في السماء بعضا ووكل إلى الاجتهاد والأخذ من الكتاب والسنّة في بعض آخر، وقيل: إنه عليه السّلام يأخذ الأحكام من نبينا صلّى الله عليه وسلم شفاها بعد نزوله وهو في قبره الشريف عليه الصلاة والسّلام، وأيد بحديث أبي يعلى «والذي نفسي بيده لينزلن عيسى ابن مريم ثم

لئن قام على قبري وقال يا محمد لأجيبنه وجوز أن يكون ذلك بالاجتماع معه عليه الصلاة والسّلام روحانية ولا بدع في ذلك فقد وقعت رؤيته صلّى الله عليه وسلم بعد وفاته لغير واحد من الكاملين من هذه الأمة والأخذ منه يقظة،

اور یہ بعید نہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کو اسمان میں شریعت محمدی کا کچھ علم دیا جائے ... اور کہا جاتا ہے کہ وہ احکام اخذ کریں گے جب وہ قبر النبی پر آئیں گے سلام کہنے جیسا ابو یعلی میں حدیث ہے ... اور یہ جائز ہے کہ ان کا روحانی اجتماع ہو جیسا اس امت کے بہت سے کاملین نے جاگتے میں رسول اللہ کو دیکھا ہے

قبر پر ایک بدو کی آمد

امام النووی ساتویں صدی کے محدث ہیں- انہوں نے صحیح مسلم کی شرح لکھی ہے، اس کے علاوہ ریاض الصالحین کے نام سے ان کی ایک کتاب مشہور ہے جس میں صحیح و ضعیف روایات کو ملا جلا کر مختلف عنوانات کے تحت لکھا گیا ہے- اسی طرح ان کا فقہ شافعی پر بھی کام ہے- اپنی فقہ سے متعلق کتاب میں نووی نے زیارت قبر نبوی کے آداب لکھے ہیں، جن کو پڑھ کر آج بھی زیارت حج و عمرہ اور مدینہ کی کتب ترتیب دی جاتی ہیں-

امام النووی قبر کے پاس سماع کے قائل تھے کتاب کتاب المجموع شرح المهذب میں لکھتے ہیں

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إلَّا رَدَّ اللهُ عَلَيَّ رُوحِي حَتَّى أَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ) رَوَاهُ أَبُو دَاوُد بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا کوئی نہیں کہ مجھے سلام کہے اور اللہ میری روح نہ لوٹا دے یہاں تک کہ میں سلام پلٹ کر کہوں - اس کو ابو داود نے صحیح اسناد سے روایت کیا ہے

جیسا کہ معلوم ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں لیکن امام النووی اسی کی بنیاد پر قبر کے پاس درود و سلام کے قائل تھے - امام نووی المتوفی: 676ھ کتاب المجموع شرح المهذب میں لکھتے ہیں

ثُمَّ يَأْتِي الْقَبْرَ الْكَرِيمَ فَيَسْتَدْبِرُ الْقِبْلَةَ وَيَسْتَقْبِلُ جِدَارَ الْقَبْرِ وَيُبْعِدُ مِنْ رَأْسِ الْقَبْرِ نَحْوَ أَرْبَعِ أَذْرُعٍ وَيَجْعَلُ الْقِنْدِيلَ الَّذِي فِي الْقِبْلَةِ عِنْدَ الْقَبْرِ عَلَى رَأْسِهِ وَيَقِفُ نَاظِرًا إلَى أَسْفَلِ مَا يَسْتَقْبِلُهُ مِنْ جِدَارِ الْقَبْرِ غَاضَّ

الطَّرْفِ فِي مَقَامِ الْهَيْبَةِ وَالْإِجْلَالِ فَارِغَ الْقَلْبِ مِنْ عَلَائِقِ الدُّنْيَا مُسْتَحْضِرًا فِي قَلْبِهِ جَلَالَةَ مَوْقِفِهِ وَمَنْزِلَةَ مَنْ هُوَ بِحَضْرَتِهِ ثُمَّ يُسَلِّمُ وَلَا يَرْفَعُ صَوْتَهُ بَلْ يَقْصِدُ فَيَقُولُ السَّلَامُ عَلَيْك يَا رَسُولَ اللَّهِ السَّلَامُ عَلَيْك يَا نَبِيَّ الله السَّلَامُ عَلَيْك يَا خِيرَةَ اللَّهِ السَّلَامُ عَلَيْك يا حبيب الله السلام عيك يَا سَيِّدَ الْمُرْسَلِينَ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ السَّلَامُ عَلَيْك يَا خَيْرَ الْخَلَائِقِ أَجْمَعِينَ السَّلَامُ عَلَيْك وَعَلَى آلِكَ وَأَهْلِ بَيْتِك وَأَزْوَاجِك وَأَصْحَابِك أَجْمَعِينَ السَّلَامُ عليك وعلى سائر النبيين وجميع عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ جَزَاك الله يَا رَسُولَ الله عَنَّا أَفْضَلَ مَا جَزَى نَبِيًّا وَرَسُولًا عَنْ أُمَّتِهِ وَصَلَّى عَلَيْك كُلَّمَا ذَكَرَك ذَاكِرٌ وَغَفَلَ عَنْ ذِكْرِك غَافِلٌ أَفْضَلَ وَأَكْمَلَ مَا صَلَّى عَلَى أَحَدٍ مِنْ الْخَلْقِ أَجْمَعِينَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إلَهَ إلَّا الله وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّك عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ وَخِيرَتُهُ مِنْ خَلْقِهِ وَأَشْهَدُ أَنَّك بَلَّغْت الرِّسَالَةَ وَأَدَّيْت الْأَمَانَةَ وَنَصَحْت الْأُمَّةَ وَجَاهَدْت فِي الله حَقَّ جِهَادِهِ اللَّهُمَّ آتِهِ الْوَسِيلَةَ وَالْفَضِيلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُودًا الَّذِي وَعَدْتَهُ وَآتِهِ نِهَايَةَ مَا يَنْبَغِي أَنْ يَسْأَلَهُ السَّائِلُونَ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ وَأَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إبْرَاهِيمَ وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إبْرَاهِيمَ فِي الْعَالَمِينَ إنَّك حَمِيدٌ مَجِيدٌ وَمَنْ طَالَ عَلَيْهِ هَذَا كُلُّهُ اقْتَصَرَ عَلَى بَعْضِهِ وَأَقَلُّهُ السَّلَامُ عَلَيْك يَا رسول الله صلى الله عليك وَسَلَّمَ

پھر قبر کریم کے پاس آئے، قبلہ پیٹھ کی جانب رکھے اور سامنے قبر کی دیوار کو اور قبر کی اٹھان سے چار ہاتھ دور رہے اور قندیل جو قبلہ کی طرف ہے وہ سر پر ہو اور نظر نیچے رکھے قبر کے پاس اور نظر مقام ہیبت و جلال سے نیچے ہو اور دل دنیا و مافیھا سے دور اپنے قلب میں اس مقام کی جلالت کو حاضر رکھتے ہوئے اور...، پھر سلام کرے اور آواز بلند نہ ہو بلکہ دھیمی ہو، پس کہے

السَّلَامُ عَلَيْك يَا رَسُولَ الله

السَّلَامُ عَلَيْك يَا نَبِيَّ الله

السَّلَامُ عَلَيْك يَا خِيرَةَ الله

السَّلَامُ عَلَيْك يا حبيب الله

السلام عيك يَا سَيِّدَ الْمُرْسَلِينَ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ

السَّلَامُ عَلَيْك يَا خَيْرَ الْخَلَائِقِ أَجْمَعِينَ

السَّلَامُ عَلَيْك وَعَلَى آلِكَ وَأَهْلِ بَيْتِك وَأَزْوَاجِك وَأَصْحَابِك أَجْمَعِينَ

السَّلَامُ عليك وعلى سائر النبيين وجميع عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ

جَزَاك الله يَا رَسُولَ الله عَنَّا أَفْضَلَ مَا جَزَى نَبِيًّا وَرَسُولًا عَنْ أُمَّتِهِ

وَصَلَّى عَلَيْك كُلَّمَا ذَكَرَك ذَاكِرٌ وَغَفَلَ عَنْ ذِكْرِك غَافِلٌ

أَفْضَلَ وَأَكْمَلَ مَا صَلَّى عَلَى أَحَدٍ مِنْ الْخَلْقِ أَجْمَعِينَ

أَشْهَدُ أَنْ لَا إلَهَ إلَّا الله وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّك عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ

وَخِيرَتُهُ مِنْ خَلْقِهِ وَأَشْهَدُ أَنَّك بَلَّغْت الرِّسَالَةَ وَأَدَّيْت الْأَمَانَةَ

وَنَصَحْت الْأُمَّةَ وَجَاهَدْت فِي الله حَقَّ جِهَادِهِ

اللَّهُمَّ آتِهِ الْوَسِيلَةَ وَالْفَضِيلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُودًا الَّذِي وَعَدْتَهُ وَآتِهِ نِهَايَةَ مَا يَنْبَغِي أَنْ يَسْأَلَهُ السَّائِلُونَ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ وَأَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إبْرَاهِيمَ وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إبْرَاهِيمَ

فِي الْعَالَمِينَ إنَّك حَمِيدٌ مَجِيدٌ
وَمَنْ طَالَ عَلَيْهِ هَذَا كُلُّهُ اقْتَصَر عَلَى بَعْضِهِ وَأَقَلُّهُ السَّلَامُ عَلَيْك يَا رسول الله صلى الله عليك وَسَلَّمَ

اس کے بعد امام النووی کہتے ہیں کہ ابو بکر اور عمر پر بھی سلام پڑھے

فَيَقُولُ السَّلَامُ عَلَيْك يَا أَبَا بَكْرٍ صَفِيَّ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَثَانِيَهُ فِي الْغَارِ
جَزَاك اللهُ عَنْ أُمَّةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرًا
ثُمَّ يَتَأَخَّرُ إلَى صَوْبِ يَمِينِهِ قَدْرَ ذِرَاعٍ لِلسَّلَامِ عَلَى عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَيَقُولُ
السَّلَامُ عَلَيْك يَا عُمَرُ الَّذِي أَعَزَّ اللهُ بِهِ الْإِسْلَامَ جَزَاك اللهُ عَنْ أُمَّةِ نَبِيِّهِ صَلَّىاللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرًا

اس کے بعد امام النووی کہتے ہیں

ثُمَّ يَرْجِعُ إلَى مَوْقِفِهِ الْأَوَّلِ قُبَالَةَ وَجْهِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَتَوَسَّلُ بِهِ فِي حَقِّ نَفْسِهِ وَيَسْتَشْفِعُ بِهِ إلَى رَبِّهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى وَمِنْ أَحْسَنِ مَا يَقُولُ مَا حَكَاهُ الْمَاوَرْدِيُّ وَالْقَاضِي أَبُو الطَّيِّبِ وَسَائِرُ أَصْحَابِنَا عَنْ الْعُتْبِيِّ مُسْتَحْسِنِينَ لَهُ قَالَ (كُنْت جَالِسًا عِنْدَ قَبْرِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْك يَا رَسُولَ اللهِ سَمِعْت اللهَ يَقُولُ (وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوك فَاسْتَغْفَرُوا اللهَ وَاسْتَغْفَرَ لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما) وَقَدْ جِئْتُك مُسْتَغْفِرًا مِنْ ذَنْبِي مُسْتَشْفِعًا بِك إلَى رَبِّي ثُمَّ أَنْشَأَ يَقُولُ
* يَا خَيْرَ مَنْ دُفِنْت بِالْقَاعِ أَعْظَمُهُ
* فَطَابَ مِنْ طِيبِهِنَّ الْقَاعُ وَالْأَكَمُ نَفْسِي الْفِدَاءُ لِقَبْرٍ أَنْتَ سَاكِنُهُ
* فِيهِ الْعَفَافُ وَفِيهِ الْجُودُ وَالْكَرَمُ ثُمَّ انْصَرَفَ فَحَمَلَتْنِي عَيْنَايَ
فَرَأَيْت النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّوْمِ فَقَالَ يَا عُتْبِيُّ الْحَقْ الْأَعْرَابِيَّ فَبَشِّرْهُ بِأَنَّ اللهَ تَعَالَى قَدْ غَفَرَ لَهُ
پھر سلام کے بعد واپس جائے اول موقف پر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہو اور ان سے توسل کرے اپنے لئے اور ان کی شفاعت کے ذریعہ اپنے رب اللہ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى سے طلب کرے- اور اور کیا خوب الْمَاوَرْدِيُّ اور وَالْقَاضِي أَبُو الطَّيِّبِ اور ہمارے تمام اصحاب .. نے حکایت نقل کی ہے کہ میں قبر رسول کے پاس بیٹھا تھا پس ایک اعرابی آیا اور کہا السَّلَامُ عَلَيْك يَا رَسُولَ اللهِ، اللہ کا کہا سنا وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوك فَاسْتَغْفَرُوا اللهَ وَاسْتَغْفَرَ لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما، پس میں آیا ہوں مغفرت مانگتے ہوئے اپنے گناہوں سے اپنے رب کے حضور پس اس نے اشعار کہے اے بہترین انسان کہ جس کا پیکر اس سرزمین میں دفن ہے اور جس کے عطر و خوشبو سے اس سرزمین کی بلندی اور پستی معطر ہوگئی ہے، میری جان ایسی زمین پر قربان کہ جسے آپ نے انتخاب کیا اور اس میں عفت و جود وکرم پوشیدہ ہوگیا ہے-
پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا انہوں نے فرمآیا اللہ نے تجھے بخش دیا

افسوس اس روایت کو النووی نے صحیح مان لیا جبکہ اس کی سند سخت ضعیف ہے اسی طرح ابن کثیر نے تفسیر ابن کثیر میں سورہ النساء میں نقل کر دیا ہے جو گمراہی پھیلا رہا ہے ابن کثیر لکھتے ہیں

وَقَدْ ذَكَرَ جَمَاعَةٌ مِنْهُمْ الشَّيْخُ أَبُو نَصرٍ بْنُ الصَّبَّاغِ فِي كِتَابِهِ الشَّامِلِ الْحِكَايَةَ الْمَشْهُورَةَ عَنْ الْعُتْبِيِّ، قَالَ: كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَاءَ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ الله، سَمِعْتُ الله يَقُولُ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جاؤُكَ فَاسْتَغْفَرُوا الله وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا الله تَوَّاباً رَحِيماً وَقَدْ جِئْتُكَ مُسْتَغْفِرًا لِذَنْبِي مُسْتَشْفِعًا بك إلى ربي. ثم أنشأ يقول: [البسيط] يَا خَيْرَ مَنْ دُفِنَتْ بِالْقَاعِ أَعْظُمُهُ ... فَطَابَ مِنْ طِيبِهِنَّ الْقَاعُ وَالْأَكَمُ
نَفْسِي الْفِدَاءُ لِقَبْرٍ أَنْتَ سَاكِنُهُ ... فِيهِ الْعَفَافُ وَفِيهِ الْجُودُ وَالْكَرَمُ
ثُمَّ انْصَرفَ الْأَعْرَابِيُّ، فَغَلَبَتْنِي عَيْنِي فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّوْمِ، فَقَالَ يَا عُتْبِيُّ، الْحَقِ الْأَعْرَابِيَّ فَبَشِّرهُ أَنَّ الله قَدْ غَفَرَ لَهُ» .

بعض بزرگان مانند شیخ ابو نصر صباغ نے اس مشہور داستان کو عتبی سے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں : میں قبر پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک اعرابی داخل ہوا اور کہا:

"السلام علیک یا رسول اللہ

ڈاکٹر عثمانی رحمہ اللہ علیہ نے اس روایت کو رد کیا

اسی طرح اصحاب قبور سے توسل کی تائید میں بعض اور روایات بھی لائی جاتی ہیں لیکن یہ ساری روایتیں بے اصل اور بناوٹی (ابہیل روایت ہے۔ جاء اعرابی الی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمی بنفسہ علی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال جئت لتستغفر لی فنودی من القبر انہ قد غفر لک۔

ترجمہ: ایک بدو قبر نبوی کے پاس آیا، اور اپنے آپ کو قبر پر گرا دیا اور کہا کہ میں آپ کے پاس اس لئے آیا ہوں کہ آپ میرے لئے استغفار کریں۔ پس قبر نبوی سے آواز آئی کہ تجھے معاف کر دیا گیا۔ یہ روایت بالکل موضوع ہے اس میں ایک راوی ہیثم بن عدی طائی ہے جسے محدثین نے کذاب اور وضاع (جھوٹا اور روایتیں گھڑنے والا) کہا ہے۔ یحییٰ ابن معین کہتے ہیں کہ وہ کذاب ہے جھوٹی روایتیں بنایا کرتا تھا۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ وہ کذاب ہے۔ (لسان المیزان۔ جلد ۶ صفحہ ۲۰۹)

میت کا چاپ سننا۔ حدیث قرع النعال پر ایک نظر

صحیح بخاری کی حدیث ہے

عن أنس بن مالك رضي الله عنه، أنه حدثهم: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: " إن العبد إذا وضع في قبره وتولى عنه أصحابه، وإنه ليسمع قرع نعالهم أتاه ملكان فيقعدانه، فيقولان: ما كنت تقول في هذا الرجل لمحمد صلى الله عليه وسلم، فأما المؤمن، فيقول: أشهد أنه عبد الله ورسوله، فيقال له: انظر إلى مقعدك من النار قد أبدلك الله به مقعدا من الجنة، فيراهما جميعا - قال قتادة: وذكر لنا: أنه يفسح له في قبره، ثم رجع إلى حديث أنس - قال: وأما المنافق والكافر فيقال له: ما كنت تقول في هذا الرجل؟ فيقول: لا أدري كنت أقول ما يقول الناس، فيقال: لا دريت ولا تليت، ويضرب بمطارق من حديد ضربة، فيصيح صيحة يسمعها من يليه غير الثقلين

بخاری ح1374کتاب الجنائز باب ماجاء عذاب القبر

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جب بندہ اپنی قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے اصحاب اس سے پلٹ چکے تو بلاشبہ وہ جوتوں کی آوز سنتا ہے کہ اس کے پاس دو فرشتے آ جاتے ہیں جو اسے اٹھا کر بٹھا دیتے ہیں اور کہتے ہیں: ”تو اس شخص یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیا اعتقاد رکھتا تھا؟“ اب اگر وہ ایماندار ہے تو کہتا ہے کہ ”میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں“ پھر اس سے کہا جاتا ہے ”تو دوزخ میں اپنا ٹھکانہ دیکھ لے، اللہ تعالیٰ نے اس کے بدل تجھ کو جنت میں ٹھکانا دیا۔“ تو وہ ان دونوں کو ایک ساتھ دیکھے گا۔ قتادہ کہتے ہیں ”اور ہم سے یہ بھی بیان کیا گیا کہ اس کی قبر کشادہ کر دی جاتی ہے“ پھر انس کی حدیث بیان کرتے ہوئے کہا۔ اور اگر وہ منافق یا کافر ہے تو اس سے پوچھا جاتا ہے کہ تو اس شخص کے بارے میں کیا اعتقاد رکھتا ہے؟“ تو وہ کہتا ہے ”میں نہیں جانتا۔ میں تو وہی کچھ کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے۔“ پھر اس سے کہا جائے گا کہ ”نہ تو تو خود سمجھا اور نہ ہی خود پڑھا۔“ اور لوہے کے ہنٹروں سے اسے ایسی مار پڑے گی کہ وہ بلبلا اٹھے گا۔ اور اس کی یہ چیخ جن و انسان کے سوا تمام آس پاس کی چیزیں سنتی ہیں۔“

اس روایت پر عثمانی صاحب کی رائے ہے کہ یہ قبر برزخی مقام ہے جہاں بندہ فرشتوں کے جوتیوں کی

چاپ سنتا ہے اور یہی رائے امام ابن حزم کی بھی ہے

عثمانی صاحب نے لکھا تھا

روایت میں نعالہم ہے جس میں "ھم" جمع کی ضمیر ہے۔ اگر اس سے مراد فرشتے ہیں تو مخالفین کی طرف سے کہا گیا کہ تثنیہ کی ضمیر "ھما" آنا چاہئے تھی۔اس کا جواب عثمانی صاحب یہ دیتے ہیں کہ "عربی زبان میں دونوں طریقے رائج ہیں۔ تثنیہ کے لیے جمع کا استعمال عام ہے۔ جیسے قرآن کی آیت ہے:(قَالَ كَلَّا فَاذْهَبَا بِآيَاتِنَا إِنَّا مَعَكُمْ مُسْتَمِعُونَ (سورۃ شعرا15))"فرمایا، تم دونوں جاؤ ہماری نشانیاں لے کر۔ ہم تمہارے ساتھ سب کچھ سنتے رہیں گے۔""(فاذھبا)" میں تثنیہ کی ضمیر ہے اور "(معکم)" میں جمع کی۔اس طرح بخاری کی حدیثِ خضر میں یہ الفاظ ہیں:(فمرت بهما سفينة فكلموهم ان يحملو هما)"پس گزری ان دونوں (موسیٰ علیہ السلام و خضر علیہ السلام) کے پاس سے ایک کشتی، پس انہوں نے (جمع کا صیغہ) کشتی والوں سے بات کی کہ وہ ان دونوں کو کشتی میں سوار کر لیں۔" (بخاری عربی جلد 1 ص23، سطر 15،16)"(فكلموهم)" کے ساتھ ساتھ "(فکلماھم)" بھی بخاری کی روایت میں ہے مگر حاشیہ پر اور نسخہ کے طور پر تین میں "(کلموہم)" کو ہی ترجیح دی گئ ہے جو تثنیہ کے بجائے جمع کا صیغہ ہے۔

اس پر عبد الرحمٰن کیلانی نے کتاب روح عذاب قبر اور سماع الموتی میں عثمانی صاحب کی تطبیق کو رد کرنے کو کوشش ناکام کی – عبد الرحمان کیلانی لکھتے ہیں

عبد الرحمان کیلانی کا جواب :

عربی زبان میں تثنیہ کے لیے جمع کا صیغہ عام نہیں۔ اگر عام ہوتا تو گرائمر کی کتابوں میں اس کا ضرور ذکر پایا جاتا۔ مگر ایسا نہیں ہے۔ تثنیہ کی صورت میں جمع کا استعمال شاذ ہے اور اس کی بھی کوئی نہ کوئی وجہ ہوتی ہے۔ مثلاً:پہلی مثال میں "کم" کی ضمیر "مع" وجہ سے آتی ہے۔ گویا فرعون کی طرف جانے والے تو صرف دو تھے مگر سننے والوں میں اللہ بھی ساتھ شامل ہو گیا ور ضمیر جمع بدل گئ۔

دوسری مثال میں ایک مقام پر "(کلموہم)" اس لیے آیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ان کا ایک ساتھی (یوشع بن نون) بھی تھا۔ جس کا ذکر قرآن میں بھی آیا ہے۔ لیکن قابل ذکر چونکہ دو ہی ہستیاں

تھیں یعنی موسی علیہ السلام اور خضر علیہ السلام، اس لیے اکثر تثنیہ کا ضمیر آیا اور ایک جگہ اشتباہ کی وجہ سے جمع کا ضمیر بھی آیا۔ اگرچہ اس کی حاشیہ میں تصحیح کر دی گئی۔

جواب در جواب

قرآن سے مثال	ہونا چاہیے تھا عربی زبان میں تثنیہ کے لیے تثنیہ کا صیغہ	لیکن کہا گیا تثنیہ کے لیے جمع کا صیغہ
فاذھبا بآياتنا إنا معكم مستمعون (الشعراء:15)، پس تم دونوں جاؤ ہماری آیات کے ساتھ ہم تمہارے ساتھ سنیں گے	معکما ہونا چاہیے تھا فاذھبا بآياتنا إنا معكما مستمعون	معکم
(فإذا هم فريقان يختصمون} (النمل:45)، پس جب دو فریق لڑ پڑے	فإذا هم فريقان يختصمان	يختصمون
{وإن طائفتان من المؤمنين اقتتلوا} (الحجرات:9) اور جب مومنوں میں دو گروہ قتال کریں	وإن طائفتان من المؤمنين اقتتلتا	اقتتلوا
{وهل أتاك نبأ الخصم إذ تسوروا المحراب} (ص:21) اور کیا تم کو خبر پہنچی جھگڑے گی جب وہ محراب میں چڑھ آئے	وهل أتاك نبأ الخصم إذ تسوروا المحراب (خصمان بغى بعضنا على بعض} (ص:22) قرآن میں ان کو دو جھگڑنے والے کہا گیا لہذا یہاں تثنیہ کا صغیہ ہونا چاہیے	تسوروا

ابن عاشور التحریر و التنویر میں لکھتے ہیں
وأكثر استعمال العرب وأفصحه في ذلك أن يعبروا بلفظ الجمع مضافاً إلى اسم المثنى لأن صيغة الجمع قد تطلق على الاثنين في الكلام فهما يتعاوران
اور عرب اکثر استعمال میں اور فصاحت کرتے ہوئے عبارت کرتے ہیں لفظ جمع سے جو مضاف ہوتا ہے اسم المثنی پر کیونکہ جمع کا صیغہ کا اطلاق تثنیہ پر کلام میں ہوتا ہے
مخالفین نے اعتراض کیا "هم" کی ضمیر اگر "(ملکان)" فرشتوں سے متعلق ہے تو یہ پہلے کیسے آ گئی؟ اس کا جواب عثمانی صاحب یوں دیتے ہیں کہ:
"عربی ادب کا یہ قاعدہ ہے کہ اگر بات بالکل صاف ہو اور سننے والے سے غلطی کرنے کا کوئی اندیشہ نہ ہو تو پہلے اسم کا ذکر نہیں کیا جاتا جیسے قرآن میں ہے:إِنَّا أَنْشَأْنَاهُنَّ إِنْشَاءً (35) فَجَعَلْنَاهُنَّ أَبْكَارًا(سورة الواقعه:35تا36)"ہم نے ان کو (ان کی بیویوں کو) ایک خاص اٹھان سے اٹھایا ہے اور ہم ان کو رکھیں گے کنواریاں۔"سورة یس میں:(وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ"اور ہم نے اس (پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) کو شعر کی تعلیم نہیں دی۔"
عبد الرحمان کیلانی کا جواب نمبر 1: پہلی مثال اس لحاظ سے غلط ہے کہ "(إِنَّا أَنْشَأْنَاهُنَّ إِنْشَاءً)" سے چند آیات پہلے "(وَحُورٌ عِينٌ (22) كَأَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُونِ(سورة الواقعه 22تا23)" کا ذکر آ چکا ہے۔ بعد میں جنت کی چند صفات بیان کر کے "(وَحُورٌ عِينٌ أَنْشَأْنَاهُنَّ)" کی ضمیر "(وَحُورٌ عِينٌ کی طرف پھیری گئی ہے جو درست ہے۔ لیکن عثمانی صاحب اسے خواہ مخواہ "(أَبْكَارًا)" کی طرف پھیرنا چاہتے ہیں۔ صرف اس لیے کہ یہ لفظ بعد میں آیا ہے۔
جواب نمبر 2: مثال تو ایسی درکار تھی کہ ضمیر پہلے آئے اور اس کا مرجع اسم بعد میں ہو۔ پہلی مثال میں آپ نے بعد میں مرجع "(أَبْكَارًا)" جو بتلایا ہے وہ ویسے ہی غلط ہے اور دوسری مثال میں ضمیر کا مرجع اسم مذکور ہی نہیں۔تو ڈاکٹر صاحب کا جواب درست کیسے سمجھا جائے؟

جواب در جواب

تفسیر ابن کثیر کے مطابق
قال الأخفش في قوله انا أنشأناهن إنشاء أضمرهن ولم يذكرهن قبل ذلك
الأخفش نے کہا اس قول میں انا إنشائناهن إنشاء ضمیر بیان کی ہے اور ان کا ذکر اس سے قبل نہیں کیا

یعنی یہ وہی بات ہے جو ڈاکٹر عثمانی نے کی ہے – الأخفش عربی زبان کے مشہور نحوی ہیں
اس بحث کو عود الضمیر علی متأخر کہا جاتا ہے
المقاصد النحوية في شرح شواهد شروح الألفية المشهور میں العيني (المتوفى 855 هـ) پر تعلیق میں
دكتور علي محمد فاخر، دكتور أحمد محمد توفيق السوداني، دكتور عبد العزيز محمد فاخر لکھتے
ہیں
قال ابن الناظم: "فلو كان ملتبسًا بضمير المفعول وجب عند أكثر البصريين تأخيره عن المفعول؛ نحو: زان الشجر نوره، وقوله تعالى: {وَإِذِ ابْتَلَى إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ} [البقرة: 124] لأنه لو تأخر المفعول عاد الضمير على متأخر لفظًا ورتبة.

ابن ناظم کہتے ہیں پس اگر مفعول کی ضمیر ملتبس ہو تو اکثر بصریوں کے نزدیک مفعول کی تاخیر واجب ہے جیسے زان الشجر نورہ سج گیا درخت روشنی سے . اور اللہ تعالی کا قول ہے اور جب مبتلا کیا ابراہیم کو تمہارے رب نے پس بے شک اگر مفعول کو متاخر کیا جائے تو اس کی ضمیر اسی لفظ اور مرتبہ کے ساتھ پلٹے گی

ایسا عربی میں کم ہوتا ہے لیکن یہ نا ممکنات میں سے نہیں المسوغأت (جو قاعدۃ میں ممکن ہوں اگرچہ کم ہوں) میں سے ہے جیسا کہ قرآن میں اسکی مثال بھی ہے اور عربی بلاغت کی کتب میں اس پر بحث بھی موجود ہے

سورۃ طہ الآیۃ 67 میں بھی اس کی مثال ہے
فَأَوْجَسَ فِي نَفْسِهِ خِيفَةً مُوسَى
پس محسوس کیا اپنے نفس میں خوف موسی نے
قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ - کہو وہ - اللہ احد ہے - ھو ضمیر ہے اللہ بعد میں ہے
فَإِنَّهَا لا تَعْمَى الْأَبْصَارُ، وَلكِنْ تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ
پس بے شک یہ آنکھیں اندھی نہیں لیکن دل اندھے ہیں - جو سینوں میں ہیں
فَإِنَّهَا کی ضمیر پہلے ہے اور یہ الْقُلُوبُ کی طرف ہے جو بعد میں آیا ہے
إِنَّهُ لا يُفْلِحُ الْكَافِرُونَ
بے شک فلاح نہیں پاتے کفار
إِنَّهُ میں الها کی ضمیر الْكَافِرُونَ کی طرف ہے جو بعد میں آیا ہے

یہ انداز قرآن میں ہے اور بصرہ کے نحویوں نے اس کو بیان کیا ہے واضح رہے کہ قرع النعال والی روایت میں بھی بصریوں کا تفرد ہے

کتاب عروس الأفراح في شرح تلخيص المفتاح از أحمد بن علي بن عبد الكافي، أبو حامد، بهاء الدين السبكي (المتوفى: 773 هـ) کے مطابق

وقوله: (هو أو هى زيد عالم) يريد ضمير الشأن مثل قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ (3) أصله الشأن الله أحد وقوله: أو هى زيد عالم صحيح على رأى البصريين، أما الكوفيون فعندهم أن تذكير هذا الضمير لازم، ووافقهم ابن مالك واستثنى ما إذا وليه مؤنث أو مذكر شبه به مؤنث أو فعل بعلامة تأنيث فيرجح تأنيثه باعتبار القصة على تذكيره باعتبار الشأن، والمقصود من ذلك أن يتمكن من ذهن السامع ما يعقب الضمير لأنه بالضمير يتهيأ له ويتشوق، ويقال فى معنى ذلك: الحاصل بعد الطلب أعز من المنساق بلا تعب، وسيأتى مثله فى باب التشبيه.

قاعدہ یہ ہے کہ ضمیر سے پہلے اس کا مفعول ہونا چاہیے لیکن قرآن میں ہی ضمیریں بعض اوقات پہلے آ جاتی ہیں اور اسم کا ذکر ہی نہیں ہوتا جیسے

إنا اِنزلناه فی لیلۃ القدر – ہم نے اس کو نازل کیا القدر کی رات کو — کس کو یہاں بیان ہی نہیں ہوا۔ آگے کا سیاق بتا رہا ہے قرآن کی بات ہے

عبس وتولی – منہ موڑا اور پلٹ گیا – کون ؟ بیان نہیں ہوا تفسیری روایات کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت کی گئی

المستشرقین قرآن پر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ عربی ادب نہیں ہے –اس کا جواب علماء نحوی دیتے رہے ہیں کہ یہ قرآن کا خلاف قاعدہ انداز بلاغت ہے

الغرض ڈاکٹر عثمانی کی بات عربی نحویوں نے بیان کی ہے اور اس میں بصریوں کا انداز رہا ہے کہ وہ ضمیر کو مفعول یا اسم سے پہلے بیان کر دیتے ہیں جیسا کہ قرع النعال والی روایت میں ہے

اس طرح اس روایت کی قرآن سے تطبیق ممکن ہے جو عربی قوائد کے اندر رہتے ہوئے کی گئی ہے

حدیث قرع النعال پر ایک نظر ۲

قرع النعال والی روایت صحیحین میں جن سندوں سے آئی ہے وہ یہ ہیں- اس روایت کو دنیا میں صرف ایک صحابی انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں ان سے دنیا میں صرف بصرہ ایک مشہور مدلس قتادہ روایت کرتے ہیں قتادہ بصری سے اس کو دو اور بصری روایت کرتے ہیں – جن میں ایک عبد الرحمان بن شیبان بصری ہیں اور دوسرے سعید بن ابی عروبہ بصری ہیں- امام مسلم صحیح میں اس کو شیبان کی سند سے لکھتے ہیں اور امام بخاری اس کو سعید بن ابی عروبہ المتوفی ۱۵۶ ھ کی سند سے لکھتے ہیں

روایت میں عربی کی غلطی پر محققین کی آراء

قرع النعال کی روایت ان الفاظ سے نہیں آئی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بولے تھے یہ روایت بالمعنی ہے اور اس میں دلیل یہ ہے کہ عربی کی غلطی ہے

کتاب المیسر فی شرح مصابیح السنۃ میں فضل اللہ بن حسن التُّورِبِشْتی (المتوفی: 661ھ) حدیث قرع النعال پر لکھتے ہیں

لما أشرنا إليه من دقيق المعنى وفصيح الكلام، وهو الأحق والأجدر ببلاغة الرسول - صلى الله عليه وسلم - ولعل الاختلاف وقع في اللفظين من بعض من روى الحديث بالمعنى، فظن أنهما ينزلان في هذا الموضع من المعنى بمنزلة واحدة.

ومن هذا الوجه أنكر كثير من السلف رواية الحديث بالمعنى خشية أن يزل في الألفاظ المشتركة، فيذهب عن المعنى المراد جانبا.

قوله - صلى الله عليه وسلم - (لا دريت ولا تليت) هكذا يرويه المحدثون، والمحققون منهم على أنه غلط، والصواب مختلف فيه، فمنهم من قال: صوابه: لا أتليت- ساكنة التاء، دعا عليه بأن لا تتلى إبله. أي: لا يكون لها أولاد تتلوها، فهذا اللفظ على هذه الصيغة مستعمل في كلامهم، لا يكاد يخفى على الخبير باللغة العربية، فإن قيل: هذا الدعاء لا يناسب حال المقبور؛ قلنا: الوجه أن يصرف معناه إلى أنه مستعار في الدعاء عليه بأن لا يكون لعمله نماء وبركة. وقال بعضهم: أتلي: إذا أحال على غيره، وأتلى: إذا عقد الذمة والعهد لغيره. أي: ولا ضمنت وأحلت بحق على غيرك، لقوله: (سمعت الناس) ومنهم من قال:

(لا ائتليت) على أنه افتعلت، من قولك: ما ألوت هذا، فكأنه يقول: لا استطعت، ومنهم من قال: (تليت) أصله: تلوت، فحول الواو ياء لتعاقب الياء في دريت.
قوله - صلى الله عليه وسلم - (يسمعها من يليه غير الثقلين) إنما صار الثقلان/ 19 ب عن سماع ذلك بمعزل لقيام التكليف ومكان الابتلاء، ولو سمعوا ذلك

جب ہم معنی کی گہرائی اور کلام کی فصاحت دیکھتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بلاغت کلام کے لئے احق ہو ۔ تو دو الفاظ میں بالمعنی روایت کی وجہ سے اختلاف ہو جاتا ہے پس گمان ہوتا ہے کہ یہ دونوں معنی میں اپنے مقام سے گر گئے اور اسی وجہ سے سلف میں سے بہت سوں نے روایت بالمعنی کا انکار کیا اس خوف سے کہ مشترک الفاظ معنی میں ایک ہو جائیں جن کا معنی الگ ہوں ۔ رسول اللہ کا قول ہے (لا دریت ولا تلیت) اور ایسا محدثین نے روایت کیا ہے اور جو (عربی زبان کے) محقق ہیں ان کے نزدیک یہ غلط ہیں ، ٹھیک یا صحیح ہے لا أتليت- ساكنة التاء، جو پکارتا ہے اس پر نہیں پڑھا گیا یعنی اس کی اولاد نہیں تھی جو اس پر پڑھتی پس یہ لفظ ہے جو اس صیغہ پر ہے جو کلام میں استعمال ہوتا ہے اور یہ عربی زبان جاننے والے سے مخفی نہیں ہے پس اگر کہے یہ پکار ہے جو قبر والے کے لئے مناسب نہیں ہے تو ہم کہیں گے اگر معنی پلٹ جائیں کہ وہ اس پر استعارہ ہیں پکار کے لئے کیونکہ اس کے لئے عمل نہیں ہے جس میں بڑھنا اور برکت ہو ۔ اور بعض نے کہا أتلي جب اس کو کسی اور سے تبدیل کر دیا جائے اور أتلي جب ذمی سے عقد کرے اور عہد دوسرے سے کرے یعنی اس میں کسی اور کا حق حلال شامل نہ کرے ... اور کہا لا ائتليت کہ اس نے کیا اس قول سے ما ألوت هذا یعنی میں نے نہیں کیا اور ان میں ہے تليت اس کی اصل تلوت ہے پس واو کو تبدیل کیا ی سے

کتاب غریب الحدیث میں خطابی (المتوفی: 388ھ) کہتے ہیں

في حديث سؤال القبر: "لا دريت ولا تليت" . هكذا يقول المحدثون، والصواب: ولا ائْتَلَيت، تقديره: افتعلت، أي لا استطعت, من قولك: ما ألوت هذا الأمر, ولا استطعت.

بغوی شرح السنہ میں لکھتے ہیں

قَوْلُهُ: «وَلا تَلَيْتَ»، قَالَ أَبُو سُلَيْمَانَ الْخَطَّابِيُّ: هَكَذَا يَقُولُ الْمُحَدِّثُونَ، وَهُوَ غَلَطٌ

خطابی نے کہا محدثین نے کہا ہے ولا تَلَيْتَ جو غلط ہے

اور قبر میں سوال والی حدیث میں ہے "لا دریت ولا تلیت" ایسا محدثین نے کہا ہے اور ٹھیک ہے ولا

ائتلیت

مجمع بحار الأنوار فی غرائب التنزیل ولطائف الأخبار میں جمال الدین الہندی الفَتّنی الکجراتی (المتوفی: 986ھ)
کہتے ہیں

ومنه حديث منكر ونكير: لا دريت ولا "ائتليت" أي ولا استطعت أن تدري يقال: ما ألوه أي ما استطيعه، وهو افتعلت منه، وعند المحدثين ولا تليت والصواب الأول

اور حدیث منکر نکیر میں ہے لا دریت ولا "ائتلیت" ... اور محدثین کے نزدیک ہے ولا تلیت اور ٹھیک وہ ہے جو پہلا ہے

لسان العرب میں ابن منظور المتوفی ۷۱۱ کہتے ہیں

لَا دَرَيْتَ وَلَا ائْتَلَيْتَ
، وَالْمُحَدِّثُونَ يَرْوُونَهُ:
لَا دَرَيْتَ وَلَا تَلَيْتَ
، وَالصَّوَابُ الأَول.

لَا دَرَیْتَ وَلَا ائْتَلَیْتَ اور یہ محدثین ہیں جو اس کو روایت کرتے ہیں لَا دَرَیْتَ وَلَا تَلَیْتَ اور ٹھیک پہلا والا ہے

پروفیسر ڈاکٹر عبد الکبیر محسن کتاب توفیق الباری جلد سوم میں لکھتے ہیں

یعنی اس میں بصرہ کے محدثین نے غلطی کی اور روایت میں عربی کی فحش غلطی واقع ہوئی جو کلام نبوی کے لئے احق نہیں ہے کہ اس میں عربی کی غلطی ہو

عربی کی اس غلطی سے ظاہر ہوا کہ یہ روایت اس متن سے نہیں ملی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہے

ڈاکٹر عثمانی کا کہنا تھا کہ اس میں یسمع مجہول کا صیغہ ہے اس پر امیر جماعت المسلمین مسعود احمد نے ذہن پرستی میں لکھا تھا

علماء کہتے ہیں کہ "یسمع" مجہول کا صیغہ ہے۔ یہ کون سے علماء ہیں،
کیا ان کا درجہ محدثین سے زیادہ ہے۔ محدثین کے مقابلہ میں ان علماء کی رائے
کو پیش کرنا مناسب نہیں، محدثین جنہوں نے حدیث کو تلفظاً اپنے استاد
سے سنا ہو ان کو زیادہ صحیح معلوم ہے یا بعد کے علماء کو کہ یہ لفظ معروف ہے
یا مجہول۔ اگر امام بخاریؒ نے اس لفظ کو مجہول کے صیغہ سے سنا ہوتا تو وہ

۷۳

کبھی اس حدیث پر باب نہ باندھتے۔
"باب المیت یسمع خفق النعال" (یہ باب کہ مُردہ جوتوں کی آواز سنتا ہے)
باب سے ظاہر ہے کہ مُردہ سنتا ہے اور باب کا مضمون حدیث کے متن
کا شاہد ہے، لہذا ثابت ہوا کہ حدیث میں "یسمع" معروف کا صیغہ ہے۔
محدثین نے تلفظاً اس حدیث کو اپنے استادوں سے سنا، انہوں نے اپنے
استادوں سے اور اس طرح سلسلہ بہ سلسلہ حضرت انسؓ نے اسی طرح بیان
کیا، نتیجہ یہ نکلا کہ بقول موصوف کے یہ شرکیہ جملہ حضرت انسؓ بلکہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے بھی نکلا بلکہ اللہ تعالٰی نے اسی طرح
فرمایا تھا نعوذ باللہ من ذٰلک۔ سوچئے کیا یہ اللہ اور رسول پر ایمان ہے؟ کیا

مسعود احمد کا یہ دعوی کہ یہ روایت تلفظا وہی ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ادا ہوئے عربی نحویوں اور شارحین حدیث کے موقف کے خلاف ہے کہ یہ روایت عربی کی غلطی رکھتی ہے

رواۃ پر محدثین کی آراء

شَیبَان بن عبد الرحمٰن التَّمِیمِی بصرہ کے محدث ہیں – امام مسلم نے اس روایت کو ان کی سند سے نقل کیا ہے انکے لئے امام ابن ابی حاتم کتاب الجرح و التعدیل میں کہتے ہیں میرے باپ نے کہا

يكتب حديثه ولا يحتج به

اس کی حدیث لکھ لو دلیل مت لینا

اسی کتاب میں ابی حاتم اپنے الفاظ لا یحتج بہ کا مفہوم واضح کرتے ہیں

کتاب الجرح و تعدیل میں لکھتے ہیں

قال عبد الرحمن بن أبي حاتم: قلت لأبي: ما معنى (لا يحتج به) ؟ قال: كانوا قوما لا يحفظون،

فيحدثون بما لا يحفظون، فيغلطون، ترى في أحاديثهم اضطرابا ما شئت". انتهى.
فبين أبوحاتم في إجابته لابنه: السبب في أنه لا يحتج بحديثهم، وهو ضعف حفظهم، واضطراب حديثهم.

عبد الرحمٰن بن إبي حاتم کہتے ہیں میں نے اپنے باپ سے پوچھا کہ لا يحتج به کیا مطلب ہے انہوں نے کہا ایک قوم ہے رجال کی جو یاد نہیں رکھتے تھے اور حدیثیں بیان کرتے ہیں جو انکو یاد نہیں ہوتیں پس ان میں غلطیاں کرتے ہیں پس تم دیکھو گے کہ انکی حدیثوں میں اضطراب کثرت کے ساتھ پایا جاتا ہے

ابن ابی حاتم نے بالکل واضح کر دیا ہے کہ لا يحتج به کا کیا مطلب ہے

امام بخاری نے قرع النعال کو سعید بن ابی عروبہ کی سند سے لکھا ہے اور ان سے دو لوگ روایت کرتے ہیں

یزید بن زریع اور عبد الاعلی بن عبد الاعلی

مسئلہ یہ ہے کہ سعید بن ابی عروبہ آخری عمر میں اختلاط کا شکار ہوئے اور ان کی اس کیفیت پر محدثین میں اختلاف ہے کہ یہ کب واقع ہوا

امام البزار کہتے ہیں ۱۳۳ ہجری میں ہوا تہذیب التہذیب از ابن حجر

قال إبو بكر البزار إنه ابتدإ به الاختلاط سنة "133" میں

یحییٰ ابن معین کہتے ہیں ۱۴۲ھ میں ہوا

یحییٰ بن سعید کہتے ہیں ۱۴۵ھ میں ہوا

یزید بن زریع

ابن حجر تہذیب میں کہتے ہیں

وقال ابن السكن كان يزيد بن زريع يقول اختلط سعيد في الطاعون يعني سنة 132 وكان القطان ينكر ذلك ويقول إنما اختلط قبل الهزيمة قلت والجمع بين القولين ما قال أبو بكر البزار أنه ابتدأ به الاختلاط سنة "133" ولم يستحكم ولم يطبق به وأستمر على ذلك ثم استحكم به أخيرا

اور ابن السکن کہتے ہیں یزید بن زریع نے کہا سعید بن ابی عروبہ کو اختلاط طاعون پر سن ۱۳۲ میں ہوا اور القطان نے اس کا انکار کیا اور کہا ہزیمت پر ہوا اور ان اقوال میں اس طرح جمع ممکن ہے جو البزار نے کہا کہ ان کے اختلاط کی ابتداء سن ۱۳۳ میں ہوئی لیکن مستحکم نہ تھی اور اس میں استحکام ہوتا گیا یہاں

تک کہ آخر میں مستحکم ہو گیا

ابن حجر کے مطابق سن ۱۳۳ میں سعید کو اختلاط شروع ہو چکا تھا اور کلاباذی کے مطابق سن ۱۳۹ ھ میں ابن زریع نے سنا

الهداية والإرشاد فی معرفة إهل الثقة والسداد از إبو نصر البخاری الكلاباذی (المتوفى: 398هـ) کے مطابق

وَقَالَ الْغلابِي نَا ابْن حَنْبَل قَالَ نَا يزِيد قَالَ مر بِنَا سعيد بن أبي عرُوبَة قبل سنة 39 فسمعنا مِنْهُ

الغلابی کہتے ہیں ابن حنبل نے کہا ہم سے یزید نے بیان کیا کہ سعید ہمارے پاس ۱۳۹ ھ سے پہلے گزرے جب ہم نے سنا

امام احمد کے مطابق سعید سے یزید کا سماع صحیح ہے کیونکہ انہوں نے ۱۴۵ ھ میں اختلاط والی رائے کو ترجیح دی ہے

عبد الأعلى بن عبد الأعلى السامی

امام بخاری نے اس روایت کو عبد الأعلى بن عبد الأعلى السامی کی سند سے بھی نقل کیا ہے اس میں بھی سماع پر محدثین کا اختلاف ہے

تہذیب التہذیب از ابن حجر کے مطابق

وقال ابن القطان حديث عبد الأعلى عنه مشتبه لا يدري هو قبل الاختلاط أو بعده

اور ابن القطان نے کہا عبد الأعلى بن عبد الأعلى السامی کی سعید بن ابی عروبہ سے روایت مشتبہ ہے – نہیں پتا کہ اختلاط سے قبل سنا یا بعد میں

عبد الأعلى بن عبد الأعلى السامی تمام محدثین کے نزدیک ثقہ بھی نہیں ہیں

وقال ابن سعد: ”لم يكن بالقوی

ابن سعد کہتے ہیں یہ قوی نہیں تھے

سنن اربعہ اور مسند احمد میں یہ روایت عبد الوھاب بن عطا اور روح بن عبادہ کی سند سے ہے- یہ دونوں راوی بھی تمام محدثین کے نزدیک ثقہ نہیں مثلا عبد الوہاب ، امام بخاری کے نزدیک ضعیف ہیں اور روح بن عبادہ، امام النسائی اور ابی حاتم کے نزدیک ضعیف ہیں

روایت پر علماء کا عمل

محدثین کا ایک گروہ اس روایت سے دلیل نہیں لیتا جن میں امام احمد ہیں

امام احمد باوجود یہ کہ قرع النعال والی روایت کو مسند میں روایت کرتے ہیں لیکن جوتیوں کی چاپ سننے والی روایت پر عمل نہیں کرتے اور قبرستان میں داخل ہونے سے پہلے جوتیاں اتارنے کا حکم کرتے تھے ظاہر ہے نہ جوتیاں ہوں گی نہ ان کی چاپ کا سوال اٹھے گا

کتاب مسائل إحمد بن حنبل رواية ابنه عبد الله کے مطابق

وَقَالَ أبي يخلع نَعْلَيْه فِي الْمَقَابِر

میرے باپ (احمد) کہتے ہیں قبرستان میں نعل اتار دو

وَكَانَ يَأْمر بخلع النِّعَال فِي الْمَقَابِر

امام احمد حکم دیتے تھے کہ قبرستان میں نعل اتار دو

رَأَيْت ابي اذا اراد ان يدْخل الْمَقَابِر خلع نَعْلَيْه وَرُبمَا رَأَيْته يُرِيد ان يذهب الى الْجِنَازَة وَرُبمَا لبس خفيه اكثر ذَلِك وينْزع نَعْلَيْه

میں نے اپنے باپ کو دیکھا کہ جب قبرستان میں داخل ہوتے تو جوتے اتار دیتے

امام احمد کے بیٹے کتاب العلل ومعرفۃ الرجال میں لکھتے ہیں

رَأَيْت أبي إِذا دخل الْمَقَابِر يخلع نَعْلَيْه فَقلت لَهُ إِلَى أَي شَيْء تذْهب فَقَالَ إِلَى حَدِيث بشير بن الخصاصية

میں نے اپنے باپ کو دیکھا کہ قبرستان میں اتے تو جوتے اتارتے پس میں نے کہا کس بنا پر اس کو کیا؟ انہوں نے کہا حدیث بشیر بن الخصاصیۃ سے لیا

ابی داود کتاب میں لکھتے ہیں

رَأَيْتُ أَحْمَدَ إِذَا تَبِعَ جِنَازَةً فَقَرِبَ مِنَ الْمَقَابِرِ خَلَعَ نَعْلَيْهِ

میں نے احمد کو دیکھا جب وہ جنازہ کے پیچھے قبرستان کے پاس پہنچتے تو جوتے اتار دیتے

کتاب مسائل الإمام إحمد بن حنبل وإسحاق بن راهويہ کے مطابق امام احمد

فلما سلم خلع نعليه ودخل المقابر في طريق [عامية] مشياً على القبور حتى بلغ القبر

پس جب (نماز جنازہ سے) سلام پھرنے کے بعد جوتے اتارتے اور قبرستان میں داخل ہوتے حتی کہ قبر تک پہنچتے

امام احمد کا عملِ قرع النعال والی روایت پر نہیں بلکہ بشیر بن الخصاصیۃ کی روایت پر تھا جو ابو داود نے بَابُ الْمَشْيِ فِي النَّعْلِ بَيْنَ الْقُبُورِ میں روایت کی ہے جس سے واضح ہے کہ ان کے نزدیک یہ قرع النعال سے زیادہ صحیح روایت تھی ورنہ اعلی کو چھوڑ کر ادنی پر عمل کیوں تھا

ابن قدامۃ المغنی ج 2 ص ۴۲۱ میں کہتے ہیں

قال الإمام أحمد رحمه الله إسناد حديث بشير بن الخصاصية جيد أَذْهَبُ إِلَيْهِ، إلَّا مِنْ عِلَّةٍ

امام احمد کہتے ہیں بشیر بن الخصاصیۃ والی حدیث کی اسناد جید ہیں اسی پر مذھب ہے سوائے اس کے کہ کوئی علت ہو

مسند احمد میں یہ حدیث موجود ہے

حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنِي أَسْوَدُ بْنُ شَيْبَانَ، عَنْ خَالِدِ بْنِ سُمَيْرٍ، عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهِيكٍ، عَنْ بَشِيرِ ابْنِ الْخَصَاصِيَةِ، بَشِيرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَجُلًا يَمْشِي فِي نَعْلَيْنِ بَيْنَ الْقُبُورِ، فَقَالَ: «يَا صَاحِبَ السَّبْتِيَّتَيْنِ، أَلْقِهِمَا»

سنن ابن ماجہ بَابُ مَا جَاءَ فِي خَلْعِ النَّعْلَيْنِ فِي الْمَقَابِرِ اور صحیح ابن حبان میں بھی یہ حدیث موجود ہے اور محدث کا تبصرہ بھی ہے

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَسْوَدُ بْنُ شَيْبَانَ، عَنْ خَالِدِ بْنِ سُمَيْرٍ، عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهِيكٍ، عَنْ بَشِيرِ ابْنِ الْخَصَاصِيَةِ، قَالَ: بَيْنَمَا أَنَا أَمْشِي مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: «يَا ابْنَ الْخَصَاصِيَّةِ مَا تَنْقِمُ عَلَى اللَّهِ؟ أَصْبَحْتَ تُمَاشِي رَسُولَ اللَّهِ» فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ: مَا أَنْقِمُ عَلَى اللَّهِ شَيْئًا، كُلُّ خَيْرٍ قَدْ آتَانِيهِ اللَّهُ، " فَمَرَّ عَلَى مَقَابِرِ الْمُسْلِمِينَ، فَقَالَ: «أَدْرَكَ هَؤُلَاءِ خَيْرًا كَثِيرًا» ثُمَّ مَرَّ عَلَى مَقَابِرِ الْمُشْرِكِينَ، فَقَالَ: «سَبَقَ هَؤُلَاءِ خَيْرًا كَثِيرًا» قَالَ: فَالْتَفَتَ، فَرَأَى رَجُلًا يَمْشِي بَيْنَ الْمَقَابِرِ فِي نَعْلَيْهِ، فَقَالَ: «يَا صَاحِبَ السِّبْتِيَّتَيْنِ أَلْقِهِمَا

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، قَالَ: كَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُثْمَانَ يَقُولُ: حَدِيثٌ جَيِّدٌ وَرَجُلٌ ثِقَةٌ ثمّ خلع نعليه فمشى بين القبور

قال عبد الرحمن بن مهدي: كنت أكون مع عبد الله بن عثمان (1) في الجنائز، فلما بلغ المقابر حدثته بهذا الحديث، فقال حديث جيد، ورجل ثقة

عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُثْمَانَ کہتے یہ حدیث جید ہے اور یہ رجل ثقہ ہیں اور جب قبرستان پہنچتے تو نعل اتار دیتے

اتنے سارے حوالے واضح کرتے ہیں کہ امام احمد اور دیگر محدثین نے سرے سے اس روایت پر عمل ہی نہیں کیا کہ جوتیاں پہن کر مردے کو دفناتے وقت چلے ہوں - امام احمد جس قسم کے روایت پسند شخص تھے ان سے اس روایت پر عمل کرنا سرے سے بیان ہی نہیں ہوا کیوں ؟ اس کی وجہ وہ خود بیان کرتے ہیں کہ بشیر بن الخصاصیۃ رضی اللہ عنہ کی روایت پر مذھب ہے

البانی کہتے ہیں (بحوالہ: موسوعۃ العلامۃ الإمام مجدد العصر محمد ناصر الدين الألبانی «موسوعۃ تحتوی علی إكثر من (50) عملًا ودراسۃ حول العلامۃ الألبانی وتراثہ الخالد المؤلف: إبو عبد الرحمٰن محمد ناصر الدين، بن الحاج نوح بن نجاتی بن آدم، الأشقودری الألبانی (المتوفى: 1420ہـ))

وقد ثبت أن الامام أحمد كان يعمل بهذا الحديث

یہ ثابت ہے کہ امام احمد اسی حدیث پر عمل کرتے تھے

الغرض قارئین اپنے ذھن میں رکھیں کہ اس حدیث پر اجماع خود امام بخاری کے دور میں نہیں ملتا اس پر بعض محدثین خود عمل نہیں کرتے اس میں بعض محدثین کے نزدیک سماع فی اختلاط کا مسئلہ ہے خود امام بخاری نے اس پر کوئی تبصرہ نہیں کیا- روایت پر باب باندھنا تبصرہ نہیں ہے جس کی مثال ہے کہ ادب المفرد میں بھی امام بخاری باب باندھتے ہیں جبکہ اس کی تمام راویات صحیح نہیں ہیں

اس روایت کی بنیاد پر ارضی قبر میں سوال و جواب کا عقیدہ بنانے والے دیکھ سکتے ہیں اس میں کیا آراء ہیں

حدیث قرع النعال پر ایک اور نظر

حدیث قرع النعال جو راقم کے نزدیک صحیح سند سے نہیں ہے اور اپنے متن میں عربی کی غلطی کی وجہ سے معلول ہے اس کے شواہد کے طور پر کچھ روایات پیش کی جاتی ہیں

صحیح مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

صحیح بخاری	صحیح مسلم
حَدَّثَنَا عَيَّاشٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الأَعْلَى، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، قَالَ: وَقَالَ لِي خَلِيفَةُ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " العَبْدُ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ، وَتُوُلِّيَ وَذَهَبَ أَصْحَابُهُ حَتَّى إِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ، أَتَاهُ مَلَكَانِ، فَأَقْعَدَاهُ، فَيَقُولاَنِ لَهُ: مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَيَقُولُ: أَشْهَدُ أَنَّهُ عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ، فَيُقَالُ: انْظُرْ إِلَى مَقْعَدِكَ مِنَ النَّارِ	وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِنْهَالٍ الضَّرِيرُ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ الْمَيِّتَ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ، إِنَّهُ لَيَسْمَعُ خَفْقَ نِعَالِهِمْ إِذَا انْصَرَفُوا»، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میت کو جب قبر میں رکھا جاتا ہے وہ سنتی ہے خفق کو جب اس سے دور ہوتے ہیں

	أَبْدَلَكَ اللَّهُ بِهِ مَقْعَدًا مِنَ الجَنَّةِ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " فَيَرَاهُمَا جَمِيعًا، وَأَمَّا الكَافِرُ - أَوِ المُنَافِقُ - فَيَقُولُ: لاَ أَدْرِي، كُنْتُ أَقُولُ مَا يَقُولُ النَّاسُ، فَيُقَالُ: لاَ دَرَيْتَ وَلاَ تَلَيْتَ، ثُمَّ يُضْرَبُ بِمِطْرَقَةٍ مِنْ حَدِيدٍ ضَرْبَةً بَيْنَ أُذُنَيْهِ، فَيَصِيحُ صَيْحَةً يَسْمَعُهَا مَنْ يَلِيهِ إِلَّا الثَّقَلَيْنِ

ان حدیث کے الفاظ میں راوی نے تبدیلی کر دی ہے- صحیح بخاری کی سند وہی صحیح مسلم جیسی ہے لیں ایک میں متن مکمل ہے تو دوسری میں شیخ امام مسلم مُحَمَّدُ بْنُ مِنْهَالٍ الضَّرِيرُ کا اپنا گمان ہے –

سیر الاعلام النبلاء از امام الذھبی میں ہے

قَالَ العِجْلِيُّ: بَصْرِيٌّ، ثِقَةٌ، لَمْ يَكُنْ لَهُ كِتَابٌ، قُلْتُ لَهُ: لَكَ كِتَابٌ؟ فَقَالَ: كِتَابِي صَدْرِي

عجلی نے کہا یہ بصرہ کے ثقہ ہیں ان کے پاس کتاب نہیں ہوتی تھی میں نے ان سے کہا آپ کے پاس کتاب ہے ؟ بولے میرا سینہ ہے

مُحَمَّدُ بْنُ مِنْهَالٍ الضَّرِيرُ روایت کو مکمل یاد نہ رخ پائے اور اپنا ادراج اس میں شامل کر دیا- جب اسی سند سے اس کا مکمل متن مل گیا ہے تو ظاہر ہو جاتا ہے کہ صحیح مسلم کی یہ روایت معلول ہے-

غیر مقلد ناصر الدین البانی (1332-1420ھ)اس حدیث کے بارے میں کتاب سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة وأثرها السيئ في الأمة اپنا فہم پیش کرتے ہیں

وأما قوله صلى الله عليه وسلم: " العبد إذا وضع في قبره، وتولى وذهب أصحابه حتى إنه ليسمع قرع

نعالهم أتاه ملكان فأقعداه، فيقولان له.. " الحديث رواه البخاري فليس فيه إلا السماع في حالة إعادة الروح إليه ليجيب على سؤال الملكين كما هو واضح من سياق الحديث

اس میں کچھ سماع کا ذکر نہیں ہے سوائے اس کے کہ جب فرشتوں کے سوالات کے جواب کے لیے میت میں روح لوٹائی جاتی ہے تو اس حالت میں وہ (جوتوں کی)اواز سُنتی ہے حدیث کے سیاق سے یہ بات واضح ہو رہی ہے

وہابی عالم محمدبن صالح عثیمین تبصرہ کرتے ہیں (القول المفید علی کتاب التوحید 289/1)

فَهُوَ وَارِدٌ فِي وَقْتٍ خَاصٍّ، وَهُوَ انْصِرَافُ الْمُشَيِّعِينَ بَعْدَ الدَّفْنِ

مُردوں کا یہ سننا ایک خاص وقت میں ہوتا ہے اور وہ دفن کرنے والوں کا تدفین کے بعد واپس لوٹنے کا وقت ہے

اس حوالے سے کہا جاتا ہے کہ چاپ مردہ سنتا ہے کہ دیکھو جس دنیا میں تھے وہ فانی تھی وغیرہ وغیرہ ہے - ایسی تشریح تبھی صحیح بنتی ہے جب دنیا پرست لوگ ہوں –کیا ابو بکر و معاویہ و ابو ہریرہ و انس رضی اللہ عنہما کو بھی یہ چاپ سنوائی گئی ؟ کیا وہ دنیا پرست لوگ تھے یا متقی مومن تھے- ان کی اس تشریح کی بے بضاعتی کسی بھی عامی فہم پر بھی واضح ہو جاتی ہے

نور پوری مردے سنتے ہیں لیکن نامی مضمون میں لکھتے ہیں[11]

ثابت ہوا کہ قران و سنت میں مُردوں کے سننے کا کوئی ثبوت نہیں، اسی لیے سلف صالحین میں سے کوئی بھی سماعِ موتی کا قائل نہیں تھادین وہی ہے جو سلف صالحین نے سمجھا اور جس پر انہوں نے عمل کیاباقی سب بدعات و خرافات ہیںاللہ تعالی ہمیں دین و ایمان کی سلامتی عطا فرمائے اور ساری زندگی سلف صالحین کے نقشِ قدم پر چلائے امین

دوسری طرف ابن تیمیہ کے فتوے سب سلفیوں کا منہ چڑا رہے ہیں - مجموع الفتاوی ج ۴ ص ۲۷۳ پر لکھتے ہیں

أَمَّا سُؤَالُ السَّائِلِ هَلْ يَتَكَلَّمُ الْمَيِّتُ فِي قَبْرِهِ فَجَوَابُهُ أَنَّهُ يَتَكَلَّمُ وَقَدْ يَسْمَعُ أَيْضًا مَنْ كَلَّمَهُ؛ كَمَا ثَبَتَ فِي الصَّحِيحِ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: إنَّهُمْ يَسْمَعُونَ قَرْعَ نِعَالِهِمْ

اور سائل کا سوال کہ کیا میت قبر میں کلام کرتی ہے؟ پس اس کا جواب ہے بے شک وہ بولتی ہے اور سنتی ہے جو اس سے کلام کرے ، جیسا صحیح میں نبی صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے مروی ہے کہ بے شک وہ

جوتوں کی چاپ سنتی ہے

ابن تیمیہ ج ۱ ص ۳۴۹ پر لکھتے ہیں

وَقَدْ ثَبَتَ فِي الصَّحِيحَيْنِ وَغَيْرِهِمَا أَنَّ الْمَيِّتَ يَسْمَعُ خَفْقَ نِعَالِهِمْ إذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ فَهَذَا مُوَافِقٌ لِهَذَا فَكَيْفَ يَدْفَعُ ذَلِكَ ؟ وَمِنْ الْعُلَمَاءِ مَنْ قَالَ : إنَّ الْمَيِّتَ فِي قَبْرِهِ لَا يَسْمَعُ مَا دَامَ مَيِّتًا كَمَا قَالَتْ عَائِشَةُ

اور بے شک صحیحین سے یہ ثابت ہے اور دیگر کتب سے بے شک میت جوتوں کی چاپ سنتی ہے جب دفنانے والے پلٹتے ہیں پس یہ موافق ہے اس (سننے) سے لہذا اس کو کیسے رد کریں؟ اور ایسے علماء بھی ہیں جو کہتے ہیں : بے شک میت قبر میں نہیں سنتی جب تک کہ وہ مردہ ہے جیسے کہ عائشہ (رضی اللہ تعالی عنہا) نے کہا

ابن تیمیہ کے نزدیک میت کا سماع استثناء کی صورت نہیں ہے بلکہ ایک عموم ہے -

اپنے آپ کو سلفی کہنے والے ہی سلف کے عقائد سے براءت کرتے نظر آتے ہیں

ابن تیمیہ مقلد سلفی عالم زبیر علی زئی تو دو ہاتھ اور آگے گئے اور ایک روایت کو حسن قرار دے دیا جس میں میت قبر سے باہر چھلانگ لگا کر انسانوں کو مدد کے لئے پکارتی بھی ہے ملاحظہ ہو

سن ۲۰۰۲ میں زبیر علی نے اثبات عذاب قبر از بیہقی کا اردو میں ترجمہ کیا

قال الامام ابوبكر البيهقي أخبرنا أبو عبد الله الحافظ، وأبو عبد الرحمن السلمي، وأبو سعيد بن أبي عمرو قالوا: ثنا أبو العباس محمد بن يعقوب، ثنا الحسن بن علي، يعني ابن عفان العامري، ثنا عباءة بن كليب الليثي، عن جويرية بن أسماء، عن نافع، عن ابن عمر قال: " بينا أنا صادر عن غزوة الأبواء، إذ مررت بقبور فخرج علي رجل من قبر يلتهب نارا وفي عنقه سلسلة يجرها، وهو يقول يا عبد الله اسقني سقاك الله قال: فوالله ما أدري، باسمي يدعوني أو كما يقول الرجل للرجل: يا عبد الله، إذ خرج على أثره أسود بيده ضغث من شوك وهو يقول: يا عبد الله لا تسقه، فإنه كافر فأدركه فأخذ بطرف السلسلة، ثم ضربه بذلك الضغث ثم اقتحما في القبر، وأنا أنظر إليهما، حتى التأم عليهما وروي في ذلك قصة عن عمرو بن دينار قهرمان آل الزبير، عن سالم بن عبد الله بن عمر عن أبيه وفي الآثار الصحيحة غنية "

۲۳۲) ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ ایک دفعہ میں غزوہ ابواء سے واپس لوٹ رہا تھا کہ میں (کچھ) قبروں کے پاس سے گزرا۔ ایک آدمی (اچانک) قبر سے نکل کر میری طرف آیا۔ اسے آگ لگی ہوئی تھی۔ اور اس کی گردن میں ایک زنجیر تھی جسے وہ گھسیٹ رہا تھا اور کہہ رہا تھا: اے عبداللہ! (اللہ کے بندے) مجھے پانی پلاؤ، اللہ تجھے پانی پلائے۔ اللہ کی قسم! مجھے معلوم نہیں کہ اس نے مجھے (پہچان کر) عبداللہ کہا یا ویسے ہی کہہ دیا جیسے ایک آدمی دوسرے آدمی کو: اے اللہ کے بندے! کہہ کر پکارتا ہے۔ اس شخص کے پیچھے ایک کالا شخص نکلا جس کے ہاتھ میں کانٹوں والی ٹہنی تھی اور وہ کہہ رہا تھا: اے عبداللہ! اسے پانی نہ پلانا کیونکہ یہ کافر ہے۔ پھر اس (کالے) شخص نے اسے پکڑ لیا۔ اس کی زنجیر لے کر اس ٹہنی سے اسے مارتا ہوا دوبارہ قبر میں لے گیا۔ میں ان دونوں کی طرف دیکھ رہا تھا حتی کہ وہ قبر میں غائب ہو گئے۔ یہ قصہ ایک دوسری سند سے بھی مروی ہے اور صحیح آثار کافی ہیں۔

۲۳۲) إسناده حسن، كتاب الروح (ص ۹۳، ۹٤) میں اس کے شواہد ہیں۔

تنبیہ: دوسری سند والی روایت معجم ابی یعلی الموصلی (ص ۱۰٤) میں ہے اس میں عمرو بن دینار قہرمان آل زبیر ضعیف ہے۔

زبیر کی موت اس عقیدے پر نہ ہوئی جو آجکل جمہور اہل حدیث کا ہے کہ عود روح استثنائی ہے بلکہ ان کے ہاں مردے قبروں سے باہر چھلانگ بھی لگاتے ہیں-البانی کہتے ہیں حسن روایت پر بھی عقیدہ لیا جا سکتا ہے لیکن ہمارے نزدیک تو یہ شروع سے ہی منکر روایات ہیں

فتنہ و عذاب قبر کی روایات کی شروحات

فتنہ قبر و عذاب قبر کے حوالے سے کچھ روایات ہیں
اول صلوۃ الکسوف کے حوالے سے صحیحین کی روایات جو متفرق اصحاب رسول سے مروی ہیں- یہ روایات صحیح ہیں
دوم : حدیث قرع النعال جو انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور مکمل صحیح بخاری میں ہے
سوم: حدیث البراء بن عائزب رضی اللہ عنہ جو زاذان نے نقل کی ہے اور مسند احمد اور سنن ابو داود میں ہے
چہارم : متخالف و متضاد روایات جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منسوب ہیں جو سنن نسائی ، ابوداود و ابن ماجہ میں ہیں
ان تمام روایات میں باہم اضطراب ہے اور ان کی شرح میں اختلاف بھی چلا آ رہا ہے- شرح کے اقوال پانچ طرح کے ہیں

۱. قبر میں مردہ مردہ نہیں ہوتا اس وقت زندہ ہوتا ہے
۲. سوال و جواب و عذاب ایک دوسرے بدن سے یا روح سے ہوتا ہے-
۳. سوال و جواب قبر میں مردہ میت سے ہوتا ہے-
۴. سوال و جواب قبر میں زندہ کو ہوتا ہے-
۵ . سوال و جواب قبر میں روح کے تعلق سے ہوتا ہے-

اب ان پر فردا فردا بات کرتے ہیں

برزخی جسم کا ذکر یعنی ایک نیا بدن یا روح سے نعمت و عذاب پانا

یہ عقیدہ بہت سے علماء کا ہے اور یہ عقیدہ اہل سنت کا ہی ہے

فقیہ عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ خَالد کی رائے

تاریخ اسلام از الذھبی میں ان کا ترجمہ ہے

عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ خَالِدِ الْجُمَحِيُّ مَوْلاهُمُ، الْمِصْرِيُّ الْفَقِيهُ، أَبُو يَحْيَى. [الوفاة: 161 - 170 ه]
مَنْ قُدَمَاءِ أَصْحَابِ مَالِكٍ، وَكَانَ مَالِكٌ مُعْجَبًا بِهِ وَبِفَهْمِهِ، وَهُوَ أَوَّلُ [ص:438] مَنْ أَدْخَلَ مِصْرَ فِقْهَ مَالِكٍ، وَبِهِ تَفَقَّهَ ابْنُ الْقَاسِمِ قَبْلَ رِحْلَتِهِ إِلَى مَالِكٍ، وَكَانَ من الصالحين.رَوَى عَنْهُ: اللَّيْثُ بْنِ سَعْدٍ، وَرِشْدِينَ، وَابْنِ وَهْبٍ.وَمَاتَ شَابًّا، تُوُفِّيَ سَنَةَ ثَلاثٍ وَسِتِّينَ وَمِائَةٍ.

عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ خَالِدِ الْجُمَحِيُّ مَوْلاهُمُ، الْمِصْرِيُّ الْفَقِيهُ، یہ امام مالک کے اصحاب میں سے ہیں فقیہ و صالح ہیں

فقہ مالکی کی کتاب النَّوادر والزِّيادات على مَا في المدَوَّنة من غيرها من الأُمهاتِ از أبو محمد عبد الله بن (أبي زيد) عبد الرحمن النفزي، القيرواني، المالكي (المتوفى: 386هـ) میں موجود ہے

وذكر أصبغ، عَنِ ابْنِ الْقَاسِمِ، في الْعُتْبِيَّة: أنه سمع عبد الرحيم بن خالد يقول: بلغني أن الروح له جسد، ويدان، ورجلان، ورأس، وعينان، يسل من الجسد سلا

ابْنِ الْقَاسِمِ نے الْعُتْبِيَّة میں ذکر کیا ہے کہ عبد الرحیم بن خالد نے کہا ان کو پہنچا ہے کہ روح کے لئے ایک جسم ہوتا ہے اور ہاتھ اور پیر اور سر اور آنکھیں

یعنی ابن قاسم اور عبد الرحیم بن خالد دونوں برزخی جسم کے قائل تھے

امام الاشعری

امام الاشعری (المتوفی: 324ھ) اپنی کتاب مقالات الإسلاميين واختلاف المصلين میں مسلمانوں کے اختلاف کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

واختلفوا في عذاب القبر: فمنهم من نفاه وهم المعتزلة والخوارج، ومنهم من أثبته وهم أكثر أهل الإسلام، ومنهم من زعم أن الله ينعم الأرواح ويؤلمها فأما الأجساد التي في قبورهم فلا يصل ذلك إليها وهي في القبور

اور عذاب القبر میں انہوں نے اختلاف کیا : پس ان میں سے بعض نے نفی کی اور یہ المعتزلۃ اور

الخوارج ہیں - اور ان میں سے کچھ نے اثبات کیا ہے اور یہ اکثر اہل اسلام ہیں اور ان میں سے بعض نے گمان کیا ہے کہ یہ صرف روح کو ہوتا ہے اور جسموں کو جو قبروں میں ہیں ان تک نہیں پہنچتا

ابن جوزی

محمد بن مفلح بن محمد بن مفرج (المتوفى: 763هـ) اپنی کتاب كتاب الفروع ومعه تصحيح الفروع لعلاء الدين علي بن سليمان المرداوي میں لکھتے ہیں کہ

وَقَالَ ابْنُ الْجَوْزِيِّ فِي كِتَابِهِ السِّرِ الْمَصُونِ: الَّذِي يُوجِبُهُ الْقُرْآنُ وَالنَّظَرُ أَنَّ الْمَيِّتَ لَا يَسْمَعُ وَلَا يُحِسُّ، قَالَ تَعَالَى: {وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُورِ} [فاطر: 22] . وَمَعْلُومٌ أَنَّ آلَاتِ الْحِسِّ قَدْ فُقِدَتْ، وَأَجَابَ عَنْ خِلَافِ هَذَا بِرَدِّ الْأَرْوَاحِ، وَالتَّعْذِيبُ عِنْدَهُ وَعِنْدَ ابْنِ عَقِيلٍ عَلَى الرُّوحِ فَقَطْ

اور ابن الجوزی نے اپنی کتاب السِّرّ الْمَصُونِ میں کہا ہے کہ جو قرآن و (نقد و) نظر سے جو واجب ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ بے شک میت نہ سنتی ہے نہ احساس رکھتی ہے اللہ تعالیٰ نے کہا (اے نبی) جو قبروں میں ہیں ان کو آپ نہیں سنا سکتے (فاطر ۲۲) اور جو پتا ہے کہ آلہ احساس کھو چکے ہیں اور عود روح ہونے پر اس کے خلاف ہو جائے گا - اور عذاب ان کے نزدیک اور ابن عقیل کے نزدیک صرف روح کو ہوتا ہے

تناسخ کا تعلق اسی دنیا میں ایک جسم چھوڑ کر دوسرے میں جانا ہے جب کہ احادیث میں یہ معاملہ عالم ارواح یا برزخ کا ہے لہٰذا اس کا اس سے کیا تعلق. تناسخ دیگر ادیان میں اسی دنیا میں ہوتا ہے دوئم ڈاکٹر عثمانی ۱۴۰۰ سال میں پہلی شخصیت نہیں جو یہ کہہ رہی ہے ابن عقیل او ابن جوزی کا بھی یہی نظریہ ہے اوپر دے گئے حوالہ جات دیکھے جا سکتے ہیں. ہماری طرح ، ابن جوزی بھی اسی دنیا میں تناسخ ارواح کے سخت خلاف ہیں. اس کے لئے کتاب **تلبیس ابلیس** دیکھی جا سکتی ہے. لیکن جب ارواح کے لئے عالم البرزخ میں نئے جسموں کی بات اتی ہے تو **صید الخاطر** میں لکھتے ہیں

وقوله: "فِي حَوَاصِلِ طَيْرٍ خُضْرٍ" دليل على أن النفوس لا تنال لذة إلا بواسطة، إن كانت تلك اللذة لذة مطعم أو مشرب، فأما لذات المعارف والعلوم، فيجوز أن تنالها بذاتها مع عدم الوسائط

اور قول کہ (شہداء کی ارواح) سبز پرندوں کے پیٹوں میں (ہیں) تو یہ دلیل ہے کہ بے شک ارواح

لذّت نہیں لیتیں الا یہ کہ کوئی واسطہ ہو اگر یہ لذّت کھانے پینے کی ہو، لیکن اگر یہ معارف و معرفت کی لذتیں ہوں تو جائز ہے کہ یہ لذّتیں واسطے کے بغیر لی جائیں

ابن عقیل

ابن عقیل کی رائے کا ذکر ابن الجوزی نے تلبیس ابلیس میں کیا ہے کہ

فإنه لما ورد النعيم والعذاب للميت علم أن الإضافة حصلت إلى الأجساد والقبور تعريفا كأنه يقول صاحب هذا القبر الروح التي كانت في هذا الجسد منعمة بنعيم الجنة معذبة بعذاب النار

پس یہ جو آیا ہے میت پر نعمت اور عذاب کا تو جان لو کہ (القبر کا) اضافہ سے تعریفا (نہ کہ حقیقا) قبروں اور اجساد کی طرف (اشارہ) ملتا ہے جیسے کہا جائے کہ صاحب القبر کی روح کو جو اس جسد میں تھی جنت کی نعمتوں سے عیش میں (یا) آگ کے عذاب سے تکلیف میں

اِبو الوفاء علی بن عقیل بن محمد بن عقیل المتوفی ۵۱۲ ھ حنبلی عالم تھے اپنی کتاب الفنون میں لکھتے ہیں

لأنّه قد ثبت في الخبر الصحيح ، من عدّة أسانيد ، أنّ الأرواح تُجعَل في أطيار . وإذا ثبت ذلك ، مع كون أجسادهم في الأرض باليةً خاليةً من الأرواح ، ثبت أن ينعّم ويعذّب الأرواح في غير أجسادها الأُوَل ، كما جعل أجساد الأرواح أطيارًا ليست تلك الأجساد . وهذا نوع تناسخ . وعلى القول بالتناسخ مذاهب عدّة من مذاهب الأوائل ، ومذاهب أرباب الأديان . لكنّ المعوّل على ما ورد به النقل من نقل الأرواح الى الأطيار ، مع تحقّقنا أنّ جواهر أجسادهم التي عملوا بها الأعمال بالية في الأرض . ونحن إنّما نمنع التناسخ بالآراء ؛ فأمّا بالروايات ، فلا .

بلا شبہ خبر صحیح سے ثابت ہے جس کی بہت سی سندیں ہیں کہ ارواح کے لئے پرندے بنائے گئے ہیں اور جب یہ ثابت تو اس کے ساتھ (معلوم ہے کہ) ان کے اجسام (عضری) بھی تھے جو زمین میں ہیں، گلنے والے، جو روحوں سے خالی ہیں اور یہ ثابت ہے کہ ارواح کو نعمت و عذاب ملتا ہے

پہلے (عنصری) جسموں سے الگ۔ (برزخی) جسموں میں کہ ان کی ارواح کے لئے پرندوں کے بدن ہیں جو ان جسموں میں نہیں جن میں یہ روحیں پہلے تھیں - اور یہ ایک نوع کا تناسخ ہے اور اس قول تناسخ پر بہت سے پچھلے مذاهب بھی ہیں اور دیگر ادیان والے بھی -

لیکن معول (مُعْتَمَد قول) وہ ہے جو نقل (احادیث) سے وارد ہو گیا ہے کہ ارواح کو پرندوں میں منتقل کر دیا جاتا ہے ہماری تحقیق ہے کہ وہ اجسام جن سے دنیا میں اعمال کیے ان کے جواہر زمین میں گل سڑ گئے (یعنی جسد عنصری برباد ہو گئے) - اور ہم (علماء) تناسخ کو آراء کی بنیاد پر لینے سے منع کرتے ہیں لیکن اگر روایات میں آ گیا تو پھر منع نہیں کریں گے

ابن رجب الحنبلی الجامع لتفسیر الإمام ابن رجب الحنبلی میں لکھتے ہیں کہ

وممن رجَّح هذا القولَ - أعني السؤالَ والنعيمَ والعذابَ للروح خاصةً - من أصحابِنا ابنُ عقيلٍ وأبو الفرج ابن الجوزيِّ. في بعضِ تصانيفِهما. واستدلَّ ابنُ عقيلٍ بأنَّ أرواحَ المؤمنينَ تنعمُ في حواصلِ طيرٍ خضرٍ، وأرواح الكافرينَ تعذَّب في حواصلِ طيرٍ سودٍ، وهذه الأجسادُ تبْلَى فدلَّ ذلك على أنَّ الأرواحَ تعذبُ وتنعمُ في أجسادٍ أخرَ...

اور جو اس قول کی طرف گئے ہیں یعنی کہ سوال و جواب راحت و عذاب صرف روح سے ہوتا ہے ان میں ہمارے اصحاب ابن عقیل اور ابو الفرج ابن الجوزیؒ ہیں اپنی بعض تصنیف میں اور ابن عقیل نے استدلال کیا ہے کہ مومنین کی ارواح سبز پرندوں میں نعمتیں پاتی ہیں اور کافروں کی ارواح کو کالے پرندوں میں عذاب ہوتا ہے اور یہ اجساد (جو دنیاوی قبر میں ہیں) تو گل سڑ جاتے ہیں پس یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ ارواح کو عذاب و راحت دوسرے جسموں میں ملتی ہے

یعنی جنبیلوں میں بھی برزخی جسم کے قائل تھے۔

ابن أبي العز الحنفي، الدمشقي (المتوفى: 792ھ) شرح العقيدة الطحاوية میں لکھتے ہیں

فَإِنَّهُمْ لَمَّا بَذَلُوا أَبْدَانَهُمْ لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ حَتَّى أَتْلَفَهَا أَعْدَاؤُهُ فِيهِ، أَعَاضَهُمْ مِنْهَا فِي الْبَرْزَخِ أَبْدَانًا خَيْرًا مِنْهَا، تَكُونُ فِيهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَيَكُونُ تَنَعُّمُهَا بِوَاسِطَةِ تِلْكَ الْأَبْدَانِ، أَكْمَلَ مِنْ تَنَعُّمِ الْأَرْوَاحِ الْمُجَرَّدَةِ عَنْهَا

پس جب انہوں (شہداء) نے اپنے جسم اللہ کے لئے لگا دیے حتیٰ کہ ان کے دشمنوں نے ان پر زخم لگائے، ان کو البرزخ میں اس سے بہتر جسم دیے گئے جو قیامت تک ہونگے، اور وہ نعمتیں ان بدنوں سے حاصل کریں گے، جو مجرد ارواح سے حاصل کرنے سے زیادہ کامل شکل ہے

ایک مرکب ذہن کی طرف سے

ابو جابر دامانوی اپنے مرکب ذھن سے جو سمجھ پائے اس کا مخلص ہے

عذاب القبر مرکب اضافی ہے

عذاب مضاف ہے اور القبر مضاف الیہ ہے یعنی اس مرکب میں عذاب کی نسبت قبر کی طرف کی گئی ہے اور مراد یہ ہے کہ وہ عذاب جو قبر میں ہوتا ہے اور اس وضاحت سے بھی ثابت ہو گیا کہ قبر میں میت کو عذاب ہوتا ہے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: عذاب القبر حق (بخاری: ۲ / ۱۳۷۲) قبر کا عذاب حق ہے۔

یہ قول سلف کے اقوال و تفہیم سے یکسر الگ ہے جو اوپر ذکر کیے گئے ہیں

رسول اللہ کا ارشاد ہے عذاب قبر حق ہے اور اس کی مثال میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کسوف کے بعد جو خطبہ دیا اس میں ذکر کیا

ایک عورت کا جس کو بلی نوچ رہی ہے (صحیح ابن حبان)

ایک شخص (عمرو بن لحیی) کا جو اپنی آنتوں کو گھسیٹ رہا ہے (صحیح بخاری)

ایک شخص کا جو لاٹھی پر ٹیک لگائے عذاب جھیل رہا ہے (صحیح ابن خزیمہ)

یہ تمام عذابات براہ راست دیکھے جب پر نماز کسوف پڑھا رہے تھے اور اس روز مومن پر عذاب قبر کی خبر دی گئی

برزخی جسم کا موجود ہونا احادیث میں ہے

مسند احمد کی روایت ہے جس کو شعیب صحیح کہتے ہیں

وَعُرِضَتْ عَلَيَّ النَّارُ، فَجَعَلْتُ أَنْفُخُ خَشْيَةَ أَنْ يَغْشَاكُمْ (2) حَرُّهَا، وَرَأَيْتُ فِيهَا سَارِقَ بَدَنَتَيْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَرَأَيْتُ فِيهَا أَخَا بَنِي دَعْدَعٍ، سَارِقَ (3) الْحَجِيجِ، فَإِذَا فُطِنَ لَهُ قَالَ: هَذَا عَمَلُ الْمِحْجَنِ، وَرَأَيْتُ فِيهَا امْرَأَةً طَوِيلَةً سَوْدَاءَ حِمْيَرِيَّةً، تُعَذَّبُ فِي هِرَّةٍ رَبَطَتْهَا، فَلَمْ تُطْعِمْهَا (4) وَلَمْ تَسْقِهَا، وَلَمْ تَدَعْهَا تَأْكُلُ مِنْ خَشَاشِ الْأَرْضِ، حَتَّى مَاتَتْ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر جہنم کو پیش کیا گیا ... اس میں میں بَنِي دَعْدَعٍ کے

بھائی کو دیکھا حاجیوں کا سامان چوری کرنے والا .. اور ایک لمبی عورت کو دیکھا جس نے بلی کو باندھ رکھا یہاں تک مر گئی

صحیح ابن خزیمہ میں ہے کہ یہ چوری کرنے والا کہتا ہے

وَيَقُولُ: إِنِّي لَا أَسْرِقُ، إِنَّمَا يَسْرِقُ الْمِحْجَنُ، فَرَأَيْتُهُ فِي النَّارِ مُتَّكِئًا عَلَى مِحْجَنِهِ".
میں نے چوری نہیں کی ... لیکن یہ اس لاٹھی سے ٹیک لگائے ہوئے ہے جس سے یہ چوری کرتا تھا

یہ شخص لاٹھی سامان میں اٹکا کر چوری کرتا تھا لہٰذا اسی لاٹھی سے جہنم میں اب بھی ٹیک لگائے ہوئے ہے- ظاہر ہے یہ جسم کی علامت ہے کہ اس کو لاٹھی پر روکا ہوا ہے- اسی طرح بلی ہے جو عورت پر جھنپٹی ہے اس کو نوچتی ہے

فَهِيَ إِذَا أَقْبَلَتْ تَنْهَشُهَا، وَإِذَا أَدْبَرَتْ تَنْهَشُهَا   صحيح ابن حبان

یہ بھی برزخی جسم کی خبر ہے- اب یہ سوچنے کا مقام ہے بلی بے چاری مری تو مری جہنم میں بھی چلی گئی- مولوی کہتے ہیں برزخی جسم نہیں ہو سکتا ورنہ کرے کوئی بھرے کوئی ہو جائے گا- تو بھلا بتاو یہ بلی جہنم میں کیوں ہے ؟

کتاب القائد إلى تصحيح العقائد میں عالم عبد الرحمن بن يحيى بن علي بن محمد المعلمي العتمي اليماني (المتوفى: 1386ھ) کرے کوئی بھرے کوئی والے مقولے پر لکھتے ہیں

القائد
إلى تصحيح العقائد

تأليف
العلامة الشيخ عبدالرحمن بن يحيى المعلمي العتمي اليماني

علق عليه
محمد ناصر الدين الألباني

المكتب الإسلامي

ومنها أن ينال الجزاء هذه الأجزاء، وهذا غير متحتم لان الكاسب المختار للطاعة أو المعصية، والمدرك لأثرها في الدنيا والمدرك للذة الجزاء أو ألمه في الأخرى هو الروح، وإنما العدل، فليكن من ذلك ما يمكن. وقد جاءت عدة نصوص تدل ان أبدان اهل الجنة والنار يكون بعض البدن منها أو كله من غير الأجزاء التي كان منها في الدنيا، ففي (الصحيحين) في قصة الذين يخرجون من النار « فيخرجون قد امتحشوا وعادوا حُمَماً فيلقون في نهر الحياة فينبتون كما تنبت الحبة في حميل السيل . . . » وجاءت عدة احاديث أن أهل الجنة يكونون كلهم على صورة آدم طوله ستون ذراعاً، راجعها في « الباب التاسع والثلاثين » من (حادي الارواح) . وقال الله تبارك وتعالى في أهل النار: ﴿كُلَّمَا نَضِجَت جُلُودهم بَدَّلناهُم جُلوداً غَيْرها لِيَذوقُوا العَذاب﴾. (النساء: ٥٦).

وفي (صحيح مسلم) عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: « ما بين منكبي الكافر في النار مسيرة ثلاثة أيام للراكب المسرع » وقال تعالى: ﴿ولا تَحْسَبَنَّ الذين قُتِلوا في سَبيلِ الله أمْواتاً بَلْ أحياءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُون﴾. (آل عمران: ١٦٩).

وفي (صحيح مسلم) من حديث ابن مسعود انه سئل عن هذه الآية؟ فقال: أما إنّا قد سألناه عن ذلك فقال: « أرواحهم في جوف طير خضر، لها قناديل معلقة بالعرش تسرح في الجنة حيث شاءت ثم تأوي الى تلك القناديل فاطلع اليهم ربهم اطلاعة . . . » أخرجه عن جماعة عن الأعمش عن عبدالله بن مرة عن مسروق عن ابن مسعود، وقد أخرجه ابن جرير في (تفسيره) (ج ٤ ص ١٠٦ ـ ١٠٧) من

١٥٧

طريق شعبة ومن طريق سفيان الثوري كلاهما عن الأعمش بسنده أنهم سألوا عبدالله ابن مسعود فقال: « أرواح الشهداء . . . » . فثبت سماع الاعمش لهذا الحديث من عبدالله بن مرة، لأن شعبة لا يروي عن الأعمش الا ما علم انه سماع للأعمش ممن سماه، نص على ذلك أهل المصطلح وغيرهم،(١) وكذلك أخرج هذا الحديث الدارمي (ج ٢ ص ٢٠٦) من طريق شعبة، فأما عدم التصريح بالرفع فلا يضر لأن هذا ليس مما يقال بالرأي، مع ظهور الرفع في رواية مسلم.

وفي (مسند احمد) (ج ١ ص ٢٦٥): « ثنا يعقوب ثنا أبي عن ابن إسحاق حدثني إسماعيل بن أمية عن عمرو بن سعيد عن أبي الزبير المكي عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: « لما أصيب إخوانكم بأحد جعل الله عز وجل أرواحهم في أجواف طير خضر تَرِدُ انهار الجنة، تأكل من ثمارها، وتأوي إلى قناديل من ذهب في ظل العرش، فلما وجدوا طيب مشربهم ومأكلهم وحسن منقلبهم قالوا يا ليت إخواننا يعلمون . . . » أبو الزبير يدلس،(٢) وقد أخرج الحاكم في (المستدرك) (ج ٢ ص ٢٩٧) الحديث من وجه آخر عن ابن إسحاق عن إسماعيل عن أبي الزبير عن سعيد بن جبير عن ابن عباس، زاد في السند « سعيد بن جبير » . وقال الحاكم: « صحيح على شرط مسلم » وأقره الذهبي.

وقال الله عز وجل: ﴿وَحاق بآلِ فِرْعَوْنَ سُوءُ العَذابِ. النارُ يُعْرَضُون عَلَيْها غُدُوّاً وَعَشِياً وَيَوم تَقومُ السّاعَةُ أدْخِلُوا آلَ فِرعَوْن أشَدَّ العَذاب﴾ (المؤمن: ٤٥ - ٤٦).

وأخرج ابن جرير في (تفسير) (ج ٢٤ ص ٤٢) بسند رجاله ثقات عن هزيل ابن شرحبيل أحد ثقات التابعين قال: « أرواح آل فرعون في أجواف طير سود تغدو وتروح على النار وذلك عرضها » وفي (روح المعاني) أن عبدالرزاق وابن أبي حاتم أخرجا نحوه عن ابن مسعود.

ومن حكم الإعادة أداء الشهادة قال الله تبارك وتعالى: ﴿وَيَوم يُحْشَرُ أعداءُ الله إلى النّار فَهُمْ يوزَعُون. حتى إذا ما جاؤها شَهِدَ عَلَيهم سَمْعُهُم وأبْصارُهُم وَجُلودُهُم بما كانوا يَعْمَلُون﴾ (فصلت: ١٩ ـ ٢٠).

بلا شبہ بہت سے نصوص میں آیا ہے جو دلالت کرتا ہے کہ اہل جنت و جہنم کے جسم کے بعض حصے یا تمام ان پر مشتمل نہیں ہوں گے جس پر وہ دنیا میں تھے پس الصحیحین میں قصہ ہے ان کا جن کو جہنم سے نکالا جائے گا پس وہ نکلیں گے کہ جل بھن گئے ہوں گے ان کو نہر حیات میں انڈیلا جائے گا پس یہ اگیں گے جیسے ایک بیج اگتا ہے اور بہت سی احادیث میں آیا ہے کہ اہل جنت کے قد 60 ہاتھ ہوں گے صورت آدم پر … اور الله تبارک و تعالی کہتے ہیں اہل النار کے لئے جب بھی ان کی کھالیں جلیں گی ہم ان کو دوسری سے بدلتے رہیں گے کہ عذاب کا مزہ لیں اور صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی الله عنہ سے مروی ہے کہ رسول الله صلی الله علیہ وسلم نے فرمایا کافر کے شانوں کے درمیان تین دن کی مسافت ہو

گی جہنم میں – اور اللہ تعالی نے فرمایا جو اللہ کی راہ میں قتل ہوئے ہیں ان کو مردہ گمان مت کرو بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس زرق پاتے ہیں ال عمران اور صحیح مسلم میں ابن مسعود کی حدیث ہے کہ ان سے اس آیت پر سوال ہوا تو انہوں نے کہا ہم نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس پر سوال کیا تھا پس اپ صلی اللہ علیہ نے فرمایا انکی روحیں سبز پرندوں کے پیٹ میں ہیں ان کے لئے قندیلیں ہیں جو عرش رحمان سے لٹک رہی ہیں جنت میں جہاں کی سیر چاھتے ہیں کرتے ہیں پھر واپس انہی قندیلوں میں اتے ہیں پس ان کے رب نے ان سے پوچھا … اس کو ایک جماعت نے اعمش سے روایت کیا ہے انہوں نے عبد اللہ بن مرہ سے انہوں نے مسروق سے انہوں نے ابن مسعود سے اور اس کی تخریج کی ہے ابن جریر نے تفسیر میں ج 4 ص 106- 107 پر شعبہ کے طرق سے …. کہ انہوں نے ابن مسعود سے پوچھا تو انہوں نے کہا شہداء کی ارواح پس اعمش کا سماع ثابت ہے اس حدیث پر عبد اللہ بن مرہ سے کیونکہ شعبہ نہیں روایت کرتے اعمش سے سوائے اسکے کہ سماع ہو … اس پر اہل مصطلح کی نص ہے اور دیگر کی اور اسی طرح اس حدیث کی دارمی نے تخریج کی ہے … اور مسند احمد میں ج 1 ص 265 پر … ابن عبّاس کی روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ جب تمہارے بھائیوں کو احد میں شہادت ملی تو اللہ نے انکی روحوں کو سبز پرندوں کے پیٹوں میں کر دیا جس سے وہ جنت کی نہروں تک جاتے اور پھلوں میں سے کھاتے ہیں …. اور حاکم نے اس کی تخریج مستدرک میں کی ہے … اور حاکم نے اس کو صحیح کہا ہے مسلم کی شرط پر اور الذھبی نے اقرار کیا ہے اور اللہ تعالی فرماتے ہیں اور ال فرعون کو برے عذاب نے گھیر لیا اگ ہے جو ان پر صبح و شام پیش ہوتی ہے اور بروز قیامت – داخل کرو ال فرعون کو شدید عذاب میں سورہ المومن اور ابن جریر نے تفسیر میں تخریج کی ہے روایت ثقات سے صحیح سند کے ساتھ ، عن ہزیل بن شرحبیل تابعین میں سے ایک سے کہ ال فرعون کی ارواح کالے پرندوں میں ہیں اگ پر سے اڑتے ہیں اور یہ ان پر پیش ہونا ہے

البانی کہتے ہیں

(١) تكلف المؤلف القول بحشر أجزاء كل بدون في بدن واحد أو في أبدان متعددة وما يلي ذلك من أدائها شهادتها في بدن واحد أو في أبدان متعددة هو من النظر المتعمق فيه الذي ذمه المؤلف كثيراً وذكر ما نشأ عنه من مفاسد وشبهات أبعدت المتكلمين عن تصديق الكتاب والسنة فما كان أحراه أن يبتعد عما ذم غيره عليه وخير ما قاله سابقاً أن البدن آلة الروح يحل هذا الاشكال ولا حاجة إلى التعمق، وقلت أنا إن البدن مطية الشخصية الانسانية وثيابها وما أبلغ أن يشهد على الانسان مطيته وثيابه قديمة أو جديدة لبسها غيره قبله أو أختص هو بلبسها، الحجة قائمة في شاهد عليك منك . والله أعلم . م ع .

مولف نے یہاں اصرار کیا ہے قول پر کہ تمام اجزاء کا جمع ہونا ایک بدن میں یا پھر بہت سے ابدان میں اور اس پر جو گواہی ہے کہ ایک بدن ہے یا بہت سے بدن ہیں اس میں مولف کی عمیق نظری ہے جس کو مولف نے کثرت سے بیان کیا ہے اور ذکر کیا ہے ان مفاسد و شبہات کا جو متکلمین کو قرآن و سنت کی تصدیق سے دور لے گئے ... اور سب سے اچھا مولف کا قول ہے جو گزرا کہ بدن تو صرف ایک آلہ ہے روح کا جس سے یہ اشکال حل ہو جاتا ہے اور غور کی پھر حاجت نہیں رہتی اور میں البانی کہتا ہوں بدن انسانی شخصیت کا مطیع ہوتا ہے اور اس کا لباس ہوتا ہے چاہے انسان کوئی اور لباس نیا یا پرانا پہنے ... و اللہ اعلم

اپ دیکھ سکتے ہیں المعلمی کے مطابق نہ صرف محشر کے بعد بلکہ قیامت سے پہلے بھی روح کے جسم ہیں جن میں قالب بدل رہے ہیں ال فرعون اس دنیا میں جسد عنصری میں تھے البرزخ میں کالے پرندوں میں ہیں اور روز محشر بطور کافران کا جسم اتنا بڑا ہو گا کہ کھال ہی احد پہاڑ برابر حدیث میں بیان کی گئی ہے اور یہ تناسخ نہیں ہے

تفسیر ابن کثیر میں ہے

قَالَ: ابْنُ أَبِي حَاتِمٍ حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ حَدَّثَنَا الْمُحَارِبِيُّ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ ثَرْوَانَ عَنْ هُذَيْلٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: إِنَّ أَرْوَاحَ الشُّهَدَاءِ فِي أَجْوَافِ طيور خضر تسرح بهم في الجنة حيث شاؤوا، وَإِنَّ أَرْوَاحَ وِلْدَانِ الْمُؤْمِنِينَ فِي أَجْوَافِ عَصَافِيرَ تَسْرَحُ فِي الْجَنَّةِ حَيْثُ شَاءَتْ فَتَأْوِي إِلَى قَنَادِيلَ مُعَلَّقَةٍ فِي الْعَرْشِ، وَإِنَّ أَرْوَاحَ آلِ فرعون في أجواف طيور سُودٍ تَغْدُو عَلَى جَهَنَّمَ وَتَرُوحُ عَلَيْهَا فَذَلِكَ عَرْضُهَا، وَقَدْ رَوَاهُ الثَّوْرِيُّ عَنْ أَبِي قَيْسٍ عن الهذيل بْنِ شُرَحْبِيلَ مِنْ كَلَامِهِ فِي أَرْوَاحِ آلِ فِرْعَوْنَ «2» وَكَذَلِكَ قَالَ السُّدِّيُّ.

ہزیل ابن شرحبیل کہتے ہیں کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا شہداء کی ارواح سبز پرندوں کے پیٹوں میں ہیں اس میں جنت کی سیر کرتے ہیں جہاں چاہیں جاتے ہیں اور مومنوں کی اولاد کی ارواح یہ چڑیوں کے پیٹوں میں ہیں یہ جنت میں جہاں چاہیں جاتے ہیں پھر عرش پر لٹکتی قندیلوں میں واپس اتے ہیں اور ال فرعون کی ارواح یہ کالے پرندوں کے پیٹوں میں ہیں ان کو جہنم پر لایا جاتا ہے پھر اس پر اڑایا جاتا ہے تو یہ وہ پیشی ہے

اور اس کو امام ثوری نے روایت کیا ہے ابو قیس سے انہوں نے ہزیل ابن شرحبیل سے اور ایسا ہی السدی نے روایت کیا ہے

البانی کہتے ہیں موقوف صحابی بھی لائق دلیل ہے اور اس روایت کو مسلک پرستوں نے کتاب المسند فی عذاب قبر میں بھی نقل کیا ہے قبول کیا ہے

امام فخر الدین رازی

اشاعرہ کے امام فخر الدین رازی کتاب نہایہ العقول میں لکھتے ہیں

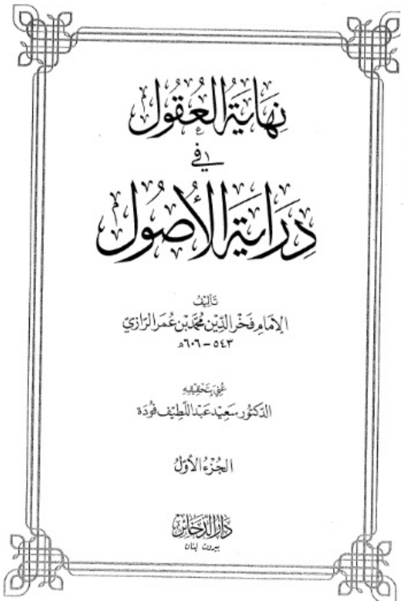

المسألة الثانية: في معاد النفس والبدن جميعاً:

اعلَمْ أن جَمْعاً من المسلمين ـ لـما صعُب عليهم تقريرُ(٦) المعاد البدني على الوجه الذي لخّصناهُ وأرادوا تقريرَ ما جاءت به الأنبياءُ صلوات الله عليهم(٧) من أمر الحشر والنشر ـ سلكوا في ذلك منهجاً آخرَ، وهو أنهم أثبتوا النفْسَ الناطقة، وزعموا أنها هي الإنسان بالحقيقة، وهي(٨) المكلَّفُ، والمطيع والعاصي، والـمُثاب والمعاقَب، وأنّ البدن يجري مجرى الآلة(٩)، زعموا(١٠) أنها باقيةٌ بعدَ فساد البدن، فإذا أراد الله تعالى حَشْر الخلائقِ خلقَ لكلِّ واحدٍ من هذه الأرواح بدَناً وردَّهُ إليه.

وهذا مذهبُ جمهورِ النصارى والتناسخية، وكثيرٍ من علماء الإسلام مثل أبي الحسين الحليمي، والإمام الغزالي(١)، وأبي القاسم الراغب، وأبي زيد الدبوسي(٢)، ومعمر من قدماء المتكلمين، وابن الهيصم(٣) من الكرامية، وكثير من الصوفية، وجمهور الإخبارية من الرافضة.

إلا أن الفرقَ بين قول أهل الإسلام والتناسخية في ذلك(٤) من وجهين:

أحدهما: أن المسلمين يقولون: إنّ الله تعالى إنّما يردُّ الأرواحَ إلى الأبدان لا في هذا العالَـم بل في الدار الآخرة، والتناسخية(٥) يقولون: إنّه تعالى(٦) يردُّها إلى الأبدان في هذه الدار، ويُنكرون الدارَ الآخرةَ والجنةَ والنار.

وثانيهما: أن المسلمين يُثبتون حدوثَ هذه الأرواح، والتناسخيةُ يُثبتون قِدَمَها.

وإنما نبّهنا على هذا الفرق؛ لأنه يغلُبُ على الطباع العامية أنه لـما كان هذا المذهبُ مما ذهبت التناسخية والنصارى إليه وجب أن يكون باطلاً وكُفراً، ولا يعلمون أنه ليس كلُّ ما ذهب إليه كافرٌ وجب أن يكون كفراً.

اور جان لو کہ تمام مسلمان .... اثبات کرتے ہیں نفس ناطقہ (روح) کا اور دعوی کرتے ہیں کہ یہی حقیقی انسان ہے جو مکلّف ہے اطاعت گزار ہے گناہ گار ہے اور رجوع کرنے والا اور انجام پر پہنچنے والا ہے اور

بدن اس کے لئے ایک آلہ کے طور چلتا ہے اور یہ دعوی کرتے ہیں کہ یہ نفس ناطقہ باقی رہتا ہے بدن کے خراب ہو جائے پر بھی پس جب اللہ کا ارادہ مخلوق کا حشر کرنے کا ہو گا وہ ان سب ارواح کے لئے ایک بدن بنائے گا اور ان میں ان کو لوٹائے گا

اور یہ مذہب ہے جمہور نصاری کا اور تناسخ والوں کا اور کثیر علمائے اسلام کا مثلا ابی حسین حلیمی اور امام غزالی اور ابی قاسم الراغب اور ابی زید الدبوسی اور قدماء متکلمین کا اور ابن الھیصم کا اور کرامیہ کا اور کثیر صوفیاء کا اور روافض کے جمہور کا

خبر دار اہل اسلام اور تناسخیہ کے قول میں فرق ہے دو طرح سے

اول : بے شک مسلمان کہتے ہیں کہ اللہ تعالی ارواح کو ابدان میں لوٹائے گا جو اس عالم (عنصری) کے نہیں بلکہ دار آخرت کے ہیں اور تناسخ والے کہتے ہیں کہ اللہ تعالی ان ارواح کو اسی عالم کے اجسام میں لوٹائے گا اور وہ دار آخرت کے منکر ہیں اور جنت اور جہنم کا بھی انکار کرتے ہیں

دوم : بے شک مسلمان ان ارواح کے لئے حدوث کا اثبات کرتے ہیں اور تناسخ والے ان کی قدامت کا اثبات کرتے ہیں

اور بے شک ہم نے اس فرق کو واضح کر دیا ہے

امام فخر الدین رازی واضح کہہ رہے ہیں کہ حشر پر جو اجسام ہوں گے وہ اس عالم عنصری سے الگ ہوں گے اور یہ بات احادیث کے مطابق ہے

شہاب الدین محمود بن عبد اللہ الحسینی الآلوسی (المتوفى: 1270ھ) تفسیر میں لکھتے ہیں

تفسیر ج ١١ ص ٨٣ آیت وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ کی تفسیر میں لکھتے ہیں

وذكر الشيخ إبراهيم الكوراني في بعض رسائله أن الأرواح بعد مفارقتها أبدانها المخصوصة تتعلق بأبدان أخر مثالية حسبما يليق بها وإلى ذلك الإشارة بالطير الخضر في حديث الشهداء

اور شیخ ابراہیم الکورانی (الملا برهان الدين إبراهيم بن حسن بن شهاب الدين الكردي

الشهرزوري الشهراني الكوراني (ت1101هـ)) نے اپنے بعض رسائل میں ذکر کیا ہے کہ ارواح اپنے مخصوص جسموں (جسد عنصری) کو چھوڑنے کے بعد ایک دوسرے اسی جیسے بدن سے تعلق اختیار کرتی ہیں اور اس کی طرف اشارہ ہے پرندوں والی حدیث میں جو شہداء سے متعلق ہے

کتاب الأعلام از الزرکلی الدمشقی (المتوفی: 1396ھ) میں الکورانی کا ترجمہ ہے
الكُوراني (1025 - 1101 هـ = 1616 - 1690 م) إبراهيم بن حسن بن شهاب الدين الشهراني الشهرزوريّ الكوراني، برهان الدين: مجتهد، من فقهاء الشافعية. عالم بالحديث. قيل إن كتبه تنيف عن ثمانين

ابن حزم الأندلسی القرطبیّ الظاہری (المتوفى: 456هـ) اپنی کتاب المحلى بالآثار میں لکھتے ہیں کہ
وَلَمْ يَرْوِ أَحَدٌ أَنَّ فِي عَذَابِ الْقَبْرِ رَدَّ الرُّوحِ إلَى الْجَسَدِ إلَّا الْمِنْهَالُ بْنُ عَمْرٍو، وَلَيْسَ بِالْقَوِيِّ
اور کسی نے یہ روایت نہیں کیا کہ عذاب القبر میں روح جسم کی طرف لوٹائی جاتی ہے سوائے الْمِنْهَالُ بْنُ عَمْرٍو کے اور وہ قوی نہیں

اپنی دوسری کتاب الفصل في الملل والأهواء والنحل میں لکھتے ہیں کہ
لِأَن فتْنَة الْقَبْر وعذابه وَالْمَسْأَلَة إِنَّمَا هِيَ للروح فَقَط بعد فِرَاقه للجسد إِثْر ذَلِك قبر أَو لم يقبر
بے شک فتنہ قبر اور عذاب اور سوال فقط روح سے ہوتا ہے جسم سے علیحدہ ہونے کے بعد چاہے اس کو قبر ملے یا نہ ملے

ابن الخراط (المتوفى: 581هـ) کتاب العاقبة في ذكر الموت میں لکھتے ہیں
وَقد ضرب بعض الْعلمَاء لتعذيب الرّوح مثلا بالنائم فَإِن روحه تتنعم أَو تتعذب والجسد لَا يحس بِشُيْء من ذَلِك
اور بعض علماء نے لیا ہے کہ روح کو عذاب ہوتا ہے مثلا سونے والے کی طرح پس اس کی روح منعم یا معذب ہوتی ہے اور جسد کوئی شے محسوس نہیں کرتا اس میں سے
قابل غور ہے کہ ابن عقیل اور ابن جوزی حنبلی ہیں اور آج کل کے وہابی اور انکے خوشہ چین اہل حدیث برزخی جسم کے متقدمین کے عقیدے کو چھپاتے ہیں

مولانا ثناء اللہ امرتسری فتاوی ثنائیہ صفحہ 292 میں جواب دیتے ہیں

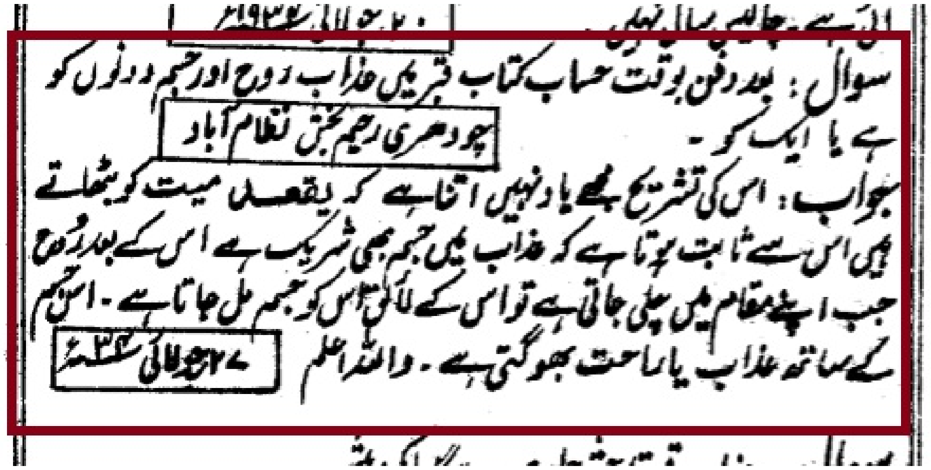

سوال: بعد دفن بوقت حساب کتاب قبر میں عذاب روح اور جسم دونوں کو ہے یا ایک کو۔

چودھری رحیم بخش نظام آباد

جواب: اس کی تشریح مجھے یاد نہیں اتنا ہے کہ یفعل میت کو بٹھلاتے ہیں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عذاب میں جسم بھی شریک ہے اس کے بعد روح جب اپنے مقام میں چلی جاتی ہے تو اس کے لائق اس کو جسم مل جاتا ہے۔ اس جسم کے ساتھ عذاب یا راحت بھوگتی ہے۔ واللہ اعلم

۲۷ جولائی ۱۹۳۳ء

روح جب اپنے مقام میں جاتی ہے تو اسکو اس کے لائق جسم مل جاتا ہے اس جسم کے ساتھ عذاب یا راحت بھوگتی ہے

ابن تیمیہ نے افراط کا مظاہرہ کیا اور ابن قیّم کتاب الروح میں لکھتے ہیں کہ ابن تیمیہ نے کہا

من يَقُول إِن النَّعيم وَالْعَذَاب لَا يكون إِلَّا على الرّوح وان الْبدن لَا ينعم وَلَا يعذب وَهَذَا تَقوله الفلاسفة المنكرون لِمَعَاد الْأَبدَان وَهَؤُلَاء كفار بِإِجْمَاع الْمُسلمين

جو یہ کہے کہ راحت و عذاب صرف روح کو ہوتا ہے اور بدن کو نہیں ہوتا تو یہ قول جسموں کے معاد کے انکاری فلسفیوں کا ہے اور یہ سارے مسلمانوں کے نزدیک کافر ہیں

جبکہ یہ اوپر دیے گئے علماء فلاسفہ ہرگز نہیں ہیں جن کے نزدیک فتنہ قبر و سوال روح سے ہوتا ہے یا کسی دوسرے جسم میں ہوتا ہے

ان میں بعض علماء مثلا ابن حزم کا قول ہے کہ سوال صرف روح سے ہوتا ہے اور برزخی جسم نہیں ہوتا

بعض کا قول ہے کہ سوال و جواب جسد عنصری سے ہوتا ہے پھر روح جنت یا جہنم میں ہوتی ہے

بعض کا قول ہے کہ سوال و جواب روح سے ہوتا ہے اور روح کا جسم میں عود نہیں ہوتا

قبر میں مردہ صرف اس وقت خاص میں زندہ ہوتا ہے

اس عقیدے کے قائل اہل سنت کے بعض علماء ہیں

البانی کی رائے

البانی کتاب آیات البینات از نعمآن الوسی پر تقریظ میں لکھتے ہیں

۲:- یہ حدیث ہے اِن المیّت لیسمع قرع نعالھم اذا انصرفوا۔ یعنی
جب لوگ تدفین کے بعد لوٹنے لگتے ہیں تو مردہ ان کے قدموں کی چاپ سنتا ہے۔
دوسری روایت میں ہے " انّ العبد اذا وضع فی قبرہ و تولّی عنہ أصحابہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتب
www.KitaboSunnat.com

۶۰

وانہ لیسمع قرع نعالھم أتاہ ملکان۔ یعنی مردے کو قبر میں رکھنے کے
بعد جب لوگ لوٹنے لگتے ہیں وہ ان کے پاؤں کی چاپ سنتا ہے اور پھر اس کے
پاس دو فرشتے آتے ہیں یہ حدیث بھی ایک وقت کے ساتھ خاص ہے یعنی جب فرشتے
سوال کیلئے آتے ہیں تو وہ زندہ ہوتا ہے اور لوگوں کے قدموں کی چاپ سنتا ہے۔
لہٰذا اس سے بھی کوئی عام حکم ثابت نہیں ہوتا، بہت سے علماء نے اس کا یہی مفہوم
مراد لیا ہے جیسے ابن الھمام وغیرہ، ان کے دوسرے دلائل بھی ہیں لیکن ان کی
سندیں صحیح نہیں ہیں۔ ان میں سے ایک حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قبر کی

موسوعة العلامة الإمام مجدد العصر محمد ناصر الدين الألباني «موسوعة تحتوي على أكثر من (50) عملاً ودراسة حول العلامة الألباني وتراثه الخالد»

المؤلف: أبو عبد الرحمن محمد ناصر الدين، بن الحاج نوح بن نجاتي بن آدم، الأشقودري الألباني (المتوفى: 1420هـ)

صَنَعَهُ: شادي بن محمد بن سالم آل نعمان

الناشر: مركز النعمان للبحوث والدراسات الإسلامية وتحقيق التراث والترجمة، صنعاء - اليمن

الطبعة: الأولى، 1431 هـ - 2010 م

عدد الأجزاء: 9

کے مطابق البانی ج ۹ ص ۱۵۲ کہتے ہیں کہ شہید کی روح کو پرندے کے بطن میں ڈالا جاتا ہے اور عام مومن کو نہیں ڈالا جاتا

في حديث آخر أن هذا الميت المؤمن إما أن يكون من عامة المؤمنين، وإما أن يكون شهيداً، فإذا كان من عامة المؤمنين فتنتقل روحه منه إلى بطن طير من طيور الجنة فيتنعم يأكل هذا الطير من شجر الجنة، إذا كان هذا الميت شهيدا فتكون روحه في حوصلة طير من طيور الجنة. روح المؤمن العادي في بطن الطير، روح المؤمن الشهيد في حوصلة الطير. فإذن روح المؤمن نعيمه إما في قبره وقد ينتقل في الجنة بروحه وليس بجسده

اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ اس مومن کی میت ... کی روح کو اگر یہ شہید ہے تو اس کو پرندے کے بطن میں منتقل کر دیا جاتا ہے جو جنت کے پرندے ہیں پس یہ نعمت پاتے ہیں جب یہ پرندے جنت کے درخت سے کھاتے ہیں اور ان کو جنت کے پرندوں کے پیٹوں میں رکھا جاتا ہے ... اور عام مومن کی روح کو جنت منتقل کیا جاتا ہے اس کو جسد نہیں ملتا

البانی کے نزدیک سوال جواب کے وقت روح کو لوٹا دیا جاتا ہے اس کے بعد مومن کی روح جنت میں چلی جاتی ہے اور شہید کی روح کو جسم مل جاتا ہے لیکن یہ بھی کہا

يعذب أو ينعم بروحه لأن جسده ميت

عذاب یا نعمت روح سے ملتی ہے کیونکہ جسد میت ہوتا ہے

اس بنا پر البانی نے مبہم عقیدہ اختیار کیا ہے جو واضح نہیں ہے - البانی ج ۹ ص ۱۵۹ پر کہتے ہیں قبر کا دبوچنا عذاب قبر نہیں ہے

لأن ضمة القبر غير عذاب القبر، كما يدل عليه أحاديث ضم القبر لسعد بن معاذ، وللصبي، وانظر "الصحيحة" (1695و2164)

قبر کا دبانا عذاب قبر نہیں ہے جیساکہ دلیل ہے کہ قبر نے سعد بن معاذ اور بچے کو بھی دبایا ہے

البانی ج ۹ ص ۱۶۰ کہتے ہیں کہ قبر جنت کا باغ ہے حدیث ضعیف ہے

سؤال: القبر روضة من رياض الجنة أو حفرة من حفر النار، هذا حديث؟
الشيخ: حديث ضعيف

غیر مقلد مولوی نذیر حسین

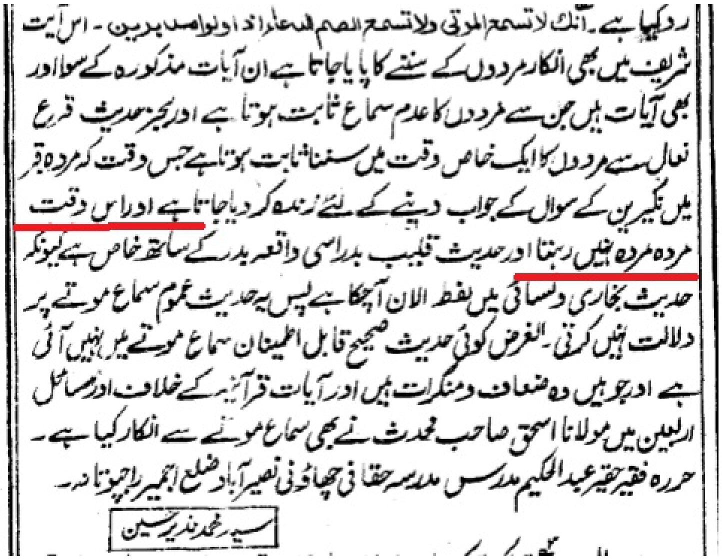
رد کیا ہے۔ انک لا تسمع الموتی ولا تسمع الصم الدعاء اذا ولوا مدبرین - اس آیت
شریف میں بھی انکار مردوں کے سننے کا پایا جاتا ہے ان آیات مذکورہ کے سوا اور
بھی آیات ہیں جن سے مردوں کا عدم سماع ثابت ہوتا ہے اور بجز حدیث قرع
نعال سے مردوں کا ایک خاص وقت میں سننا ثابت ہوتا ہے جس وقت کہ مردہ قبر
میں نکیرین کے سوال کے جواب دینے کے لئے زندہ کر دیا جاتا ہے اور اس وقت
مردہ مردہ نہیں رہتا اور حدیث قلیب بدر اسی واقعہ بدر کے ساتھ خاص ہے کیونکہ
حدیث بخاری و نسائی میں بلفظ الان آچکا ہے پس یہ حدیث عموم سماع موتے پر
دلالت نہیں کرتی۔ الغرض کوئی حدیث صحیح قابل اطمینان سماع موتے میں نہیں آئی
ہے اور جو ہیں وہ ضعاف و منکرات ہیں اور آیات قرآنیہ کے خلاف اور مسائل
اربعین میں مولانا اسحق صاحب محدث نے بھی سماع موتے سے انکار کیا ہے۔
حررہ فقیر حقیر عبدالحکیم مدرس مدرسہ حقانی چھاؤنی نصیر آباد ضلع اجمیر راجپوتانہ۔
سید محمد نذیر حسین

قاضی ابی یعلی فیض القدیر شرح الجامع الصغیر کے مطابق

يسمع قرع نعالهم أي صوتها عند الرؤوس قال القاضي: يعني لو كان حيا فإن جسده قبل أن يأتيه الملك فيقعده ميت لا حس فيه انتهى

یسمع قرع نعالھم یعنی سروں پر آواز قاضی ابی یعلی کہتے ہیں اگر زندہ ہوتا کیونکہ جب فرشتے جب جسد کو بٹھاتے ہیں تو اس وقت میت میں حس نہیں ہوتی

بدیع الدین شاہ راشدی کتاب توحید الخالص میں لکھتے ہیں

www.KitaboSunnat.com

دونوں وحی ہیں اور ماوحی میں تعارض واقع نہیں ہو سکتا پس یہی صورت تطبیق کی ہے۔

قال ابن التين لامعارضة بين حديث ابن عمر والآية لأن الموتى لايسمعون بلاشك ولكن إذا اراد الله أسماع ماليس من شانه السماع لم يمتنع كقوله ﴿ إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ ... ﴾ (الأحزاب: ۷۲) وقوله ﴿ فَقَالَ لَهَا وَلِلْأَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا ﴾ (فصلت: ۱۱) كذا فى الفتح الحلبى بمصر.

ابن التین کہتے ہیں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث اور آیت میں کوئی تعارض نہیں ہے اس لئے کہ بلاشک مردے نہیں سنتے ہیں لیکن جب اللہ اس کو سنانا چاہے جس کی صفت سننا نہیں تو یہ ممتنع نہیں ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم نے امانت پیش کی۔ اور فرمایا: ہم نے اسے اور زمین کو کہا خوشی سے آؤ یا ناپسندیدگی سے۔ "فتح الباری" میں اسی طرح ہے۔[1]

وعاشراً: آپ ﷺ کے عہدِ مبارک میں ان کے علاوہ کئی کفار مرے اور قتل ہوئے کسی کو اس طرح خطاب نہیں بلکہ کسی میت سے آپ ﷺ نے کوئی خطاب یا کلام نہیں کیا اگر یہ عام ہوتا اور ان کو خطاب کرتے رہتے تو صحابہ اس طرح نہ سوال کرتے نہ تعجب کرتے۔ پس ثابت ہوا کہ یہ محض ایک معجزہ اور خرقِ عادت تھی جس سے دوسروں کو تنبیہ ہو گئی۔

حدیث خفق النعال سے استدلال: اسی طرح خفق النعال والی حدیث سے بھی استدلال کرتے ہیں مگر وہ بھی ان کی دلیل نہیں بنتی کیونکہ یہ حدیث بخاری میں اس طرح ہے۔

عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ عَنْ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ الْعَبْدُ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ وَتُوُلِّيَ وَذَهَبَ أَصْحَابُهُ حَتَّى إِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ أَتَاهُ مَلَكَانِ فَأَقْعَدَاهُ فَيَقُولَانِ لَهُ مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ مُحَمَّدٍ ﷺ. الحديث .

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: بندہ جب قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے دوست واپس پلٹتے ہیں حتی کہ وہ ان کے جوتوں کی آوازیں سنتا ہے تو دو فرشتے آتے ہیں اور اس کو بٹھاتے ہیں اور کہتے ہیں اس شخص (محمد ﷺ) کے بارے میں تو کیا کہتا تھا۔[2]

جواب: یہاں ظاہر ہے کہ ہر وقت مراد نہیں بلکہ اس وقت کہ دفن کرنے والے لوٹ رہے ہوں اور فرشتے اس کو اٹھاتے ہیں تو اس وقت سوال کے لئے زندہ کیا جاتا ہے اور دوسری جگہ پر سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں روح کے لوٹانے کا صریحاً ذکر ہے:

ففى حديث أصحاب السنن وصححه ابو عوانة وغيره وَفِيهِ "فَتُرَدّ رُوحه فِي جَسَده" وَفِيهِ فَيَأْتِيه مَلَكَانِ فَيَجْلِسَانِ فَيَقُولَانِ لَهُ: مَنْ رَبّك؟ ...الحديث وفيه... وَأَنَّ الْكَافِر تُعَاد رُوحه فِي جَسَده، فَيَأْتِيه مَلَكَانِ فَيُجْلِسَانِهِ الحديث. كذا فى الفتح الحلبى بمصر.

اصحاب سنن کی حدیث میں جسے ابو عوانہ وغیرہ نے صحیح کہا یوں ہے اس کی روح جسم میں لوٹائی جاتی ہے، دو فرشتے اس

[1] - فتح الباري (۴۷۷/۳) .

﴿ وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى فَادْعُوهُ بِهَا ﴾

توحیدِ خالص

تالیف

العلامہ الشیخ ابو محمد بدیع الدین شاہ الراشدی رحمہ اللہ

ترجمہ : الاستاذ محمد رفیق الاثری حفظہ اللہ

افادات: الشیخ العلامہ محمد ناصر الدین الالبانی رحمہ اللہ

ناشر

المركز الإسلامي للبحوث العلمية

المكتبة الراشدية نيو سعيدآباد سند

میت کو سوال کے لئے زندہ کیا جاتا ہے

یعنی سماع الموتی کا انکار کرنے کے بعد قبر میں اس مردہ کو زندہ قرار دیا گیا تاکہ قرانی آیات کا بھی رد نہ ہو اور حدیث سے تطبیق کی صورت پیدا ہو سکے ۔

ابن بطال نے مہلب کا قول نقل کیا ہے

قال المهلب: ولا معارضة بين الآية والحديث، لأن كل ما نسب إلى الموتى من استماع النداء والنوح، فهى فى هذا الوقت عند الفتنة أول ما يوضع الميت فى قبره أو متى شاء الله أن يرد أرواح الموتى ردها إليهم لما شاء

المهلب نے کہا اس حدیث میں اور قرآن میں کوئی تعارض نہے ہے کیونکہ یہ جو بھی میت سے منسوب کیا گیا ہے کہ وہ رونے دھونے کو سنتی ہے تو یہ فتنہ قبر کے شروع کا وقت ہے جب میت کو قبر میں رکھا جاتا ہے یا جب اللہ چاہتا ہے تو روح لوٹا دی جاتی ہے

المناوی

السراج المنير شرح الجامع الصغير في حديث البشير النذير از علي بن الشيخ أحمد بن الشيخ نور الدين بن محمد بن الشيخ إبراهيم الشهير بالعزيزي میں ہے

قال المناوي أي صوتها عند الدوس لو كان حياً فإنه قبل أن يقعده الملك لا حس فيه

مناوی نے کہا میت چاپ سن لیتی اگر میت زندہ ہوتی کیونکہ فرشتے کے بیٹھانے سے قبل میت میں

کوئی حس نہیں ہوتی

ان لوگوں کے بقول سوال جواب زندہ سے ہوتا ہے پھر روح کو جنت منتقل کر دیا جاتا ہے۔ روح کا تعلق رہ جاتا ہے یا وہ واپس بھی آ جاتی ہے

سوال و جواب و عذاب قبر میں مردہ میت سے ہوتا ہے

اس عقیدے کے قائل علماء فرقہ معتزلہ و کرامیہ ہیں - یہ عقیدہ معدوم ہو گیا تھا حتی کہ عصر حاضر میں اس عقیدے کو اہل حدیث علماء ابو جابر دامانوی اور ارشد کمال نے اپنی کتب میں پیش کیا ہے

بہت سے علماء کا فتنہ قبر پر قول نقل ہوا ہے کہ یہ سوال میت سے ہوتا ہے اور عذاب بھی بلا جسد روح کو ہوتا ہے – لیکن یہ علماء فرقہ معتزلہ و کرامیہ کے ہیں

كوثَر المَعَاني الدَّرَارِي في كَشْفِ خَبَايا صَحِيحْ البُخَاري از محمَّد الخَضِر بن سيد عبد الله بن أحمد الجكني الشنقيطي (المتوفى: 1354هـ) کے مطابق

وأنكرت المعتزلة عذاب القبر والخوارج وبعض المرجئة، لكن قال القاضي عبد الجبار رئيس المعتزلة: إن قيل: مذهبكم أدّاكم إلى إنكار عذاب القبر، وقد أطبقت عليه الأمة. قيل: هذا الأمر إنما أنكره ضِرار بن عمرو، ولما كان من أصحاب واصل ظنوا أن ذلك مما أنكرته المعتزلة، وليس الأمر كذلك، بل المعتزلة رجلان: أحدهما: يُجوِّز ذلك كما وردت به الأخبار، والثاني: يقطع بذلك، وأكثر شيوخنا يقطعون بذلك، وإنما يُنْكَر قول جماعة من الجهلة: إنهم يعذَّبون وهم موتى. ودليل العقل يمنع من ذلك.

اور المعتزلة نے عذاب قبر کا انکار کیا اور خوارج اور کچھ مرجیہ نے انکار کیا ہے لیکن قاضی عبد الجبار المعتزلة کے سردار کہتے ہیں کہا جاتا ہے تمہارا مذھب تم کو عذاب قبر کے انکار پر لے جاتا ہے اور بے شک اس میں امت کو طبقات میں کر دیتا ہے – کہا جاتا ہے کہ اصل معاملہ یہ ہے کہ اس کا انکار ضِرار بن عمرو نے کیا جبکہ وہ اصحاب واصل بن عطا میں سے ہے – اس سے لوگوں نے یہ گمان کیا المعتزلة اس کے انکاری ہیں جبکہ ایسا نہیں تھا بلکہ المعتزلة میں دو (بڑے) اشخاص تھے ایک اس کے جواز کا قائل ہے اور یہ بات روایات میں بیان ہوئی ہے اور دوسرا اس سے الگ ہے – اور ہمارے اکثر شیوخ اس سے الگ ہی ہیں اور انکی طرف سے ایک جاہلوں کی اس جماعت کا انکار کیا گیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ میت کو عذاب ہو گا اور یہ مردہ ہو گی اور عقل کی دلیل اس سے مانع ہے

كتاب المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج از أبو زكريا محيي الدين يحيى بن شرف النووي (المتوفى: 676هـ) میں ہے

أَنَّ مَذْهَبَ أَهْلِ السُّنَّةِ إِثْبَاتُ عَذَابِ الْقَبْرِ كَمَا ذَكَرْنَا خِلَافًا لِلْخَوَارِجِ وَمُعْظَمِ الْمُعْتَزِلَةِ وَبَعْضُ الْمُرْجِئَةِ نَفَوْا ذَلِكَ ثُمَّ الْمُعَذَّبُ عِنْدَ أَهْلِ السُّنَّةِ الْجَسَدُ بِعَيْنِهِ أَوْ بَعْضُهُ بَعْدَ إِعَادَةِ الرُّوحِ إِلَيْهِ أَوْ إِلَى جُزْءٍ مِنْهُ وَخَالَفَ فِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ جَرِيرٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بن كرام وطائفة فقالوا لايشترط إِعَادَةُ الرُّوحِ قَالَ أَصْحَابُنَا هَذَا فَاسِدٌ لِأَنَّ الْأَلَمَ وَالْإِحْسَاسَ إِنَّمَا يَكُونُ فِي الْحَيِّ

بے شک اہل سنت کا مذھب اثبات عذاب قبر ہے جیسا ہم نے ذکر کیا بر خوارج اور الْمُعْتَزِلَةِ کے بڑوں اور بعض الْمُرْجِئَةِ کے- یہ لوگ اس کا انکار کرتے ہیں – پھر عذاب پانے والا اہل سنت میں پورا جسد ہے یا اس کا بعض حصہ آعادہ روح کے بعد جو پورے جسد یا اس کے اجزاء میں ہوتا ہے اور اس کی مخالفت کی ہے امام ابن جریر طبری نے اور عبد اللہ بن کرام نے اور ایک گروہ نے اور کہا ہے عذاب کے لئے روح لوٹنا شرط نہیں ہے – ہمارے اصحاب (اہل سنت جواب میں) کہتے ہیں یہ (قول یا رائے) فاسد ہے کیونکہ الم و احساس زندہ کے لئے ہے

كتاب شرح سنن ابن ماجه - الإعلام بسنته عليه السلام از مغلطاي بن قليج بن عبد الله البكجري المصري الحكري الحنفي، أبو عبد الله، علاء الدين (المتوفى: 762هـ) کے مطابق

إنّما أنكره أولًا ضرار بن عمرو، ولما كان من أصحاب واصل ظنوا أن ذلك مما أنكرته المعتزلة، وليس الأمر كذلك بل
المعتزلة رجلان: أحدهما يجوز ذلك كما وردت به الأخبار، والثاني يقطع بذلك، وأكثر شيوخنا يقطعون بذلك إنّما ينكرون قول طائفة من الجهلة أنّهم يعذبون وهم موتى، ودليل العقل يمنع من ذلك، وبنحوه قاله أبو عبد الله المرزباني في كتاب الطبقات أيضًا،

بے شک اس کا شروع شروع میں ضرار بن عمرو نے انکار کیا اور اصحاب واصل نے گمان کیا کہ اس کا انکار المعتزلة نے کیا ہے جبکہ اصل بات یہ ہے کہ المعتزلة میں دو اشخاص تھے ایک اس کے جواز کا قائل ہے اور یہ بات روایات میں بیان ہوئی ہے اور دوسرا اس سے الگ ہے – اور ہمارے اکثر شیوخ اس سے الگ ہی ہیں اور انکی طرف سے ایک جاہلوں کی اس جماعت کا انکار کیا گیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ ان کو عذاب ہو گا اور یہ مردہ ہوں گے اور عقل کی دلیل اس سے مانع ہے – ابو عبد اللہ المرزبانی کہتے ہیں کتاب الطبقات میں ایسا ہی ہے

معلوم ہوا کہ معتزلہ اور کرامیہ کے بعض جہلاء نے عقیدہ اختیار کیا کہ مردہ میت کو بغیر روح عذاب ہوتا ہے اسکا رد کیا گیا

امام نووی نے اس قول کو رد کیا اور غیر اہل سنت کی رائے قرار دیا ہے-

شُرحُ صَحِيح مُسْلِمِ لِلقَاضِي عِيَاض المُسَمَّى إِكمَالُ المُعْلِمِ بفَوَائِدِ مُسْلِم از قاضی عیاض بن موسی (المتوفى: 544هـ) کے مطابق

وأن مذهب أهل السنة تصحيح هذه الأحاديث وإمرارها على وجهها؛ لصحة طرقها، وقبول السلف لها. خلافاً لجميع الخوارج، ومعظم المعتزلة، وبعض المرجئة؛ إذ لا استحالة فيها ولا رد للعقل، ولكن المعذب الجسد بعينه بعد صرف الروح إليه أو إلى جزء منه، خلافاً لمحمد بن جرير (3) وعبد الله بن كرام (4) ومن قال بقولهما؛ من أنه لا يشترط الحياة؛ إذ لا يصح الحس والألم واللذة إلا من حى

اور اہل سنت کا مذہب ان احادیث کی تصحیح ہے اور اس کو ظاہر پر منظور کرتے ہیں اس سے صحیح طرق کی وجہ سے اور سلف کے قبول کی وجہ سے اور خلاف ہے یہ تمام خوارج اور المعتزلہ کے بڑوں اور المرجئۃ کے ۔ کیونکہ اس میں کوئی تبدیلی نہیں اور عقل کا رد نہیں ہے بلکہ جسد جیسا ہے اس کی طرف روح لانے پر یا اس کے اجزاء پر عذاب ہے اور یہ خلاف ہے امام طبری اور عبد اللہ بن کرام کے اور وہ جس نے اس جیسا قول کہا کہ عذاب کی شرط زندگی نہیں ہے ۔ کیونکہ اگر حس صحیح نہیں تو الم و لذت تو نہیں ہے سوائے زندہ کے لئے

کتاب عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری میں العینی لکھتے ہیں

وَقَالَ الصَّالِحِي من الْمُعْتَزلَة وَابْن جرير الطَّبَرِيّ وَطَائِفَة من الْمُتَكَلّمين يجوز التعذيب على الْمَوْتَى من غير إحْيَاء وَهَذَا خُرُوج عَن الْمَعْقُول لِأَن الجماد لَا حس لَهُ فَكيف يتَصَوَّر تعذيبه

اور (ابو حسین محمد بن مسلم) الصَّالِحِي (مصنف كتاب الْإِدْرَاك) نے الْمُعْتَزلَة میں سے اور امام طبری نے اور متکمین کے ایک گروہ نے جائز کیا ہے کہ بغیر زندگی کے مردوں پر عذاب ہو اور یہ عقل سے عاری بات ہے کیونکہ جمادات میں حس نہیں ہوتی تو پھر عذاب کا تصور کیسے کیا جا سکتا ہے

علامہ عینی کے قول سے ثابت ہے جسد بلا روح پر عذاب الْمُعْتَزلَة کا عقیدہ تھا جس کو غیر مقلدین اختیار کر چکے ہیں

کتاب التذكرة بأحوال الموتى وأمور الآخرة از القرطبی (المتوفى : 671ھ) کے مطابق

وقال الأكثرون من المعتزلة: لا يجوز تسمية ملائكة الله تعالى بمنكر ونكير، وإنما المنكر ما يبدو من تلجلجه إذا سئل، وتقريع الملكين له هو النكير، وقال صالح: عذاب القبر جائز، وأنه يجري على الموتى من غير رد الأرواح إلى الأجساد، وأن الميت يجوز أن يألم ويحس ويعلم. وهذا مذهب جماعة من الكرامية.
وقال بعض المعتزلة: إن الله يعذب الموتى في قبورهم، ويحدث فيهم الآلآم وهم لا يشعرون، فإذا حشروا وجدوا تلك الآلام. وزعموا أن سبيل المعذبين من الموتى، كسبيل السكران أو المغشى عليه، لو ضربوا لم

يجدوا الآلام، فإذا عاد إليهم العقل وجدوا تلك الآلام، وأما الباقون من المعتزلة. مثل ضرار بن عمرو وبشر المريسي ويحيى بن كامل وغيرهم، فإنهم أنكروا عذاب القبر أصلاً، وقالوا: إن من مات فهو ميت في قبره إلى يوم البعث وهذه أقوال كلها فاسدة تردها الأخبار الثابتة وفي التنزيل: {النار يعرضون عليها غدواً وعشياً} . وسيأتي من الأخبار مزيد بيان، وبالله التوفيق والعصمة والله أعلم.

اور المعتزلہ میں سے اکثر کا کہنا ہے کہ اللہ کے فرشتوں کو منکر نکیر نہیں کہنا چاہیے اور صالح نے کہا عذاب قبر جائز ہے اور یہ مردوں پر ہوتا ہے روحیں لوٹائے بغیر اور میت کے لئے جائز ہے کہ وہ الم کا احساس کرے اور جانتی ہو اور یہ مذہب کرامیہ کی ایک جماعت کا ہے – اور بعض المعتزلہ نے کہا اللہ مردوں کو قبروں میں عذاب کرتا ہے اور ان پر الم اتا ہے اور وہ اس کا شعور نہیں کرتے لیکن جب حشر ہو گا ان کو اس کا احساس ہو گا اور انہوں نے دعوی کیا کہ مردوں میں عذاب پانے والے ایک بے ہوش اور غشی والے شخص کی طرح ہیں اس پر ضرب لگاو تو اس کو احساس نہیں ہوتا لیکن جب عقل اتی ہے تو اس کو احساس ہوتا ہے اور المعتزلہ میں باقی کہتے ہیں مثلا ضرار اور بشر اور یحییٰ اور دیگر یہ وہ ہیں جنہوں نے اصلا عذاب کا انکار کیا ہے اور کہتے ہیں جو مرا وہ میت ہے اپنی قبر میں قیامت تک کے لئے اور یہ تمام اقوال فاسد ہیں جو رد ہوتے ہیں ثابت خبروں سے اور قرآن میں ہے ال فرعون اگ پر پیش کیے جاتے ہیں

قرطبیؒ کے بقول بعض المعتزلہ اور کرامیہ کا عقیدہ ایک تھا کہ میت بلا روح عذاب سہتی ہے جو آج کل کے غیر مقلدین کا عقیدہ ہے

الإعلام بفوائد عمدة الأحكام ابن الملقن الشافعي المصری (المتوفى: 804ھ)کے مطابق

وقال بعضهم: عذاب القبر جائز وأنه يجري على [الموتى] من غير رد أرواحهم إلى أجسادهم وأن الميت يجوز أن يألم ويحس وهذا مذهب جماعة من الكرامية. وقال بعض المعتزلة: إن الله يعذب [الموتى] في قبورهم ويحدث فيهم الآلام وهم لا يشعرون فإذا حُشروا وجدو تلك الآلام، كالسكران والمغشي عليه، لو ضربوا لم يجدوا ألمًا فإذا عاد عقلهم إليهم وجدوا تلك الآلام. وأما الباقون سنن المعتزلة مثل ضرار بن [عمرو] وبشر المريسي ويحيى بن أبي كامل وغيرهم: فإنهم أنكروا عذاب القبر أصلًا. وهذه أقوال كلها فاسدة تردها الأحاديث الثابتة، والله الموفق. وإلى الإنكار أيضًا ذهبت الخوارج وبعض المرجئة. ثم المعذب عند أهل السنة: الجسد بعينه أو بعضه بعد إعادة الروح إليه [أو] إلى جزء منه، وخالف في ذلك محمد بن [حزم] وابن كرام وطائفة، فقالوا: لا يشترط إعادة الروح، وهو فاسد توضحه الرواية السالفة (سمع صوت إنسانين يعذبان) فإن الصوت لا يكون [إلَّا] من جسم حي أجوف

اور بعض کہتے ہیں عذاب قبر جائز ہے اور یہ مردوں کو ہوتا ہے روح لوٹائے بغیر اور یہ میت کے لئے جائز ہے کہ احساس الم کرے اور یہ کرامیہ کی جماعت کا مذھب ہے اور بعض المعتزلۃ کہتے ہیں اللہ مردوں کو قبروں میں عذاب کرتا ہے اور ان پر الم ہوتا ہے لیکن ان کو اس کا شعور نہیں ہے پس جب حشر ہو گا انکو یہ الم مل جائے گا – (مردوں کی کیفیت ایسی ہے) جیسے غشی ہوتی ہے کہ ان کو مارو تو ان کو الم نہیں ملتا پس جب عقل واپس اتی ہے ان کو الم ملتا ہے- اور باقی المعتزلۃ مثلا ضرار بن [عمرو] وبشر المريسي ویحیٰی بن اِبي کامل وغیرہم تو یہ سب اصلا عذاب کا انکار کرتے ہیں – اور یہ تمام اقوال فاسد ہیں جن کا رد ثابت حدیثوں سے ہوتا ہے اللہ توفیق دینے والا ہے اور اسی انکار کی طرف خوارج اور بعض المرجئۃ کا مذھب ہے- پھر معذب اہل سنت کے نزدیک جسد اور اس کے جیسا ہے روح لوٹانے پر یا اجزاء پر اور اسکی مخالفت کی ہے ابن حزم نے ابن کرام نے اور ایک گروہ نے اور کہا کہ اعادہ روح اس کی شرط نہیں ہے اور یہ فاسد ہے انکی وضاحت ہوتی ہے پچھلی حدیثوں سے (دو انسانوں کی آواز سنی جن کو عذاب ہو رہا تھا) کیونکہ آواز نہیں ہے الا جسم زندہ ہو (مٹی سے) خالی ہو

ابن ملقن کے بقول عذاب اہل سنت میں حی یا زندہ کے لئے ہے جس کے جسم میں مٹی نہ ہو اور کرامیہ کا مذھب ہے کہ یہ لاش کو بلا روح ہوتا ہے

خارجی عالم ناصر بن أبي نبهان الأباضی المتوفی ۱۲۶۳ کی رائے پیش کرتے ہیں

إن الله قادر أن يخلق له نوع حياة، يجوز بها ما يدرك الألم والتنعيم، من غير إعادة الروح إليه لئلا يحتاج إلى نزع حياة جديدة، ويجوز بإعادة الحياة دون إعادة الروح

اور بے شک اللہ تعالی قادر ہے کہ ایک نوع کی حیات (مردوں میں) پیدا کر دے جس سے ان کو الم و راحت کا ادرک ہو بغیر روح لوٹائے کیونکہ اس کو اس نئی حیات کی ضرورت ہے اور جائز ہے کہ حیات کا لوٹنا ہو بغیر إعادة روح کے

بحوالہ آراء الشيخ ابن أبي نبهان في قاموس الشريعة

عصر حاضر میں اس عقیدے کو ابو جابر دامانوی نے اپنی کتب میں قبول کیا ہے جو دین الخالص کے بعد کی تالیفات ہیں - یہ رائے آج سے ۱۷۶ سال پہلے خوارج کے ایک عالم پیش کر چکے تھے – سن ۲۰۰۰ ع سے اس کی تبلیغ پاکستان کے فرقہ غیر مقلدین یعنی اہل حدیث کر رہے ہیں-

مخلص یہ ہے کہ اس گروہ کا قول ہے کہ روح وقتی چاپ سننے اور سوال و جواب کے لئے زندہ کی جاتی ہے پھر وہ جہنم میں داخل کر دی جاتی ہے وہاں اس کو عذاب ہوتا ہے اور جسد جو قبر میں مردہ پڑا ہے اس کو بھی عذاب ہوتا ہے- اس پر مقولہ ہے ، سانپ نکل گیا لکیر پیٹا کرو-

عذاب قبر میں مسلسل زندہ کو ہوتا ہے

اس عقیدے کے قائل دیو بندی، بریلوی اور جمہور اہل سنت ہیں - ان کے مطابق روح قبر میں ہی جسم میں رہتی ہے -

امام نووی

کتاب المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج از أبو زكريا محيي الدين يحيى بن شرف النووي (المتوفى: 676هـ) میں ہے

أَنَّ مَذْهَبَ أَهْلِ السُّنَّةِ إِثْبَاتُ عَذَابِ الْقَبْرِ كَمَا ذَكَرْنَا خِلَافًا لِلْخَوَارِجِ وَمُعْظَمِ الْمُعْتَزِلَةِ وَبَعْضِ الْمُرْجِئَةِ نَفَوْا ذَلِكَ ثُمَّ الْمُعَذَّبُ عِنْدَ أَهْلِ السُّنَّةِ الْجَسَدُ بِعَيْنِهِ أَوْ بَعْضُهُ بَعْدَ إِعَادَةِ الرُّوحِ إِلَيْهِ أَوْ إِلَى جُزْءٍ مِنْهُ وَخَالَفَ فِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ جَرِيرٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بن كرام وطائفة فقالوا لايشترط إِعَادَةُ الرُّوحِ قَالَ أَصْحَابُنَا هَذَا فَاسِدٌ لِأَنَّ الْأَلَمَ وَالْإِحْسَاسَ إِنَّمَا يَكُونُ فِي الْحَيِّ

بے شک اہل سنت کا مذھب اثبات عذاب قبر ہے جیسا ہم نے ذکر کیا بر خوارج اور الْمُعْتَزِلَةِ کے بڑوں اور بعض الْمُرْجِئَةِ کے- یہ لوگ اس کا انکار کرتے ہیں – پھر عذاب پانے والا اہل سنت میں پورا جسد ہے یا اس کا بعض حصہ آعآدہ روح کے بعد جو پورے جسد یا اس کے اجزاء میں ہوتا ہے اور اس کی مخالفت کی ہے امام ابن جریر طبری نے اور عبد اللہ بن کرام نے اور ایک گروہ نے اور کہا ہے عذاب کے لئے روح لوٹنا شرط نہیں ہے – ہمارے اصحاب (اہل سنت جواب میں) کہتے ہیں یہ (قول یا رائے) فاسد ہے کیونکہ الم و احساس زندہ کے لئے ہے

بعض متکلمین نے یہ عقیدہ اختیار کیا کہ روح عجب الذنب میں سمٹ جاتی ہے - عود روح ہوا یا نہیں اس بحث کو چھوڑ کر انہوں نے خود ساختہ عقیدہ کو اپنانا جو قرآن کی آیات سے متصادم ہے –

المسالِك في شرح مُوَطَّأ مالك از القاضي محمد المعافري الاشبیلی المالکی (المتوفى: 543ھ) کے مطابق قاضی ابو بکر بن الطیب الباقلانی کا قول ہے کہ

وبهذه المسألة تعلّق القاضي أبو بكر بن الطّيِّب بأنّ الرُّوح عرض، فقال: والدّليل عليه أنّه لا ينفصل عن البَدَنِ إلَّا بجُزْءٍ منه يقول به، وهذا الجزء المذكور في حديث أبي هريرة: "كُلُّ ابْنِ آدَمَ تَأْكُلُهُ الأَرْضُ، إلَّا عَجْبَ الذَّنَبِ" الحديث، فدلّ بهذا أنّه ليس بمُعْدَمٍ، ولا في الوجود شيء يَفْنَى ؛ لأنّه إنّ كان فَنِيَ في حقِّنا فهو في حقِّه موجودٌ مرئيٌّ معلومٌ حقيقةً، وعلى هذا الحال يقع السُّؤال في القبر والجواب، ويعرض عليه المقعد بالغَدَاةِ والعشيِّ، ويعلّق من شَجَرِ الجنّة

اور اس مسئلہ میں قاضی ابو بکر بن الطیب الباقلانی نے تعلق کیا ہے کہ روح عرض ہے پس کہا اس کی دلیل ہے کہ یہ بدن سے (مکمل) الگ نہیں ہوتی سوائے اس کے ایک جز کے جس سے یہ بولتا ہے اور یہ جز حدیث ابو ہریرہ میں مذکور ہے ہر بنی آدم کو زمین کھا جائے گی سوائے عجب الذنب کے پس یہ دلیل ہے کہ کہ روح معدوم نہیں ہے اورنہ اس کے وجود میں کوئی چیز فنا ہوئی کیونکہ .... اسی حالت پر سوال قبر اور جواب ہوتا ہے ہے صبح شام ٹھکانہ پیش ہوتا ہے اور یہ جنت کے درخت سے معلق ہے

الکورانی نے وضاحت کی ۔ الكوثر الجاري إلى رياض إحاديث البخاري از إحمد بن إسماعيل بن عثمان بن محمد الكوراني المتوفی 893ھ۔ کہتے ہیں

وقد يقال: إنه يتعلق بالجزء الأصلي الذي بقي معه من أول العمر إلى آخره، وهو الذي يركب منه الجسم في النشاة الأولى. ومنه يركب في النشأة الأخرى. وفي رواية البخاري ومسلم: أن ذلك عجب الذنب.

اور بے شک یہ کہتے ہیں : روح ایک اصلی جز سے تعلق کرتی ہے جو باقی ہے اس کے ساتھ اول عمر سے آخر تک اور یہ وہ جز ہے جس پر جسم پہلی تخلیق سے چل رہا ہے اور اسی پر بعد میں اٹھے گا اور بخاری و مسلم کی روایت ہے کہ بے شک یہ عجب الذنب ہے

اسی طرح مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح از ملا علی القاری (المتوفی: 1014ھ) لکھتے ہیں

وَلَا شَكَّ أَنَّ الْجُزْءَ الَّذِي يَتَعَلَّقُ بِهِ الرُّوحُ لَا يَبْلَى، لَا سِيَّمَا عَجَبُ الذَّنَبِ

اور اس میں شک نہیں کہ ایک جز جس سے روح کا تعلق باقی رہتا ہے وہ ختم نہیں ہوتا خاص طور پر عجب الذنب سے

اس گروہ کے مطابق روح جسم سے سرے سے نکلتی ہی نہیں وہ جسم میں ایک مقام پر مقید ہو جاتی ہے -

اس عقیدے کے قائل ابن عبد البر ہیں جو کہتے ہیں کہ روحیں قبرستان میں رہتی ہیں

امام البغوی الشافعی (المتوفی: 516ھ) کتاب شرح السنہ میں حدیث پیش کرتے ہیں

أَخْبَرَنَا أَبُو الْفَرَجِ الْمُظَفَّرُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ التَّمِيمِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْقَاسِمِ حَمْزَةُ بْنُ يُوسُفَ السَّهْمِيُّ، أنا أَبُو أَحْمَدَ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَدِيٍّ الْحَافِظُ، نَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ، نَا أَسَدُ بْنُ مُوسَى، نَا عَنْبَسَةُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ كَثِيرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي جَدِّي، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «إِنَّ الْمَيِّتَ يَسْمَعُ حِسَّ النِّعَالِ إِذَا وَلَّوْا عَنْهُ النَّاسُ مُدْبِرِينَ، ثُمَّ يُجْلَسُ وَيُوضَعُ كَفَنُهُ فِي عُنُقِهِ، ثُمَّ يُسْأَلُ»
كَثِيرٌ جَدُّ عَنْبَسَةَ: هُوَ كَثِيرُ بْنُ عُبَيْدٍ رَضِيعُ عَائِشَةَ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ.

قَالَ رَحِمَهُ اللهُ: قَوْلُهُ «إِنَّ الْمَيِّتَ يَسْمَعُ حِسَّ النِّعَالِ» فِيهِ دَلِيلٌ عَلَى جَوَازِ الْمَشْيِ فِي النِّعَالِ بِحَضْرَةِ الْقُبُورِ، وَبَيْنَ ظَهْرَانَيْهَا.
عَنْبَسَةُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ كَثِيرٍ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں وہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک میت چاپ محسوس کرتی ہے جب لوگ پلٹتے ہیں پھر وہ بیٹھتی ہے اور کفن اس کی گردن تک رکھا جاتا ہے پھر سوال ہوتا ہے
کثیر یہ عنسبہ کے دادا ہیں اور یہ کثیر بن عبید ہیں
بغوی کہتے ہیں کہ قول بے شک میت چاپ محسوس کرتی ہے اس میں دلیل ہے چپل پہن کر قبروں کے پاس چلنے کے جواز کی اور ان کے درمیان

بغوی نے چاپ محسوس کرنے کی روایت کو استثنا نہیں کہا بلکہ قبرستان میں کبھی بھی قبروں پر چلنے کی اس سے دلیل لی ۔

ابن عبد البر

کتاب التمهيد لما في الموطأ من المعاني والأسانيد میں ابن عبد البر زاذان کی روایت کا ذکر کر کے کہتے ہیں

جَاءَ فِي حَدِيثِ الْبَرَاءِ ... الْحَدِيثِ الْأَقْرَارُ بِالْمَوْتِ وَالْبَعْثِ بَعْدَهُ وَالْأَقْرَارُ بِالْجَنَّةِ وَالنَّارِ وَقَدِ اسْتَدَلَّ بِهِ مَنْ ذَهَبَ أَلَى أَنَّ الْأَرْوَاحَ عَلَى أَفْنِيَةِ الْقُبُورِ

حدیث الْبَرَاءِ .... اس سے دلیل لی انہوں نے جن کا مذھب ہے کہ روحیں قبرستان میں ہی رہتی ہیں

کتاب الاستذکار میں ابن عبد البر زاذان کی روایت کا ذکر کر کے کہتے ہیں

وَكَذَا يَسْتَدِلُّ بِهِ مَنْ ذَهَبَ أَلَى أَنَّ الْأَرْوَاحَ عَلَى أَفْنِيَةِ الْقُبُورِ وَهُوَ أَصَحُّ مَا ذَهَبَ أَلَيْهِ فِي ذَلِكَ

اس سے دلیل لی انہوں نے جن کا مذھب ہے کہ روحیں قبرستان میں ہی رہتی ہیں اور یہ سب سے اصح مذھب ہے

البانی "تحقیق الآیات البینات فی عدم سماع الأموات" (ص141) میں تعلیق میں لکھتے ہیں

وقال أبو عمر بن عبد البر: أرواح الشهداء في الجنة وأرواح عامة المؤمنين على أفنية القبور.
[فعلق الألباني قائلاً]: وهذا على إطلاقه خطأ؛ فإن أرواح المؤمنين أيضاً في الجنة كما في حديث

ابن عبد البر نے کہا کہ شہداء کی روحیں جنت میں ہیں اور عام مومنوں کی قبرستانوں میں
البانی نے کہا یہ علی الاطلاق غلطی ہے کیونکہ مومنوں کی روحیں بھی جنت میں ہیں

عذاب قبر میں روح کے تعلق سے ہوتا ہے

اس عقیدے کے قائل ابن تیمیہ، ابن قیم ، ابن کثیر، ابن حجر عسقلانی اور وہابی علماء ہیں -

محمد بن صالح العثیمین

کتاب مجموع فتاوی ورسائل فضيلة الشيخ محمد بن صالح العثيمين کے مطابق سعودی عالم العثيمين سے سوال ہوتا ہے کہ

وسئل فضيلة الشيخ: ما المراد بالقبر، هل هو مدفن الميت أو البرزخ؟
فأجاب: أصل القبر مدفن الميت، قال الله – تعالى -: {ثُمَّ أَمَاتَهُ فَأَقْبَرَهُ} ، قال ابن عباس: أي أكرمه بدفنه.
وقد يراد به البرزخ الذي بين موت الإنسان وقيام الساعة، وإن لم يدفن، كما قال – تعالى -: {وَمِنْ وَرَائِهِمْ بَرْزَخٌ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ} . يعني من وراء الذين ماتوا؛ لأن أول الآية يدل على هذا: {حَتَّى إِذَا جَاءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُونِ لَعَلِّي أَعْمَلُ صَالِحًا فِيمَا تَرَكْتُ كَلَّا إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا وَمِنْ وَرَائِهِمْ بَرْزَخٌ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ} .
ولكن هل الداعي إذا دعا «أعوذ بالله من عذاب القبر» ، يريد عذاب مدفن الموتى، أو من عذاب البرزخ الذي بين موته وبين قيام الساعة؟ .
الجواب: يريد الثاني؛ لأن الإنسان في الحقيقة لا يدري هل يموت ويدفن، أو يموت وتأكله السباع، أو يحترق، ويكون رمادا ما يدري! {وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ} ، فاستحضر أنك إذا قلت: من عذاب القبر، أي من العذاب الذي يكون للإنسان بعد موته إلى قيام الساعة.
اور فضيلة الشيخ سے سوال کیا: قبر سے کیا مراد ہے، کیا یہ میت کا مدفن ہے یا برزخ ہے؟
پس جواب دیا: قبر کا اصل میت کا مدفن ہے . الله تعالى نے کہا ثُمَّ أَمَاتَهُ فَأَقْبَرَهُ ابن عبّاس نے کہا: یعنی دفنا کر تکریم کی . اور برزخ سے مراد وہ (مقام) ہے جو انسان کی موت سے لے کر قیامت قائم ہونے تک ہے اگرچہ اس کو دفن ہی نہ کیا جائے جسے الله تعالى نے کہا وَمِنْ وَرَائِهِمْ بَرْزَخٌ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ یعنی مرنے والوں کے پیچھے کہ آیت کا ابتدائی حصہ اس پر دلیل ہے کہ حَتَّى إِذَا جَاءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُونِ لَعَلِّي أَعْمَلُ صَالِحًا فِيمَا تَرَكْتُ كَلَّا إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا وَمِنْ وَرَائِهِمْ بَرْزَخٌ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ.
پھر سوال ہوا : لیکن ایک دعا کرنے والا دعا کرتا ہے أعوذ بالله من عذاب القبر اس سے مراد مردے کا مدفن ہے یا یہ عذاب البرزخ ہے جو موت اور قیامت کے درمیان ہے؟
جواب: یہ ثانی ذکر ہے کیونکہ انسان کو پتا نہیں کہ مرے گا دفن ھو گا، یا مرے گا اور پرندے کھائیں گے، مرے گا یا آگ میں جل کر رکھ ھو گا! وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ اور انسان کو نہیں

پتا کس زمین میں مرے گا اس سے یہ نکلا کہ جب میں کہتا ہوں عذاب القبر سے (پناہ) تو یہ عذاب ہے جو جو موت اور قیامت کے درمیان ہے

وہابی عالم محمد بن صالح العثیمین سے سوال ہوا کہ هل عذاب القبر على البدن أو على الروح؟ کیا عذاب القبر روح کو ہوتا ہے یا بدن کو ، اس پر وہ فتوی میں کہتے ہیں

الأصل أنه على الروح لأن الحكم بعد الموت للروح، والبدن جثة هامدة، ولهذا لا يحتاج البدن إلى إمداد لبقائه، فلا يأكل ولا يشرب، بل تأكله الهوام، فالأصل أنه على الروح،

اصل میں بے شک یہ روح کو ہوتا ہے کیونکہ بے شک موت کے بعد حکم روح کے لئے ہے، اور بدن تو گلنے والا لاشہ ہے اور اسی وجہ سے بدن کو بقا کے لئے امداد کی حاجت نہیں، پس نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے بلکہ بدن کو کیڑے کھاتے ہیں، پس اصلا یہ عذاب روح کو ہے

وہابی عالم عاصم القریوتی کا عقیدہ

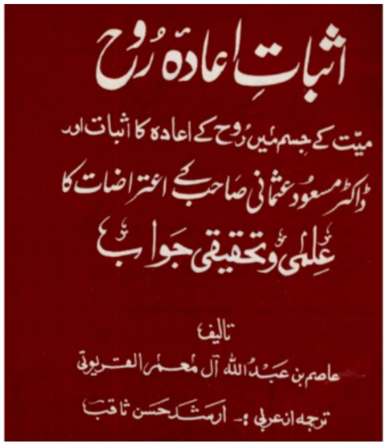

علامہ نوویؒ رحمۃ اللہ علیہ صحیح مسلم شریف کی شرح ص۲۰۱ جلد-۱۷ میں رقم طراز ہیں اراد المعذب عند اهل السنة الجسد بعينه او بعضه بعد اعادة الروح إليه او الى جزء منه وخالف فى ذالك محمد بن جرير وعبد الله بن كرام وطائفة فقالوا لا يشترط اعادة الروح)

ترجمہ: اہل السنۃ والجماعت کے نزدیک عذاب پورے یا بعض جسم کو ہوتا ہے جب کہ سارے جسم میں یا اس مخصوص حصے میں دوبارہ روح ڈال دی جاتی ہے۔ اس میں محمد بن جریر، عبد اللہ بن کرام اور ایک جماعت نے اختلاف کیا ہے اور کہا ہے کہ روح کا اعادہ ضروری نہیں ہے۔

غیر مقلد عالم عبد الرحمان کیلانی سن ۱۹۸۴

سن ۱۹۸۴ میں شمارہ محدث میں مضمون روح عذاب قبر اور سماع الموتی میں غیر مقلد عالم عبد الرحمان کیلانی نے اپنا عقیدہ ان الفاظ میں بیان کیا

جب ہم خود اس بات کے قائل ہیں کہ عذاب و ثواب قبر کا بیشتر انحصار روح یا روح کے جسم پر ہوتا ہے۔ البتہ اس کی شدت سے کبھی کبھار قبر میں پڑا ہوا جسدِ عنصری بھی متاثر ہو جاتا ہے

یعنی عذاب قبر اصلا روح کو ہے جس کا اثر کبھی کبھار جسد عنصری پر ہوتا ہے

غیر مقلد ابو جابر دامانوی سن ۱۹۸۴

دامانوی کے مطابق روح پر عذاب قبر نہیں ہوتا اس پر عذاب جہنم ہوتا ہے دین الخالص قسط دوم میں سن ۱۹۸۴ میں لکھتے ہیں

قبر کا عذاب اور جہنم کا عذاب دو الگ الگ
چیزیں ہیں کیونکہ رُوح تو جہنم میں ہوتی ہے اور اسے عذابِ جہنم ہوتا ہے مگر میت کو
رُوح کے تعلق سے قبر میں عذاب دیا جاتا ہے اور یہی عذاب قبر ہے، اس کے بعد امام

لیکن اپنی بعد کی تالیفات میں دامانوی نے اس قول سے رجوع کیا اور عقیدہ پیش کیا جو کرامیہ کے حوالے سے علماء نے نقل کیا ہے کہ عذاب صرف مردہ میت کو ہوتا ہے -الکورانی کہتے ہیں کہ

فإن النفس الناطقة مجردة ليست بحاتة في البدن. وهذا مختار الغزالي والراغب والقاضي أبي زيد.

بے شک اکیلا نفس ناطقہ (یعنی روح) جسم و بدن کا عنصر (و جز) نہیں ہے اور یہ (مذھب) مختار (مناسب و قابل قبول) ہے غزالی اور راغب اور قاضی ابوزید کے مطابق

یعنی روح کا تعلق بدن سے نہیں بن سکتا دونوں الگ ہیں

الغرض یہ تمام اختلاف اس روایت کی شرح و تفہیم پر پیدا ہوا ہے

قرع النعال والی روایت میں عود روح کا ذکر نہیں ہے البتہ اس کو مسند احمد کی البراء رضی اللہ عنہ سے منسوب روایت سے ملا کر سمجھا جاتا ہے جس کو شیعہ زاذان نے روایت کیا ہے اور اس میں صریحا روح واپس آنے کا ذکر ہے -

اہل حدیث کا جدید موقف

ارشد کمال محدث شمارہ:۳۱۶ دسمبر ۲۰۰۷ میں عنوان نکیرین کے سوال کے وقت اِعادۂ روح کا مسئلہ کے تحت لکھتے ہیں کہ

قبر میں عارضی طور پر جسم میں روح لوٹائے جانے کی نفی قرآن مجید میں کہیں بھی نہیں ہے لہٰذا جن

احادیث میں عودِ روح کا ذکر ہے انہیں قرآن خلاف نہیں کہا جاسکتا

محدث فورم کے ایک مجہول الحال اہل حدیث عالم اسحاق سلفی نے مردے کی چاپ سننے کو بھی معجزہ قرار دے دیا ہے[12]

۔مگر واضح رہے کہ یہاں پر { تسمع } فرمایا گیا ہے۔ یعنی " آپ نہیں سنا سکتے " ۔ تو اس سے یہ بات نکلتی ہے کہ اللہ اگر سنانا چاہے تو سنا سکتا ہے کہ وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ جیسا کہ قلیب بدر میں حضور کا مردوں سے خطاب فرمانا یا قرع نعال والی حدیث وغیرہ سے ثابت ہے کہ یہ سب خرق عادت اور معجزے کے قبیل میں سے ہے —اور قلیب بدر کے مردوں کو سنانا تبھی معجزہ کہلا سکتا جب عام طور پر مردے نہ سنتے ہوں ،

فلا یَقَاس علیه و ظاهر نفی سماع الموتی العموم فلا یخصّ منه اِلَّا ما ورد بدلیل – (المراغی : ج 20 ص 19) اور معجزہ پر عمومی حالات کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

اسی طرح انڈیا کے کفایت اللہ سنابلی نے بھی محدث فورم پر میت کی عود روح کو معجزہ قرار دیا ہے[13]

دنیامیں موجود شخص کے سلام کے جواب کے لئے روح کا لوٹایا جانا یہ ایک الگ طرح کا معاملہ ہے ۔ اس اعادہ روح کے نتیجے میں زندہ اور فوت شدہ کے مابین مخاطبہ کی شکل پیداہوتی ہے جو بالکل دنیاوی معاملہ ہے اور مردوں کے ساتھ اس طرح کا معاملہ اللہ کے عام قانون کے خلاف ہے۔ اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے قلیب بدر کے واقعہ میں جب اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مردہ مشرکین سے خطاب کیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس چیز کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ مانا۔کیونکہ یہاں مردہ مشرکین نے دنیا میں باحیات اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خطاب کوسنا۔اوریہ اللہ کے عام قانون کے خلاف ہے اس لئے ایک معجزہ ہے۔

چاپ سننے کو آج تک کسی نے معجزہ قرار نہیں دیا تھا لیکن یہ نا نہاد غیر مقلدین کا کمال ہے

فرشتوں کے قدموں کی چاپ

بعض علماء نے حدیث قرع النعال کو فرشتوں کے قدموں کی چاپ قرار دیا ہے - مثلا شرح صحیح البخاری میں ابو الحسن علی بن محمد بن المنصور بن ابی قاسم زین الدّین علی بن الْمُنِیر المعروف زین بن المنیر المتوفی ٦٩٥ ھ أَخُو الْعَلامَة نَاصِر الدّين نے لکھا کہ اس حدیث میں میت انسانوں کے جوتوں کی چاپ نہیں فرشتوں کے جوتوں کی چاپ سنتی ہے- ابن حجر نے اس کا ذکر فتح الباری میں کیا ہے

قَالَ الزَّيْنُ بْنُ الْمُنِيرِ جَرَّدَ الْمُصَنِّفُ مَا ضَمَّنَهُ هَذِهِ التَّرْجَمَةَ لِيَجْعَلَهُ أَوَّلَ آدَابِ الدَّفْنِ مِنَ إِلْزَامِ الْوَقَارِ وَاجْتِنَابِ اللَّغَطِ وَقَرْعِ الْأَرْضِ بِشِدَّةِ الْوَطْءِ عَلَيْهَا كَمَا يَلْزَمُ ذَلِكَ مَعَ الْحَيِّ النَّائِمِ وَكَأَنَّهُ اقْتَطَعَ مَا هُوَ مِنْ سَمَاعِ الْآدَمِيِّينَ مِنْ سَمَاعِ مَا هُوَ مِنَ الْمَلَائِكَةِ

مصنف نے یہاں وقار کا ادب میں ذکر کیا ہے اور ... چاپ کا کہ شدت سے زمین پر (قدم) نہ مارا جائے جیسا لازم آتا ہے زندہ سونے والے کے ساتھ جیسا کہ (مصنف بخاری یہاں) قطع (الگ) کر رہے ہوں آدمیوں (کی چاپ) کا سننا اس سننے سے جو فرشتوں کی وجہ سے ہو

امام بخاری نے باب باندھا ہے بَابُ المَيِّتُ يَسمَعُ خَفْقَ النِّعَالِ باب میت خفق نعال کو سنتی ہے جبکہ یہ الفاظ متن حدیث میں نہیں ہیں – اس پر زین الدّین علی بن المُنیر کا خیال ہے کہ باب باندھنے والے نے خفق نعال سے خفق کو انسانوں کے قدموں کی چاپ لیا ہے اور قرع کو فرشتوں کی چاپ لیا ہے- یعنی آدمی کے قدم سے خفق نکلتا ہے اور فرشتے کے قدم سے قرع

خفق سے مرد دھڑک یا دھمک ہے- قرع کا مطلب گونج کے ساتھ مارنا ہے – یعنی انسانوں کے قدموں سے صرف دھمک (خفق) ہو گی لیکن فرشتوں کے قدم سے زمین پر زور دار گونج پیدا ہو گی اس کو عربی میں دق بھی کہتے ہیں- عربی میں قرع کا لفظ ہتھوڑی سے ضرب لگانے پر بھی آتا ہے[14]

اب ظاہر ہے یہ الفاظ کے مفہوم کی تبدیلی ظاہر کرتی ہے کہ یہ قدموں کی گونج پیدا ہوتی ہے جو میت سنتی ہے چونکہ یہ اس دینا کا معاملہ نہیں ہو سکتا اس کی ایک ہی تاویل ممکن ہے کہ دق و ضرب

یا زور کی آواز عالم البرزخ میں فرشتوں کے اقدام سے بلند ہوتی ہو – میت کے دل میں خوف پیدا ہو اور ہونے والے سوالات کے حوالے سے دہشت طاری ہو

یہ اس عالم کا معاملہ پھر نہیں رہتا اس کو عالم بالا یہ عالم برزخ کی طرف موڑا جائے گا۔

زین الدّین علی بن الْمُنِير اس طرح صحیح بخاری و مسلم میں تطبیق کرتے ہیں

صحیح مسلم میں ہے

وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِنْهَالٍ الضَّرِيرُ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ الْمَيِّتَ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ، إِنَّهُ لَيَسْمَعُ خَفْقَ نِعَالِهِمْ إِذَا انْصَرَفُوا»،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میت کو جب قبر میں رکھا جاتا ہے وہ سنتی ہے ان کے خفق کو جب وہ اس سے دور ہوتے ہیں

اس میں اگرچہ فرشتوں کا ذکر نہیں ہے اس میں خفق کا ذکر ہے یعنی اب قرع (زور کی آواز) نہیں بلکہ دھمک پیدا ہوتی ہے۔

راقم کہتا ہے اگر اس کو صحیح سمجھا جائے اور فی الوقت اس بات کو صرف نظر کر دیا جائے کہ اس میں راوی نے متن کو مختصر کیا ہے تو اس کا مفہوم یہ ہے کہ سوال جواب کے بعد جب فرشتے واپس جاتے ہیں تو اب خفق پیدا ہوتی ہے نہ کہ قرع۔

صحیح مسلم کی روایت کے متن میں دفن کرنے والوں کا ذکر نہیں ہے صرف جانے والوں کے قدموں کی دھمک کا ذکر ہے ۔اس طرح ان روایات میں تطبیق ہو جاتی ہے

اس تشریح پر معترض کی جانب سے کہا جاتا ہے کہ فرشتے تو اڑتے ہیں چلتے نہیں ہیں[15] - قرآن میں موجود ہے کہ فرشتے جب ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے تو وہ ان کو انسانی مسافر ہی سمجھے تھے

جھگڑا کیا جاتا ہے کہ

اس حدیث میں فرشتوں کا کوئی تذکرہ نہیں لہٰذا لا محالہ ھم کی ضمیر دفن کرنے والے ساتھیوں ہی

کی طرف پلٹے گی اس واضح حدیث سے ثابت ہوا کہ میت دفن کرنے والوں کے جوتوں کی چاپ سنتی ہے۔

راقم کہتا ہے کہ اس میں ھم کی ضمیر کا مرجع مفقود ہے – یہ سامع کے ذہن میں ہے کہ اس کو وہ کیا لیتا ہے لہٰذا مکمل متن اسی لئے ضروری ہے کہ دیکھا جائے، جس میں اس ھم کی ضمیر فرشتوں کی طرف کی جا سکتی ہے

معترض کی جانب سے کہا جاتا ہے کہ مستدرک حاکم میں ہے

حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوبَ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ الصَّغَانِيُّ، ثنا سَعِيدُ بْنُ عَامِرٍ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَلْقَمَةَ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " إِنَّ الْمَيِّتَ يَسْمَعُ خَفْقَ نِعَالِهِمْ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ، فَإِنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَانَتِ الصَّلَاةُ عِنْدَ رَأْسِهِ، وَكَانَ الصَّوْمُ عَنْ يَمِينِهِ، وَكَانَتِ الزَّكَاةُ عَنْ يَسَارِهِ، وَكَانَ فِعْلُ الْخَيْرَاتِ مِنَ الصَّدَقَةِ

مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَلْقَمَةَ، نے ابو سلمہ سے انہوں نے ابو ہریرہ سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا- بے شک میت سنتی ہے جوتوں کی دھمک کو جب وہ پلٹتے ہیں تو اگر مومن ہو تو نماز اس کے سر پر ہوتی ہے روزہ اس کے دائیں زکوات اس کے بائیں اور صدقہ ...

اس روایت کو پیش کیا جاتا ہے کیونکہ اس میں ابھی سوال و جواب اور فرشتوں کا ذکر نہیں ہے بلکہ پلٹنے والے جاتے ہیں اعمال انسان کے گرد جمع ہو جاتے ہیں پھر فرشتے سوال کرتے ہیں

اس کی سند میں محمد بن عمرو بن علقمہ ہے

الجوزجاني ليس بقوی

جوزجانی کہتے ہیں قوی نہیں ہے

الخليلي: يكتب حديثه ولا يحتج به.

خلیلی کہتے ہوں اس کی حدیث نوٹ کر لو دلیل مت لینا

وقال أبو أحمد الحاكم: ليس بالحافظ عندهم.

ابو احمد الحاکم کہتے ہیں ہمارے نزدیک حافظ نہیں

بعض جہلاء کا کہنا ہے کہ عندھم مجھول ہیں - لیکن یہ محدثین کا طریقہ ہے کہ جب وہ عندھم یا عندنا

بولیں تو اس سے مراد اہل حدیث ہوتے ہیں
معلوم ہوا یہ سند و متن لائق اعتبار نہیں ہے

ابن ابی خیثمہ کتاب تاریخ الکبیر میں لکھتے ہیں کہ یحیی بن معین کہتے ہیں
لم یزل الناس یتقون حدیث مُحَمَّد بن عَمْرو [ق/142/ب] قیل له: وما علة ذلک؟ قَالَ: کان مُحَمَّد بن عَمْرو یحدث مرة عن أبي سلمة بالشيء رأیه، ثم یحدّث به مرة أخرى عن أبي سَلَمَةَ عَنْ أبي هُرَيْرَةَ
لوگ مسلسل مُحَمَّد بن عَمْرو کی روایت سے بچتے رہے .. پوچھا کہ اس کی وجہ کیا ہے کہا مُحَمَّد بن عَمْرو کبھی روایت ابی سلمہ سے بیان کرتے اور کبھی ابی سلمہ عن ابی هریرہ سے
علی بن المَدِينِيّ کہتے ہیں
سألت يَحْيَى بن سعيد، عن مُحَمَّد بن عمرو، وكيف هو؟ قَالَ: تريد العفو أو تشدد؟ قلت: بل أشدد، قَالَ: ليس هو ممن تُريد
یحیی بن سعید سے مُحَمَّد بن عمرو کے بارے میں سوال ہوا کہ کیسا ہے بولے نرمی والی بات ہے یا سختی والی بولے نہیں سختی والی یہ وہ نہیں جو تم کو چاہیے
ذھبی اپنی کتاب تاریخ الاسلام میں لکھتے ہیں
قُلْتُ: صَدَقَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ لَيْسَ هو مثل يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الأَنْصَارِيّ، وَحَدِيثُهُ صَالِحٌ.
ذھبی کہتے ہیں: يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ سچ کہتے ہیں اور یہ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الانصاری جیسا نہیں اس کی حدیث صالح ہے
ابن الجوزی کتاب الضعفاء والمتروکون میں لکھتے ہیں
وَقَالَ السَّعْدِيّ لَيْسَ بِقَوي
السَّعْدِيّ کہتے ہیں لَيْسَ بِقَوي قوی نہیں

بخاری نے اصول میں کوئی بھی روایت محمد بن عمرو عن ابی سلمہ عن ابو ھریرہ کی سند سے بیان نہیں کیں بلکہ شاہد کے طور پر صرف دو جگہ بَابُ جَهْرِ المَأْمُومِ بِالتَّأْمِينِ اور بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: {وَاتَّخَذَ اللَّهُ

إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا} [النساء: 125] میں صرف سند دی ہے. امام مسلم نے بھی شاہد کے طور پر بَابُ اسْتِحْبَابِ تَحْسِينِ الصَّوْتِ بِالْقُرْآنِ میں ان کی سند پیش کی ہے نہ کہ مکمل روایت. لہٰذا بخاری و مسلم کا اصول ہے کہ ان کی روایت شاہد کے طور پر غیر عقیدہ میں پیش کی جا سکتی ہے

اس کے باوجود کہ ائمہ حدیث نے اس راوی کے حوالے سے اتنی احتیاط برتی ہے لوگوں نے ان کی روایات کو عقیدے میں بھی لے لیا ہے جو کہ صریحا ائمہ حدیث کے موقف کے خلاف ہے

ابن حبان کی اس روایت پر شعیب الأرنؤوط اور حسين سليم إسد الدّاراني حکم لگاتے ہیں

إسناده حسن من إجل محمد بن عمرو

مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَلْقَمَةَ کی وجہ سے اسناد حسن ہیں

حسن روایت پر عقیدہ نہیں بنایا جاتا ان کو فضائل میں پیش کیا جاتا ہے

السدی عبد الرحمٰن بن إبي کریمۃ کی روایت

موارد الظمآن إلى زوائد ابن حبان کی روایت ہے

أخبرنا أحمد بن يحيى بن زهير بتستر، حدثنا محمد بن عبد الله المُخرَّمِيّ، حدثنا وكيع، عن سفيان الثوري، عن السدي، عن أبيه عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ -صلى الله عليه وسلم-: "إِنَّ الْمَيِّتَ لَيَسْمَعُ خفق نِعَالِهِمْ إذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ

عبد الرحمٰن بن إبي کریمۃ نے ابو ہریرہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک میت ان کے جوتوں کی چاپ سنتی ہے جب یہ پلٹتے ہیں

میزان الاعتدال میں الذھبی عبد الرحمٰن بن إبي کریمۃ کے لئے کہتے ہیں

ذكره العقيلي في كتابه متعلقا بقول إبراهيم النخعي فيه: كان صاحب أمراء.وبمثل هذا لا يلين الثقة.

اس کا ذکر عقیلی نے اپنی کتاب میں کیا ہے اور اس کے متعلق إبراهيم النخعي کا قول بیان کیا کہ یہ امراء کا مصاحب تھا اور اس طرح سے ثقہ سے نہیں ملایا

موارد الظمآن إلى زوائد ابن حبان کے محققین حسين سليم إسد الدّاراني - عبده علي الكوشك نے اس کو إسناده جید قرار دیا ہے جبکہ سند میں إسماعيل بن عبد الرحمٰن بن إبي کریمۃ السدی مختلف فیہ ہے اس کو

ضعیف اور ثقہ دونوں کہا گیا ہے- اکمال از مغلطای کے مطابق المعتمر بن سلیمان نے اس کو کذاب قرار دیا ہے

مسند احمد کی تعلیق میں شعیب الأرنؤوط نے اس کو اگرچہ صحیح لغیرہ قرار دیا ہے لیکن لکھا ہے

وهذا إسناد ضعيف، والد السدي -وهو عبد الرحمن بن أبي كريمة- لم يرو عنه غير ابنه إسماعيل، ولم يوثقه سوى ابن حبان، فهو مجهول الحال كما قال الحافظ في "التقريب

یہ سند ضعیف ہے – والد السدی عبد الرحمٰن بن ابی کریمة ہے جس سے کوئی روایت نہیں کرتا سوائے عبد الرحمٰن بن ابی کریمة کے بیٹا اسمٰعیل کے – اس کی توثیق صرف ابن حبان نے کی ہے یہ مجہول الحال ہے جیسا ابن حجر نے تقریب میں کہا ہے

صحیح ابن حبان کی تعلیق میں شعیب الأرنؤوط نے اسی سند کو ضعیف کہا ہے

إسناده ضعيف. والد إسماعيل السدي- وهو عبد الرحمن بن أبي كريمة- لم يرو عنه غير ابنه، ولم يوثقه غير المؤلف، فهو مجهول الحال كما قال الحافظ في "التقريب"، وباقي رجال ثقات، وله طرق يتقوى بها الحديث.

مسند البزار میں ہے

حَدَّثَنا مُحَمَّد بن عبد الله المخرمي حَدَّثَنا وكيع بن الجراح , حَدَّثَنا سفيان الثوري , عن السدي , عن أبيه , عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ , قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إن الميت ليسمع خفق نعالهم إذا ولوا عنه يعني مدبر

اس کی سند وہی صحیح ابن حبان جیسی ہے اور اس کو شعیب نے ضعیف قرار دیا ہے

شرح السنہ از بغوی کی روایت

امام البغوی الشافعی (المتوفی: 516ھ) کتاب شرح السنہ میں حدیث پیش کرتے ہیں

أَخْبَرَنَا أَبُو الْفَرَجِ الْمُظَفَّرُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ التَّمِيمِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْقَاسِمِ حَمْزَةُ بْنُ يُوسُفَ السَّهْمِيُّ، أَنا أَبُو أَحْمَدَ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَدِيٍّ الْحَافِظُ، نَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ، نَا أَسَدُ بْنُ مُوسَى، نَا عَنْبَسَةُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ كَثِيرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي جَدِّي، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «إِنَّ الْمَيِّتَ يَسْمَعُ حِسَّ النِّعَالِ إِذَا وَلَّوْا عَنْهُ النَّاسُ مُدْبِرِينَ، ثُمَّ يُجْلَسُ وَيُوضَعُ كَفَنُهُ فِي عُنُقِهِ، ثُمَّ يُسْأَلُ»

كَثِيرٌ جَدُّ عَنْبَسَةَ: هُوَ كَثِيرُ بْنُ عُبَيْدٍ رَضِيعُ عَائِشَةَ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ.

قَالَ رَحِمَهُ اللَّهُ: قَوْلُهُ «إِنَّ الْمَيِّتَ يَسْمَعُ حِسَّ النِّعَالِ» فِيهِ دَلِيلٌ عَلَى جَوَازِ الْمَشْيِ فِي النِّعَالِ بِحَضْرَةِ الْقُبُورِ، وَبَيْنَ ظَهْرَانَيْهَا.

عَنْبَسَةُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ كَثِيرٍ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں وہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک میت چاپ محسوس کرتی ہے جب لوگ پلٹتے ہیں پھر وہ بیٹھتی ہے اور کفن اس کی گردن تک رکھا جاتا ہے پھر سوال ہوتا ہے

کثیر یہ عنبسہ کے دادا ہیں اور یہ کثیر بن عبید ہیں

بغوی کہتے ہیں کہ قول بے شک میت چاپ محسوس کرتی ہے اس میں دلیل ہے چپل پہن کر قبروں کے پاس چلنے کے جواز کی اور ان کے درمیان

بغوی نے چاپ محسوس کرنے کی روایت کو استثنا نہیں کہا بلکہ قبرستان میں کبھی بھی قبروں پر چلنے کی اس سے دلیل لی – یاد رہے کہ صحیح عقیدہ ہے کہ المیت لا یحس و لا یسمع میت نہ سنتی ہے نہ محسوس کرتی ہے

راقم کہتا ہے کثیر بن عبید مجہول الحال ہے اس پر نہ جرح ہے نہ تعدیل ہے – اس کا ترجمہ کثیر ابن عبید رضیع عائشۃ کے نام سے امام البخاری نے تاریخ الکبیر میں قائم کیا ہے ابن إبي حاتم نے الجرح والتعدیل" 7/ 155 میں اس کا ذکر کیا ہے لیکن کوئی تعدیل نہیں کی ہے – ابن حبان نے حسب روایت اس مجہول کو ثقہ قرار دے دیا ہے

ان روایات کے بر عکس صحیح مسلم کی روایت ہے جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، حَدَّثَنَا بُدَيْلٌ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَقِيقٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: «إِذَا خَرَجَتْ رُوحُ الْمُؤْمِنِ تَلَقَّاهَا مَلَكَانِ يُصْعِدَانِهَا» - قَالَ حَمَّادٌ: فَذَكَرَ مِنْ طِيبِ رِيحِهَا وَذَكَرَ الْمِسْكَ - قَالَ: " وَيَقُولُ أَهْلُ السَّمَاءِ: رُوحٌ طَيِّبَةٌ جَاءَتْ مِنْ قِبَلِ الْأَرْضِ، صَلَّى اللهُ عَلَيْكِ وَعَلَى جَسَدٍ كُنْتِ تَعْمُرِينَهُ، فَيُنْطَلَقُ بِهِ إِلَى رَبِّهِ عَزَّ وَجَلَّ، ثُمَّ يَقُولُ: انْطَلِقُوا بِهِ إِلَى آخِرِ الْأَجَلِ "، قَالَ: " وَإِنَّ الْكَافِرَ إِذَا خَرَجَتْ رُوحُهُ - قَالَ حَمَّادٌ وَذَكَرَ مِنْ نَتْنِهَا، وَذَكَرَ لَعْنًا - وَيَقُولُ أَهْلُ السَّمَاءِ رُوحٌ: خَبِيثَةٌ جَاءَتْ مِنْ قِبَلِ الْأَرْضِ. قَالَ فَيُقَالُ: انْطَلِقُوا بِهِ إِلَى آخِرِ الْأَجَلِ "، قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: فَرَدَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَيْطَةً كَانَتْ عَلَيْهِ، عَلَى أَنْفِهِ، هَكَذَا

: عبیداللہ بن عمر قواریری حماد بن زید بدیل عبداللہ بن شقیق ، ابوہریرہ (رض) سے روایت ہے کہ جب کسی مومن کی روح نکلتی ہے تو دو فرشتے اسے لے کر اوپر چڑھتے ہیں تو آسمان والے کہتے ہیں کہ پاکیزہ روح زمین کی طرف سے آئی ہے اللہ تعالیٰ تجھ پر اور اس جسم پر کہ جسے تو آباد رکھتی تھی رحمت نازل فرمائے پھر اس روح کو اللہ عزوجل کی طرف لے جایا جاتا ہے پھر اللہ فرماتا ہے کہ تم اسے آخری وقت

کے لئے لے چلو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کافر کی روح جب نکلتی ہے تو آسمان والے کہتے ہیں کہ خبیث روح زمین کی طرف سے آئی ہے پھر اسے کہا جاتا ہے کہ تم اسے آخری وقت کے لئے لے چلو – ابوہریرہ (رض) فرماتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنی چادر اپنی ناک مبارک پر اس طرح لگالی تھی

اس کے مطابق روح کو واپس قبر میں نہیں ڈالا جا رہا جیسا کہ بعض راوی ابو ہریرہ سے منسوب کرتے ہیں اور یہ صحیح روایت ہے

مومن کی روح قیامت تک جنت میں رہے گی کی دلیل ہے کہ مسند الحمیدی میں ہے کہ کعب بن مالک أَنَّهُ لَمَّا حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ، کہ جب ان کی وفات کا وقت تھا اور مسند احمد میں ہے

حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَتْ أُمُّ مُبَشِّرٍ لِكَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، وَهُوَ شَاكٍ: اقْرَأْ عَلَى ابْنِي السَّلَامَ، تَعْنِي مُبَشِّرًا، فَقَالَ: يَغْفِرُ اللهُ لَكِ يَا أُمَّ مُبَشِّرٍ، أَوَلَمْ تَسْمَعِي مَا قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " إِنَّمَا نَسَمَةُ الْمُسْلِمِ طَيْرٌ تَعْلُقُ فِي شَجَرِ الْجَنَّةِ حَتَّى يُرْجِعَهَا اللهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلَى جَسَدِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ " قَالَتْ: صَدَقْتَ، فَأَسْتَغْفِرُ اللهَ

اِم بشر بنت البراء بن معرور آئیں اور کعب سے کہا میرے (فوت شدہ) بیٹے کو سلام کہیے گا (یعنی جنت جب ملاقات ہو) اس پر کعب نے کہا اللہ تمہاری مغفرت کرے کیا تم نے سنا نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلم کی روح ، پرندہ ہے جنت کے درخت پر لٹکتی ہے یہاں تک کہ روز محشر اللہ اسکو اس کے جسد میں لوٹا دے ام مبشر نے کہا سچ کہا میں اللہ سے مغفرت طلب کرتی ہوں

اس کی سند صحیح ہے

یہ قبر کی زندگی ایک نئی زندگی ہے اس کو انسان محسوس نہی کر سکتا یہ سب فلسفہ ۴۰۰ ہجری کا ہے اس سے قبل کوئی اس قسم کی وہمی باتیں نہیں کرتا لیکن علماء نے اپنا عقیدہ لیا کن کتابوں سے ہم بتاتے ہیں

أبو الفضل أحمد بن علي بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلاني (المتوفى: 852هـ) كتاب الإمتاع بالأربعين المتباينة السماع / ويليه أسئلة من خط الشيخ العسقلاني میں لکھتے ہیں

أما روح الْمَيِّت ففارقت جسده فراقا كليا لَكِن يبْقى لَهَا بِهِ اتِّصَال مَا بِهِ يَقع إِدْرَاك لبدن الْمُؤمن التَّنْعِيم وَإِدْرَاك الْكَافِر التعذيب لِأَن النَّعيم يَقع لروح هَذَا وَالْعَذَاب يَقع لروح هَذَا وَيدْرك ذَلِك الْبدن على مَا هُوَ الْمَذْهَب الْمُرَجح عِنْد أهل السّنة فَهُوَ أَن النَّعيم وَالْعَذَاب فِي البرزخ يَقع على الرّوح والجسد وَذهب

فريق مِنْهُم على أَنه يَقع على الرّوح فَقَط فقد وَردت آثَار كتبت فِي منامات عديدة تبلغ التَّوَاتُر الْمَعْنَوِيّ فِي تَقْوِيَة الْمَذْهَب الرَّاجِح أورد مِنْهَا الْكثير أَبُو بكر بن أبي الدُّنْيَا فِي كتاب الْقُبُور وَأَبُو عَبْد اللهِ بْن مَنْدَه فِي كتاب الرّوح وَذكر الْكثير مِنْهَا ابْن عبد الْبر فِي الاستذكار وَعبد الْحق فِي الْعَاقِبَة وَغَيرهم وَهِي إِن كَانَت لَا تنهض للحجة لَكِنَّهَا مِمَّا تصلح أَن يرجح بِهِ وَإِذا تقرر ذَلِك فَمن قَالَ إِن النَّعيم أَو الْعَذَاب يَقع على الرّوح وَالْبدن مَعًا يَقُول إِن الْمَيِّت يعرف من يزوره وَيسمع من يقْرَأ عِنْده إِذْ لَا مَانع من ذَلِك وَمن قَالَ إِن النَّعيم أَو الْعَذَاب يَقع على الرّوح فَقَط وَلَا يمْنَع ذَلِك أَيْضا إِلَّا من زعم مِنْهُم أَن الْأَرْوَاح المعذبة مَشْغُولَة بِمَا فِيهِ والأرواح المنعمة مَشْغُولَة بِمَا فِيهِ فقد ذهب إِلَى ذَلِك طوائف من النَّاس وَالْمَشْهُور خِلَافه وَسَنذكر فِي السُّؤَال الرَّابِع أَشْيَاء تقَوِّي الْمَذْهَب الرَّاجِح وَالله الْمُوفق

پس جہاں تک میت کی روح کا تعلق ہے تو وہ کلی طور پر جسم سے الگ ہو جاتی ہے لیکن اس کا جسم سے کنکشن باقی رہ جاتا ہے جس سے اگر مومن ہو تو راحت کا احساس ہوتا ہے اور کافر کو عذاب کا ادرک ہوتا ہے کیونکہ بے شک راحت روح کو ہوتی ہے اور عذاب بھی روح کو ہوتا ہے اور بدن اس کا ادرک کرتا ہے جو مذھب راجح ہے اہل سنت کے ہاں کہ عذاب و راحت البرزخ میں روح کو اور جسد کو ہوتا ہے اور ایک فریق کا مذھب ہے کہ صرف روح کو ہوتا ہے لیکن مذھب راجح کو تقویت ملتی ہے ان اثار سے جو نیند کے حوالے سے تواتر کو پہنچے ہوئے ہیں اور کچھ روایات جن کو ابن ابی دنیا نے کتاب القبور میں اور ابو عبداللہ ابن مندہ نے کتاب الروح میں اور ان میں سے بہت سوں کو ابن عبد البر نے الاستذکار میں اور عبد الحق نے کتاب الْعَاقِبَة میں ذکر کیا ہے اور وہ یہ ہیں کہ ... بے شک عذاب و راحت روح اور اس کے ساتھ بدن کو ہوتا ہے کہا ہے کہ بے شک میت اپنے زائر کو جانتی ہے اور اپنے پاس قرات سنتی ہے اور اسمیں کچھ مانع نہیں ہے اور جس نے کہا یہ کہ صرف روح کو عذاب و راحت ہوتی ہے تو اس کو ماننے میں بھی کچھ مانع نہیں سوائے اس کے کہ ارواح عذاب میں ہیں اور یا راحت میں مشغول ہیں اور اس طرف ایک خلقت کا مذھب ہے اور مشھور اس کے خلاف ہے

راجح مذھب کس طرح کی کمزور روایات کے بل پر کھڑا کیا گیا ہے اپ دیکھ سکتے ہیں ابن ابی الدنیا اور کتاب الْعَاقِبَة ، الاستذکار وغیرہ . راجح مذھب اصل میں کمزور روایات کے بل پر گھڑا گیا ہے اور اسی عینک سے صحیح روایات کی غلط تعبیر کی گئی ہے

جانوروں ، پرندوں اور درندوں کا سماع

مسند احمد کی روایت ہے

حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ، حَدَّثَنَا عَبَّادٌ يَعْنِي ابْنَ رَاشِدٍ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِي هِنْدٍ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: شَهِدْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِنَازَةً، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " أَيُّهَا النَّاسُ أَنَّ هَذِهِ الْأُمَّةَ تُبْتَلَى فِي قُبُورِهَا، فَأَذَا الْأَنْسَانُ دُفِنَ فَتَفَرَّقَ عَنْهُ أَصْحَابُهُ، جَاءَهُ مَلَكٌ فِي يَدِهِ مِطْرَاقٌ فَأَقْعَدَهُ، قَالَ: مَا تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ؟ فَأَنْ كَانَ مُؤْمِنًا قَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَا أَلَهَ أَلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، فَيَقُولُ: صَدَقْتَ ثُمَّ يُفْتَحُ لَهُ بَابٌ أَلَى النَّارِ، فَيَقُولُ: هَذَا كَانَ مَنْزِلُكَ لَوْ كَفَرْتَ بِرَبِّكَ، فَأَمَّا أَذْ آمَنْتَ فَهَذَا مَنْزِلُكَ، فَيُفْتَحُ لَهُ بَابٌ أَلَى الْجَنَّةِ، فَيُرِيدُ أَنْ يَنْهَضَ أَلَيْهِ فَيَقُولُ لَهُ: اسْكُنْ وَيُفْسَحُ لَهُ فِي قَبْرِهِ، وَأَنْ كَانَ كَافِرًا أَوْ مُنَافِقًا يَقُولُ لَهُ: مَا تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ؟ فَيَقُولُ: لَا أَدْرِي سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُولُونَ شَيْئًا، فَيَقُولُ: لَا دَرَيْتَ، وَلَا تَلَيْتَ، وَلَا اهْتَدَيْتَ، ثُمَّ يُفْتَحُ لَهُ بَابٌ أَلَى الْجَنَّةِ فَيَقُولُ: هَذَا مَنْزِلُكَ لَوْ آمَنْتَ بِرَبِّكَ، فَأَمَّا أَذْ كَفَرْتَ بِهِ فَأَنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ أَبْدَلَكَ بِهِ هَذَا، وَيُفْتَحُ لَهُ بَابٌ أَلَى النَّارِ، ثُمَّ يَقْمَعُهُ قَمْعَةً بِالْمِطْرَاقِ يَسْمَعُهَا خَلْقُ اللهِ كُلُّهُمْ غَيْرَ الثَّقَلَيْنِ " فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا أَحَدٌ يَقُومُ عَلَيْهِ مَلَكٌ فِي يَدِهِ مِطْرَاقٌ أَلَّا هِيلَ عِنْدَ ذَلِكَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " يُثَبِّتُ اللهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ " [إبراهيم:27] (4)

ابو سعید الخدری سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنازہ دیکھا اے لوگوں اس امت کو قبروں میں آزمایا جائے گا – پس جب انسان کو دفن کیا جائے گا اس کے اصحاب منتشر ہوں گے ، فرشتہ آئے گا جس کے ہاتھ میں گرز ہو گا وہ اس کو بٹھائے گا - پوچھے گا اس شخص پر کیا کہتے ہو؟ اگر وہ مومن ہوا تو کہے گا میں گواہی دیتا ہیں کہ محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں- فرشتہ بولے گا تو نے سچ کہا پھر ایک باب کھولے گا جہنم کی طرف اور کہے گا یہ تیری منزل ہوتی اگر اپنے رب کا کفر کیا ہوتا اب چونکہ تو ایمان والا ہے یہ تیری منزل ہے پھر ایک باب جنت کی طرف کھولے گا پس وہ مرنے والا اس کی طرف لپکے گا تو فرشتہ بولے گا ابھی قبر میں ہی رہو اور وہ اس کی قبر کو فراخ کر دے گا- اور اگر انسان کافر یا منافق ہوا اس سے کہا جائے گا اس شخص پر کیا کہتے ہو ؟ وہ بولے گا مجھے کچھ نہیں پتا میں نے لوگوں کو اس کے بارے میں کہتے سنا! فرشتہ بولے گا : لَا دَرَيْتَ، وَلَا تَلَيْتَ، وَلَا اهْتَدَيْتَ – پھر ایک باب جنت کی طرف کھولے گا اور کہے گا یہ تیری منزل ہوتی اگر اپنے رب پر ایمان لاتا لیکن اب تو کافر ہے یہ بدل دیا گیا ہے اور جہنم کی طرف دروازہ کھولے گا – فرشتہ اس کو گرز سے دبائے گا جس کی آواز ہر وہ چیز سنے گی جو اللہ نے خلق کی سوائے جن و انس کے – پس ایک قوم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا اے رسول اللہ کیا ہم میں سے کسی کے سر

پر فرشتہ کھڑا ہو گا جس کے ہاتھ میں گرز ہو سوائے اس کے کہ وہ (فرشتہ سے وضاحتا) سوال کر رہا ہو؟ پس رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے آیت تلاوت کی

" يُثَبِّتُ اللهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ " [إبراهيم:27]

اللہ مومنو کو اثبات دے گا ثابت قول پر

كتاب السنة (ومعه ظلال الجنة في تخريج السنة بقلم: محمد ناصر الدين الألباني) از مؤلف: أبو بكر بن أبي عاصم وهو أحمد بن عمرو بن الضحاك بن مخلد الشيباني (المتوفى: 287هـ) کے مطابق متن میں ہے – اصحاب نے عرض کیا

مَا مِنَّا أَحَدٌ يَقُومُ عَلَى رَأْسِهِ مَلَكٌ فِي يَدِهِ مِطْرَاقٌ إِلا ذَهَلَ عند ذلك

کیا ہم میں سے کسی کے سر پر فرشتہ کھڑا ہو گا جس کے ہاتھ میں گرز ہو سوائے اس کے کہ وہ غلطی کر رہا ہو

البانی کے بقول یہ حدیث صحیح ہے ہر چند اس میں الحسن بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي كَبْشَةَ فلم أعرفه جس کو وہ نہیں جانتے کون ہے!

اس کی سند میں عباد بن راشد پر محدثین کی ایک جماعت کی جرح ہے اس کو متروک تک کہا گیا ہے لیکن مسند احمد کے مولف امام احمد کی رائے ہے کہ یہ ثقہ ہے

وقال إبراهيم بن يعقوب الجوزجاني: سألت أحمد بن حنبل، عن عباد بن راشد. فقال: شيخ ثقة، صدوق صالح. «الجرح والتعديل» 6/ (406)

راقم کہتا ہے یہ روایت معلول ہے اس میں عربی کی غلطی ہے اور لَا دَرَيْتَ، وَلَا تَلَيْتَ کے الفاظ ہیں جو عرب نحویوں کے مطابق غلط ہیں- شعيب الأرنؤوط اور البانی نے اس متن کو صحیح قرار دیا ہے - اس روایت کے تحت قبر کے اس عذاب کو سب مخلوق سنتی ہے سوائے جن و انس کے- یعنی یہ آواز پرندے ، جانور، درندے ، درخت و حجر سب سنتے ہیں

بخاری و مسلم میں روایات سے پتا چلتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ابراہیم کی وفات والے دن ١٠ ہجری میں سورج گرہن کی نماز کے دوران، عذاب قبر سے مطلع کیا گیا. اس کی جو روایات بخاری اور

مسلم میں ہیں ان میں ایک مشکل بھی ہے کہ عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے مروی ان روایات میں یہ آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر دو یہودی عورتیں آئیں، انہوں نے عذاب قبر کا تذکرہ کیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پناہ مانگی اور مسلم کی روایت کے مطابق کہا یہ یہود کے لئے ہے پھر فَلَبِثْنَا لَيَالِيَ کچھ راتوں بعد اپ نے فرمایا أَمَا شَعَرْتِ أَنَّهُ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّكُمْ تُفْتَنُونَ فِي الْقُبُورِ کیا تمہیں شعور ہوا مجھے وحی کی گئی ہے کہ تم کو قبروں میں آزمایا جائے گا۔ اس کے بر عکس ایک دوسری روایت جو مسروق سے مروی ہے اس میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی عورتوں کی فورا تصدیق کی اور اس میں اضافہ بھی ہے کہ تمام چوپائے عذاب سنتے ہیں

مسروق کی حدیث ہے

ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا ، کہا ہم سے جریر بن عبدالحمید نے بیان کیا ، ان سے ابووائل نے ، ان سے مسروق نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ مدینہ کے یہودیوں کی دو بوڑھی عورتیں میرے پاس آئیں اور انہوں نے مجھ سے کہا کہ قبر والوں کو ان کی قبر میں عذاب ہو گا ۔ لیکن میں نے انہیں جھٹلایا اور ان کی (بات کی) تصدیق نہیں کر سکی ۔ پھر وہ دونوں عورتیں چلی گئیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے عرض کیا : یا رسول اللہ ! دو بوڑھی عورتیں تھیں ، پھر میں آپ سے واقعہ کا ذکر کیا ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہوں نے صحیح کہا ، قبر والوں کو عذاب ہو گا اور ان کے عذاب کو تمام چوپائے سنیں گے ۔ پھر میں نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز میں قبر کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگنے لگے تھے ۔

اس کے بر خلاف صحیحین کی دیگر روایات میں ہے

عمرۃ بیان کرتی ہیں کہ ایک یہودیہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس سوال کرتے ہوئے آئی اور کہنے لگی کہ اللہ تعالیٰ تجھے قبر کے عذاب سے بچائے۔ اُمّ المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا لوگ اپنی قبروں میں عذاب دیئے جاتے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عائذا باللّٰہ من ذٰلک ۔ میں اس سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔ پھر ایک دن آپ صبح کے وقت اپنی سواری پر سوار ہوئے پھر (اس دن) سورج کو گرہن لگ گیا۔ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کسوف

ادا فرمائی یہاں تک کہ) سورج روشن ہو گیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

انی قد رایتکم تفتنون فی القبور کفتنۃ الدجال ... اسمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد ذالک یتعوذ من عذاب النار و عذاب القبر

بے شک میں نے دیکھا کہ تم قبروں میں آزمائے جاؤ گے دجال کے فتنے کی طرح۔ ... میں نے اس دن کے بعد سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عذاب جہنم اور عذاب قبر سے پناہ مانگتے ہوئے سنا۔ اور صحیح بخاری میں یہ الفاظ بھی ہیں:

فقال ما شاء اللہ ان یقول ثم امرھم ان یتعوذوا من عذاب القبر

پھر آپ نے (خطبہ میں) جو کچھ اللہ تعالیٰ نے چاہا فرمایا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ وہ قبر کے عذاب سے پناہ مانگیں۔

صحیح بخاری کتاب الکسوف باب التعوذ من عذاب القبر فی الکسوف جلد۱صفحہ ۱۴۳عربی ح:۱۰۴۹۔ صحیح مسلم کتاب الکسوف ج۱صفحہ ۲۹۷عربی ح:۲۰۹۸

یہ دونوں متضاد روایات ہیں-مسروق کی روایت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم عذاب کی فورا تصدیق کرتے ہیں جبکہ دوسری میں کچھ دنوں بعد-وہ روایات جو صحیح میں ہوں چاہے بخاری کی ہوں یا مسلم کی اور باہم متصادم ہوں ان پر متقدمین محدثین حدیث مشکل کا حکم لگا کر بحث کر چکے ہیں .کتاب شرح مشکل الآثار از أبو جعفر أحمد بن محمد الطحاوي (المتوفى: 321هـ) بَابُ بَيَانِ مُشْكِلِ مَا رُوِيَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي دَفْعِهِ: أَنَّ النَّاسَ يُعَذَّبُونَ فِي قُبُورِهِمْ لَمَّا سُئِلَ عَنْ ذَلِكَ بَعْدَ قَوْلِ الْيَهُودِيَّةِ لِعَائِشَةَ: " أَعَاذَكِ اللهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ میں الطحاوی لکھتے ہیں

وَكَمَا حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَنْصُورٍ الْبَالِسِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ جَمِيلٍ قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ عَجُوزَانِ مِنْ عَجَائِزِ يَهُودَ الْمَدِينَةِ، فَقَالَتَا لِي: إِنَّ أَهْلَ الْقُبُورِ يُعَذَّبُونَ فِي قُبُورِهِمْ، فَكَذَّبْتُهُمَا، وَلَمْ أُصَدِّقْهُمَا، فَخَرَجَتَا، وَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ عَجُوزَيْنِ دَخَلَتَا عَلَيَّ، فَزَعَمَتَا أَنَّ أَهْلَ الْقُبُورِ يُعَذَّبُونَ، فَقَالَ: " صَدَقَتَا، إِنَّهُمْ لَيُعَذَّبُونَ عَذَابًا تَسْمَعُهُ الْبَهَائِمُ كُلُّهَا " فَقَالَتْ عَائِشَةُ: " فَمَا رَأَيْتُهُ بَعْدَ ذَلِكَ فِي صَلَاةٍ، إِلَّا يَتَعَوَّذُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ

جیسا کہ روایت کیا ہے حسن بن عبدللہ بن منصور ... عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ کہ انہوں نے فرمایا میرے پاس مدینہ کی دو بوڑھی یہودن آئیں انہوں نے کہا بے شک اہل قبور کو قبروں میں

عذاب ہوتا ہے اس پر میں نے نہ ان کی تکذیب کی نہ تصدیق پس جب وہ دونوں نکلیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوئے میں نے کہا اے رسول اللہ ان بوڑھی عورتوں نے جو آئیں تھیں نے دعوی کیا ہے کہ اہل قبور کو قبروں میں عذاب ہوتا ہے پس اپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سچ کہا بے شک انکو عذاب ہوتا ہے جس کو چوپائے سنتے ہیں پس عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے کہا اس کے بعد میں نے ہر نماز میں عذاب قبر سے پناہ مانگتے سنا

اس کے بعد الطحاوی نے بخاری اور مسلم کی دوسری روایات پیش کی ہیں جن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فورا یہودی عورتوں کی تصدیق نہیں کی. مسلم کی روایت میں تو باقاعدہ کچھ راتیں گزرنے کے بعد کے الفاظ ہیں

الطحاوی کہتے ہیں

أَنَّا قَدْ تَأَمَّلْنَا حَدِيثَ عَمْرَةَ الَّذِي بَدَأْنَا بِذِكْرِهِ فِي هَذَا الْبَابِ، عَنْ عَائِشَةَ، فَوَجَدْنَا غَيْرَ وَاحِدٍ مِنَ الرُّوَاةِ عَنْ عَائِشَةَ، قَدْ خَالَفُوهَا عَنْهَا، فَمِنْهُمْ مَسْرُوقُ بْنُ الْأَجْدَعِ

جب ہم عمرہ کی عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا حدیث جس سے ہم نے اس باب میں بات شروع کی تھی اس پر تامل کرتے ہیں تو ہم یہ پاتے ہیں کہ ایک سے زائد راویوں نے اس کو عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت کیا ہے جن کی مخالفت مَسْرُوقُ بْنُ الْأَجْدَعِ نے کی ہے

آخر میں الطحاوی فیصلہ دیتے ہیں

قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ: فَكَانَ فِي هَذَا الْحَدِيثِ مَا قَدْ دَلَّ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ دَفَعَ ذَلِكَ فِي الْبَدْءِ قَبْلَ أَنْ يُوحَى إِلَيْهِ أَنَّهُمْ يُفْتَنُونَ فِي قُبُورِهِمْ، ثُمَّ أُوحِيَ إِلَيْهِ أَنَّهُمْ يُفْتَنُونَ فِي قُبُورِهِمْ، فَرَجَعَ إِلَى التَّصْدِيقِ بِذَلِكَ، وَالِاسْتِعَاذَةِ مِنْهُ، وَفِي هَذَا مَا قَدْ دَلَّ عَلَى مُوَافَقَةِ عُرْوَةَ عَمْرَةَ عَلَى مَا رَوَتْ مِنْ ذَلِكَ عَنْ عَائِشَةَ، وَكَانَ هَذَا عِنْدَنَا وَاللهُ أَعْلَمُ أَوْلَى بِمَا رُوِيَ عَنْ عَائِشَةَ مِمَّا رَوَاهُ مَسْرُوقٌ، وَذَكْوَانُ عَنْهَا، لِأَنَّ فِي هَذَا تَقَدُّمَ دَفْعِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَلِكَ، ثُمَّ إِثْبَاتَهُ إِيَّاهُ بَعْدَ ذَلِكَ فَكَانَ الَّذِي كَانَ عِنْدَ مَسْرُوقٍ، وَذَكْوَانَ فِي ذَلِكَ، هُوَ الْأَمْرُ الثَّانِي، وَكَانَ الَّذِي كَانَ عِنْدَ عُرْوَةَ، وَعَمْرَةَ، الْأَمْرَ الْأَوَّلَ وَالْأَمْرَ الثَّانِي، فَكَانَا بِذَلِكَ أَوْلَى، وَكَانَا بِمَا حَفِظَا مِنْ ذَلِكَ، قَدْ حَفِظَا مَا قَصَّرَ مَسْرُوقٌ، وَذَكْوَانُ عَنْ حِفْظِهِ، وَاللهَ نَسْأَلُهُ التَّوْفِيقَ

ابو جعفر نے کہا پس اس حدیث میں دلیل ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی انے سے پہلے اس کا رد کیا کہ ان کو قبروں میں فتنہ میں مبتلا کیا جائے گا. پھر جب وحی آئی کہ بے شک ان کو قبروں میں فتنہ میں مبتلا کیا جائے گا تو اپ نے اس کی تصدیق کی اور اس سے پناہ مانگی اور اس میں دلیل ہے کہ عروہ اور عمرہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے جو پایا (سنا) اس (بیان) میں اپس میں موافقت ہے . یہ ہمارے لئے زیادہ اولی بات ہے وَاللهُ أَعْلَمُ، اس سے جو مسروق اور وَذَكْوَانُ نے ان سے روایت کیا ہے .... پس دیگر رآویوں نے یاد رکھا جو مسروق نے مختصر کر دیا

جو انہوں نے یاد کیا

اس تمام بحث سے معلوم ہوا مسروق نے اس کو غلط روایت کر دیا ہے ۔ الفاظ إِنَّهُمْ لَيُعَذَّبُونَ عَذَابًا تَسْمَعُهُ الْبَهَائِمُ كُلُّهَا ان کو عذاب ہوتا ہے جس کو تمام چوپائے سنتے ہیں صرف مسروق ہی بیان کرتے ہیں

الطحاوی کے مطابق مسروق اس روایت کو صحیح یاد نہ رکھ سکے چونکہ ان کی روایت میں اور علتیں بھی ہیں لہٰذا عقیدے میں وہ کارگر نہیں اس بنیاد پر چوپائے کے عذاب کے سنے کوایک عموم نہیں مانا جا سکتا آجکل اس حوالے سے کافی الجھاؤ اہل حدیث حضرات نے پیدا کر دیا ہے جب ان سے اس مسئلہ میں بات ہوتی ہے وہ یہ باور کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ عذاب ایک غیب کا معاملہ ہے لیکن پھر اس کو چوپایوں کو بھی سنواتے ہیں

ابو جابر دامانوی کتاب عذاب قبر کی حقیقت میں لکھتے ہیں

بلی کی بصارت انسان کی نسبت بہت زیادہ ہے اور وہ اندھیرے میں دیکھ سکتی ہے۔ چوپایوں کے سونگھنے، سننے اور محسوس کرنے کی حس انسان سے کہیں زیادہ ہے۔ للذا وہ عذاب قبر سن سکتے ہیں جیسا کہ آجکل موبائل فون کی ٹرانسمیشن انتہائی زیادہ ہے جو کہ انسانی سماعت سے کہیں زیادہ ہے۔ وہ ٹرانسمیشن انسانی کان تو نہیں سن سکتا لیکن موبائل فون اِس کو سن لیتا ہے اور پھر اِسی ٹرانسمیشن کو انسانی سماعت کے مطابق ڈھال کر ہمیں سنا دیتا ہے۔

موصوف سائنسی چوپائے پیش کر رہے ہیں اور غیب میں نقب لگا رہے ہیں

اللہ تعالی قرآن میں کہتا ہے غیب تو اسکو تو زمیں و آسمان میں کوئی نہیں جانتا سوائے اللہ کے

قُل لَّا يَعْلَمُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ

قرآن میں ہے کہ پہاڑ اللہ کی تسبیح کرتے ہیں اس تسبیح کو کرنے والا پہاڑ جانتا ہے یا اللہ. اسی طرح درخت و پہاڑ وغیرہ سجدہ کرتے ہیں اس کی کیفیت کو کرنے والا پہاڑ جانتا ہے یا اللہ، لیکن اس کے علاوہ کوئی نہیں جانتا. عذاب قبر کے لئے عود روح کے قائلین کہتے ہیں عذاب و چیخ کو معذب مردہ جانتا ہے

، چوپائے بھی سنتے ہیں، تو یہ غیب کیسے رہا ! لہٰذا یہ دلیل نہیں بنتی

ابو جابر دامانوی کتاب عذاب قبر میں مفتی محمد شفیع صاحب کے حوالے سے غیب کی تعریف کرتے ہیں

لفظ غیب لغت میں ایسی چیزوں کے لئے بولا جاتا ہے جو نہ بدیہی طور پر انسان کو معلوم ہوں اور نہ انسان کے حواس خمسہ اس کا پتہ لگا سکیں۔یعنی نہ وہ آنکھ سے نظر آئیں نہ کان سے سنائی دیں نہ ناک سے سونگھ کر یا زبان سے چکھ کر ان کا علم ہو سکے اور نہ ہاتھ پھیر کر ان کو معلوم کیا جا سکے۔قرآن میں لفظ غیب سے وہ تمام چیزیں مراد ہیں جن کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے اور ان کا علم بداہت عقل اور حواس خمسہ کے ذریعہ نہیں ہو سکتا۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات بھی آ جاتی ہیں۔تقدیری امور' جنت ودوزخ کے حالات 'قیامت اور اس میں پیش آنے والے واقعات بھی' فرشتے ' تمام آسمانی کتابیں اور تمام انبیاء سابقین بھی جس کی تفصیل اسی سورہ بقرہ کے ختم پر امن الرسول میں بیان کی گئی ہے گویا یہاں ایمان مجمل کا بیان ہو ا ہے۔اور آخری آیت میں ایمان مفصل کا۔ تو اب ایمان بالغیب کے معنی یہ ہو گئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو ہدایات و تعلیمات لے کر آئے ہیں ان سب کو یقینی طور پر دل سے ماننا' شرط یہ ہے کہ اس تعلیم کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہونا قطعی طور پر ثابت ہو۔جمہور اہل اسلام کے نزدیک ایمان کی یہی تعریف ہے (عقیدہ طحاوی ' عقائد نسفی وغیرہ

سوال ہے کہ کیا غیب صرف انسانوں کے لئے ہے چرند پرند ،چوپائیوں، درندوں کے لئے نہیں

اگر یہ معاملہ صرف اللہ اور تکوینی امور پر اس کی طرف سے مقرر کردہ فرشتوں تک محدود ہوتا تو یہ بات قبل غور ہوتی لیکن جب اس میں چوپائے، درندے ، پرندے بھی شامل ہو جائیں تو یہ اب عموم ہو گیا کیونکہ سب سنیں گے اور یہ غیب نہیں رہا۔

مشرکین پر عذاب کی خبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں ہی دی گئی کیونکہ قرآن کی عذاب البرزخ کی آیت مکی ہیں لہٰذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر تھی. مسلم کی ایک روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنو نجار کے ایک باغ میں قبروں کے پاس سے گزرے جہاں اپ کا خچر بدکا اور اپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان قبروں کے بارے میں پوچھا ، اپ کو بتایا گیا کہ یہ مشرک تھے. اپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے خبر دی کہ ان قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے. خچر بدکنے کا واقعہ عموم سے الگ ہے کیونکہ خچر قبرستان میں چرتے رہتے ہیں لیکن نہیں بدکتے . بخاری میں ایک دوسری روایت ہے کہ بنو نجار ہی کے ایک مقام پر اپ نے مشرکین کی قبریں اکھڑ وا دیں اور وہاں اب مسجد النبی ہے اس تاریخی پس منظر میں یہ واضح ہے کہ عذاب اگر ارضی قبر میں ہوتا تو اس مقام پر نہ ہی مسجد النبی ہوتی نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو کھدواتے اور کسی اور مقام پر جا کر مسجد النبی کی تعمیر کرتے.خوب یاد رکھیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکین پر عذاب قبر کی خبر مکّہ میں ہو چکی ہے لیکن پھر بھی قبرین کھدواتے ہیں

جہاں تک خچر بدکنے کا تعلق ہے تو وہ ایک خاص واقعہ ہے جو پھر کبھی پیش نہیں آیا . اپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عذاب سنوایا گیا نہ کہ دکھایا گیا یہ ایسے ہی ہے ہم قاہرہ کے عجائب گھر جائیں اور کہیں کہ ان فرعونیوں پر عذاب ہو رہا ہے جس سے ظاہر ہے کوئی یہ نہیں سمجھے گا کہ یہیں عجائب گھر میں ہو رہا ہے الطحآوی کی تحقیق اس سلسے میں صحیح ہے کہ مسروق نے جو حدیث بیان کی ہے اس کو انہوں نے صحیح یاد نہیں رکھا

اس سلسلے میں قرع نعال یعنی جوتیوں کی چاپ والی روایت بھی پیش کی جاتی ہے کہ جب فرشتے مارتے ہیں تو

(فَيَصِيْحُ صَيْحَةً يَّسْمَعُهَا مَنْ يَّلِيْهِ غَيْرُ الثَّقَلَيْنِ (بخاری مسلم

پس وہ (کافر اس مار سے) چیختا ہے اور اس کے چیخنے چلانے کی آواز انسانوں اور جنوں کے علاوہ پاس والے سنتے ہیں۔

بخاری کے شارح ابن بطال کہتے ہیں کہ الفاظ يَّسْمَعُهَا مَنْ يَّلِيْهِ غَيْرُ الثَّقَلَيْنِ سے مراد
هم الملائكة الذين يلون فتنته

فرشتے ہیں جو فتنہ (سوال) قبر کے لئے ہوتے ہیں وہی اس چیخ کو سنتے ہیں

دوم اگر یہ مان لیا جائے کہ چیخ کو جن و انس کے علاوہ سب سنتے ہیں تو اس میں چرند پرند حشرات ارض بلی کتے سب شامل ہو جائیں گے اور اس کو صرف چوپایوں تک محدود کرنے کی کوئی تخصیص نہیں رہے گی سوم یہ علم غیب کی بات بھی نہیں ہو گی

اگر عذاب اسی دنیا کی قبر میں ہوتا تو پرندے اپنے گھونسلے قبرستان میں نہیں بناتے ہوں گے کیونکہ وہ

بہت حساس مخلوق ہے جبکہ عام مشاہدہ اس کا رد کرتا ہے
آجکل ایک نیا شوشہ قبر پرستوں کی طرف سے پیش کیا جاتا ہے کہ دو طرح کے چوپائے ہوتے ہیں ایک شہری جو ہارن کی آواز سے بھی نہیں ڈرتے، دوسرے دیہاتی جو فورا چونک جاتے ہیں لیکن کیا عذاب قبر جس کے لئے کہا جاتا ہے کہ اگر کوئی سن لے تو مردہ ہی نہ دفنائے اسقدر بے ضرر ہے کہ شہری چوپائے قبرستان میں چرتے ہیں اور عذاب الہی سے لا علم رہتے ہیں پرسکوں انداز میں گھانس چرتے رہتے ہیں کہا جاتا ہے کہ عذاب فرشتے دنیا کی قبر میں میت پر کرتے ہیں جس کو چوپائے سنتے ہیں لیکن قرآن کہتا ہے

امْ تَحْسَبُ أَنَّ أَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُونَ أَوْ يَعْقِلُونَ ۚ إِنْ هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ ۖ بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيلًا

کیا آپ اسی خیال میں ہیں کہ ان میں سے اکثر سنتے یا سمجھتے ہیں۔ وہ تو نرے چوپایوں جیسے ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ بھٹکے ہوئے

یعنی کفار کی مثال چوپایوں جیسی ہے بلکہ ان سے زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں جن کو منزل کی طرف ہانکنا پڑتا ہے
روایات کے مطابق پرندے بھی عذاب قبر سنتے ہیں – لیکن صحیح احادیث میں موجود ہے کہ پرندے تو مومن کی لاش تک کو کھا جاتے ہیں - جنگ احد کی مشہور حدیث ہے کہ پچاس تیر اندازوں کو حکم کیا گیا کہ اپنی جگہ مت چھوڑنا حتی کہ
اگر تم دیکھو کہ کہ پرندے ہم کو اچک لیے جارہے ہیں تو اپنی جگہ کو نہ چھوڑنا یہاں تک کہ میں تمہارے پاس کسی کو بھیجوں –
سنن ترمذی میں ہے[16]
حدثنا قتيبة، حدثنا ابو صفوان، عن اسامة بن زيد، عن ابن شهاب، عن انس بن مالك، قال: اتى رسول الله صلى الله عليه وسلم على حمزة يوم احد، فوقف عليه فرآه قد مثل به، فقال: " لولا ان تجد صفية في نفسها لتركته حتى تاكله العافية حتى يحشر يوم القيامة من بطونها

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احد کے دن حمزہ کے پاس آئے۔ آپ اس کے پاس رکے، آپ نے دیکھا کہ لاش کا مثلہ کر دیا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا اگر صفیہ اپنے دل میں برا نہ مانتیں تو میں انہیں یوں ہی دفن کیے بغیر چھوڑ دیتا یہاں تک کہ درند و پرند انہیں کھا جاتے۔ پھر وہ قیامت کے دن ان کے پیٹوں سے اٹھائے جاتے

دوسری طرف مجوسی کی لاش بھی پرندوں کو کھلا کر تلف کی جاتی ہے جس کی تدفین ہی نہیں کی جاتی – عذاب قبر اگر مجوسی کی لاش پر ہوتا ہے تو مرنے کے فورا بعد ہی ہونا ضروری ہے - فرقہ پرست اس میں وقفہ کا ذکر کرتے ہیں کہ پہلے مجوسی کئی دن دہی میں لگا ایک گرز کے ساتھ کنواں میں لٹکتا رہتا ہے پھر گدھ آ کر اس کو کھاتے ہیں، کئی دن لگتے ہیں ، پھر وہ پرندے فضلہ کرتے ہیں، پھر ان کا مادہ زمین میں جاتا ہے، پھر عذاب قبر شروع ہوتا ہے –حاشا للہ - مالک ملک تو سریع الحساب ہے

الکلام المیت کے دلائل

صحیح مسلم میں ہے

ام سلمہ رضی اللہ عنہ کہتیں کہ جب ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی آنکھیں (موت کے وقت) پتھرا گئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور اپنے ہاتھ سے ان کی آنکھیں بند کیں اور پھر فرمایا جب روح قبض کی جاتی ہے تو اس کی بینائی بھی روح کے ساتھ چلی جاتی ہے۔ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کے گھر والے یہ سن کر سمجھ گئے کہ ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا اور وہ رونے چلانے لگے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے نفسوں پر بھلائی کے سوا اور کوئی دعا نہ کرو اس لئے کہ اس وقت جو کچھ تمہاری زبان سے نکلتا ہے فرشتے اس پر آمین کہتے ہیں۔اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
" اے اللہ ! ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کو بخش دے اور ان کا مرتبہ بلند فرما کر ان لوگوں میں ان کو شامل فرما دے جن کو راہ مستقیم دکھائی گئی ہے اور ان کے پسماندگان کی کارسازی فرما اور اے تمام جہانوں کے پروردگار ہم کو اور ان کو بخش دے اور ان کی قبر میں کشادگی فرما اور اس کو (انور سے) منور کر دے۔

دوسری طرف صحیح بخاری کی ایک روایت ہے جس کو مردے میں بصری قوت اور قوت گویائی کا عقیدہ رکھنے والے پیش کرتے ہیں

صحیح بخاری کتاب الجنائز – باب کلام المیت علی الجنازۃ باب : میت کا چارپائی پر بات کرنا

حدیث نمبر : 1380

حدثنا قتيبة، حدثنا الليث، عن سعيد بن أبي سعيد، عن أبيه، أنه سمع أبا سعيد الخدري ـ رضى الله عنه ـ يقول قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " إذا وضعت الجنازة فاحتملها الرجال على أعناقهم، فإن كانت صالحة قالت قدموني قدموني. وإن كانت غير صالحة قالت يا ويلها أين يذهبون بها. يسمع صوتها كل شىء إلا الإنسان، ولو سمعها الإنسان لصعق".

ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم سے لیث بن سعد نے بیان کیا' ان سے سعید بن ابی سعید نے بیان کیا' ان سے ان کے باپ نے بیان کیا' ان سے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب جنازہ تیار ہو جاتا ہے پھر مرد اس کو اپنی گردنوں پر اٹھا لیتے ہیں تو اگر وہ مردہ نیک ہو تو کہتا ہے کہ ہاں آگے لیے چلو مجھے بڑھائے چلو اور اگر نیک نہیں ہوتا تو کہتا ہے۔ ہائے رے خرابی! میرا جنازہ کہاں لیے جارہے ہو۔ اس آواز کو انسان کے سوا تمام مخلوق سنتی ہے اگر انسان سنے تو بے ہوش ہو جائے

الطبقات الکبری از المؤلف: أبو عبد الله محمد بن سعد بن منیع الهاشمی بالولاء، البصری، البغدادی المعروف بابن سعد (المتوفى: 230ھ) اور مسند احمد میں ہے کہ یہ قول ابو ہریرہ کا تھا

قَالَ: أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ عَمْرٍو، وَمُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي فُدَيْكٍ، وَمَعْنُ بْنُ عِيسَى قَالُوا: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنِ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مِهْرَانَ مَوْلَى أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ لَمَّا حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ قَالَ: لَا تَضْرِبُوا عَلَيَّ فُسْطَاطًا وَلَا تَتَّبِعُونِي بِنَارٍ، وَأَسْرِعُوا بِي إِسْرَاعًا , فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلّى الله عليه وسلم يَقُولُ: " إِذَا وُضِعَ الرَّجُلُ الصَّالِحُ أَوِ الْمُؤْمِنُ عَلَى سَرِيرِهِ قَالَ: قَدِّمُونِي. وَإِذَا وُضِعَ الْكَافِرُ أَوِ الْفَاجِرُ عَلَى سَرِيرِهِ قَالَ: يَا وَيْلَتِي أَيْنَ تَذْهَبُونَ بِي "

ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، نے المقبری سے روایت کیا انہوں نے عبد الرحمان مولی ابو ہریرہ سے انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ بے شک ابو ہریرہ جب ان کی وفات کا وقت آیا کہا نہ میرے اوپر خیمہ لگانا نہ اگ ساتھ لے کر چلنا اور میرا جنازہ تیزی سے لے جانا کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے انہوں نے کہا جب صالح بندے کو بستر پر رکھا جاتا ہے یا مومن بندے کو تو کہتا ہے مجھے لے چلو اور کافر کو بستر پر رکھا جاتا ہے تو کہتا ہے بربادی کہاں جا رہے ہو

طبقات الکبری از ابن سعد میں ہے کہ ابو ہریرہ کا قول تھا

قَالَ: أَخْبَرَنَا الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مَعْشَرٍ، عَنْ سَعِيدٍ قَالَ: لَمَّا نَزَلَ بِأَبِي هُرَيْرَةَ الْمَوْتُ قَالَ: لَا تَضْرِبُوا عَلَى قَبْرِي فُسْطَاطًا , وَلَا تَتَّبِعُونِي بِنَارٍ، فَإِذَا حَمَلْتُمُونِي , فَأَسْرِعُوا , فَإِنْ أَكُنْ صَالِحًا تَأْتُونَ بِي إِلَى رَبِّي، وَإِنْ أَكُنْ غَيْرَ ذَلِكَ , فَإِنَّمَا هُوَ شَيْءٌ تَطْرَحُونَهُ عَنْ رِقَابِكُمْ

ابو معشر نے کہا سعید المقبری نے کہا جب ابو ہریرہ کی وفات کا وقت آیا کہا میری قبر پر خیمہ نہ لگانا نہ میرے پیچھے اگ لے کر جانا پس جب مجھے اٹھانا جلدی کرنا کیونکہ اگر میں نیک ہوں تو تم مجھے میرے رب کی طرف لے جا رہے ہو اور اگر اس کے علاوہ ہوں تو تم ایک چیز اپنے کندھوں سے پھینک رہے ہو

مسند احمد کی سند ہے

حَدَّثَنَا يَزِيدُ، أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنِ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مِهْرَانَ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: حِينَ حَضَرَهُ الْمَوْتُ: لَا تَضْرِبُوا عَلَيَّ فُسْطَاطًا، وَلَا تَتْبَعُونِي بِمِجْمَرٍ، وَأَسْرِعُوا بِي، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ يَقُولُ: " إِذَا وُضِعَ الرَّجُلُ الصَّالِحُ عَلَى سَرِيرِهِ قَالَ: قَدِّمُونِي قَدِّمُونِي، وَإِذَا وُضِعَ الرَّجُلُ السُّوءُ عَلَى سَرِيرِهِ قَالَ: يَا وَيْلَهُ أَيْنَ تَذْهَبُونَ بِي؟ "

المقبری نے عبد الرحمان مولی ابو ہریرہ سے انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ بے شک جب ابو ہریرہ کی وفات کا وقت آیا کہا نہ میرے اوپر خیمہ لگانا نہ اگ ساتھ لے کر چلنا اور میرا جنازہ تیزی سے لے جانا کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے انہوں نے کہا جب صالح بندے کو جنازہ پر رکھا جاتا ہے یا مومن بندے کو تو کہتا ہے مجھے لے چلو اور کافر کو جنازہ پر رکھا جاتا ہے تو کہتا ہے بربادی کہاں جا رہے ہو

حَدَّثَنَا يُونُسُ، وَحَجَّاجٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا لَيْثٌ، قَالَ: حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " إِذَا وُضِعَتِ الْجَنَازَةُ وَاحْتَمَلَهَا الرِّجَالُ عَلَى أَعْنَاقِهِمْ، فَإِنْ كَانَتْ صَالِحَةً [ص:466] قَالَتْ: قَدِّمُونِي، وَإِنْ كَانَتْ غَيْرَ صَالِحَةٍ قَالَتْ: يَا وَيْلَهَا أَيْنَ تَذْهَبُونَ بِهَا؟ يَسْمَعُ صَوْتَهَا كُلُّ شَيْءٍ إِلَّا الْإِنْسَانَ، وَلَوْ سَمِعَهَا الْإِنْسَانُ لَصُعِقَ " قَالَ حَجَّاجٌ: لَصُعِقَ

سعید المقبری نے اپنے باپ سے روایت کیا انہوں نے ابو سعید الخدری سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب جنازہ کورکھتے ہیں اور مرد اس کو گردنوں پر اٹھاتے ہیں تو اگر یہ نیک ہے تو کہتا ہے مجھے لے چلو اور اگر بد ہے تو کہتا ہے بربادی کہاں جا رہے ہو اس آواز کو ہر چیز سنتی ہے اور انسان سنے تو بے ہوش ہو جائے

روایت میں سعید بن إبي سعید المَقْبُرِي المدنی کا تفرد ہے

سعید بن ابي سعید (أَبُو سَعْد بن كَيْسَان) ایک ہی روایت تین سندوں سے بیان کر رہا ہے

ایک سعید المقبری عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مِهْرَانَ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ کی سند سے
دوسری سَعِيدُ الْمَقْبُرِيُّ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ سَأَلَ أَبَا هُرَيْرَةَ کی سند سے
تیسری سعید المقبری عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ، کی سند سے

سعید المقبری سے تین لوگوں نے اس روایت کو لیا أبي معشر الْمَدِينِيّ ، دوسرے لَيْثٌ بن سعد ، تیسرے ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ العَامِرِيُّ

أبي معشر ضعیف ہے ۔ العلل ومعرفة الرجال از احمد بن محمد بن حنبل بن ہلال بن إسد الشيباني (المتوفى: 241ہـ) کے مطابق

سَأَلت يحيى بن معِين عَن أبي معشر الْمَدِينِيّ الَّذِي يحدث عَن سعيد المَقْبُري وَمُحَمّد بن كَعْب فَقَالَ لَيْسَ بِقَوي فِي الحَدِيث

ابن معین کہتے ہیں کہ ابی معشر الْمَدِینیّ جو سعید المقبری سے روایت کرتا ہے ... یہ حدیث میں قوی نہیں ہے

ابی معشر کے مطابق یہ الفاظ ابو ہریرہ کے ہیں اس کو حدیث نبوی نہیں کہا ہے یعنی موقوف عن ابو ہریرہ ہے

یہ بات کہ میت کے اس قول کو انسان کے سوا سب سنتے ہیں یہ صرف ابو سعید الخدری کی سند سے ہیں لہٰذا محدثین اس کو صرف دو سندوں سے قبول کرتے ہیں جو لیث اور ابْنُ أَبِی ذِئْبٍ کی اسناد ہیں

سعید بن اِبی سعید المَقْبُرِی اختلاط کا شکار تھے

المختلطین از صلاح الدین إبو سعید خلیل بن کیکلدی بن عبد اللہ الدمشقی العلائی (المتوفى: 761ہـ) کے مطابق

سعيد بن أبي سعيد المَقْبُرِي المدني قال شعبة: ساء بعد ما كبر وقال محمد بن سعد: ثقة إلا أنه اختلط قبل موته بأربع سنين.

شعبہ کہتے ہیں یہ بوڑھے ہوئے تو خراب ہوئے

ابن سعد نے کہا یہ ثقہ ہیں لیکن یہ مرنے سے ۴ سال قبل اختلاط کا شکار ہوئے

قال الواقدی: کَبُر واختلط قبل موتہ بأربع سنین ۔ واقدی نے کہا بوڑھے ہوئے اور مرنے سے ۴ سال قبل مختلط ہوئے

إکمال تہذیب الکمال فی إسماء الرجال از مغلطای بن قلیچ بن عبد اللہ البکجری المصری الحکری الحنفی، إبو عبد اللہ، علاء الدین (المتوفى: 762ہـ) کے مطابق ۱۲۵ ھ میں وفات ہوئی

إکمال تہذیب الکمال فی إسماء الرجال کے مطابق

وفی کتاب الباجی عن ابن المدینی: قال ابن عجلان: کانت عندہ إحادیث سندہا عن رجال عن إبی ہریرۃ فاختلطت علیہ فجعلہا کلہا عن إبی ہریرۃ.

اور الباجی کی کتاب میں ابن المديني سے روایت ہے کہ ابن عجلان نے کہا ان کے پاس احادیث تھیں جو عن رجال عن ابو ہریرہ سے تھیں ان کو جب اختلاط ہوا تو انہوں نے تمام کو ابو ہریرہ سے روایت کر دیا

شعبہ نے بھی احتیاط کی ہے اور کہا ہے کہ سعید بوڑھے ہو چکے تھے

وَقَال يَعْقُوب بْن شَيْبَة: قد كَانَ تغير وكبر واختلط قبل موته، يقال: بأربع سنين، حَتَّى استثنى بعض المحدثين عنه ما كتب عنه فِي كبره مما كتب قبله، فَكَانَ شعبة يَقُول: حَدَّثَنَا سَعِيد الْمَقْبُرِيّ بعدما كبر.

يَعقُوب بن شَيْبَة نے کہا کہ یہ بدل گئے اور بوڑھے ہوئے اور مرنے سے پہلے مختلط ہو چکے تھے کہا جاتا ہے ۴ سال یہاں تک کہ بعض محدثین نے اس کو الگ کیا ہے جو ان کے بڑھاپے سے پہلے لکھا یہاں تک کہ شعبہ کہتے کہ سعید المقبری نے روایت کیا بوڑھا ہونے کے بعد

قال يحيى القطان: "سمعتُ محمد بن عجلان يقولُ: كان سعيدٌ المقبري يُحَدِّث عن أبيه عن أبي هريرة، وعن رجل عن أبي هريرة، فاختلط عليَّ فجعلتها كلها عن أبي هريرة الميزان: (3/645)

یحییٰ القطان کہتے ہیں میں نے ابن عجلان کو سنا کہ سعید المقبری اپنے باپ سے اور وہ ابو ہریرہ سے روایت کرتے اور سعید ایک آدمی سے اور وہ ابو ہریرہ سے روایت کرتا لیکن جب سعید کو اختلاط ہوا تو سعید المقبری نے ان تمام روایات کو ابو ہریرہ سے روایت کر دیا

جامع التحصیل فی إحکام المراسیل از صلاح الدین إبو سعید خلیل بن کیکلدی بن عبد اللہ الدمشقی العلائی (المتوفى: 761ھ) کے مطابق

سعيدا المقبري سمع من أبي هريرة ومن أبيه عن أبي هريرة وأنه اختلف عليه في أحاديث وقالوا أنه اختلط قبل موته وأثبت الناس فيه الليث بن سعد يميز ما روى عن أبي هريرة مما روى عن أبيه عنه وتقدم أن ما كان من حديثه مرسلا عن أبي هريرة فإنه لا يضر لأن أباه الواسطة

سعید المقبری نے ابو ہریرہ سے سنا اور اپنے باپ سے انہوں نے ابو ہریرہ سے اور ان کی احادیث پر اختلاف ہوا اور کہا کہ یہ مرنے سے قبل مختلط ہوئے اور لوگوں میں سب سے ثابت ان سے روایت کرنے میں اللیث ہیں جو اس کی تمیز کر سکتے ہیں کہ یہ ابو ہریرہ سے کیا روایت کرتے ہیں اور کیا اپنے باپ سے کرتے ہیں اور جیسا کہ گزرا ان کا ابو ہریرہ سے روایت کرنا مرسل ہے اگرچہ اس میں کوئی نقصان نہیں کیونکہ انہوں نے اپنے باپ کے واسطہ سے سنا ہے

سعید المقبری کو اختلاط تھا الذھبی نے اس کا انکار کیا اس پر ابن الکیال (المتوفی: 929ھ) نے کتاب الکواکب النیرات فی معرفۃ من الرواۃ الثقات میں لکھا

والعجب من الذہبی انکار اختلاط وقد إقر باختلاط الواقدی وابن سعد ویعقوب بن شیبۃ وابن حبان

اور الذھبی کی عجیب بات ہے کہ اس کا انکار کیا اور اس اختلاط کا ذکر کیا ہے واقدی نے ابن سعد نے یعقوب نے اور ابن حبان نے

اگرچہ ابن معین نے کہا تھا کہ ابن إبي ذئب کی سعید المقبری سے روایت سب سے مناسب ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ محدثین اس کو بھی منکر کہتے ہیں – العلل لابن إبي حاتم از محمد عبد الرحمٰن بن محمد بن إدریس بن المنذر التمیمی، الحنظلی، الرازی ابن إبي حاتم (المتوفی: 327ھ) کے مطابق ایک روایت اس کو انہوں نے اپنے باپ ابی حاتم پر پیش کیا اور سوال کیا کہ ابْنِ أَبِي ذِئبٍ روایت کرتے ہیں

عَنِ ابْنِ أَبِي ذئبٍ ، عَنْ سَعيدٍ المَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبيهِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ؛ قالَ: قال رسولُ الله (ص) : إِذَا بَلَغَكُمْ عَنِّي حَدِيثًا يَحْسُنُ بِي أَنْ أَقُولَه ، فَأَنَا قُلْتُهُ، وَإِذَا بَلَغَكُمْ عَنِّي حَدِيثًا لاَ يَحْسُنُ بِي أَنْ أَقُولَهُ، فَلَيْسَ مِنِّي وَلَمْ أَقُلْهُ.

قَالَ أَبِي: هَذَا حديثٌ مُنكَرٌ؛ الثقاتُ لا يَرْفَعُونَهُ

ابْنِ أَبِي ذِئبٍ روایت کرتے سعید المقبری سے وہ اپنے باپ سے وہ ابو ہریرہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم کو کوئی حدیث پہنچے جو اچھی لگے کہ میں نے کہی ہو تو اس کو میں نے ہی کہا ہے اور اگر تم کو حدیث پہنچے جو اچھی نہ لگے کہ میں نے کہی ہو تو وہ مجھ سے نہیں نہ میں نے اس کو کہا ہے ابی حاتم نے کہا یہ حدیث منکر ہے – ثقات اس کو نہیں پہچانتے

یعنی سعید المقبری کی باپ سے ان کی ابو ہریرہ سے روایت منکر بھی کہی گئی ہے

امام بخاری نے تاریخ الکبیر میں ایک اور روایت کا حوالہ دیا

وَقال ابْنُ طَهمان، عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئب، عَنْ سَعِيدٍ المَقبُرِيّ، عَنِ النَّبيِّ صَلى اللهُ عَلَيه وسَلم؛ مَا سَمِعتُم عَنِّي مِن حَدِيثٍ تَعرِفُونَهُ فَصَدِّقُوهُ. وَقال يَحيى: عَنْ أَبِي هُرَيرةَ، وَهُوَ وهمٌ، لَيْسَ فِيهِ أَبو هُرَيرةَ.

ابْنِ أَبِي ذِئب نے سعید المقبری سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میری جو حدیث سنو اس کو پہچانو تصدیق کرو اور یحیی نے کہا یہ عن ابو ہریرہ ہے - لیکن یہ وہم ہے اس میں ابو ہریرہ نہیں ہے

یعنی امام بخاری کے نزدیک ابْنِ أَبِي ذِئْب کی روایت میں سعید المقبری نے براہ راست نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے
ایسا محسوس ہوتا ہے کہ عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْب نے دور اختلاط میں سنا ہے
یاد رہے کہ ابن أبي ذئب مدلس بھی ہیں اور کہا جاتا ہے کہ یہ رجال کے حوالے سے احتیاط سے بھی کام نہیں لیتے تھے
اس سند میں عبد الرحمٰن بن مہران بھی ہے ۔ جس کے بارے میں محدثین کی معلومات کم ہیں
قال البرقانيّ: قلتُ للدّارَقُطنيّ عبد الرحمٰن بن مهران، عن أبي هريرة، فقال: شيخ مدني، يعتبر به
البرقانی کہتے ہیں میں دارقطنی سے کے بارے میں پوچھا کہا مدنی بوڑھا اعتبار کیا جاتا ہے
یہاں اعتبار محدثین کی اصطلاح ہے کہ روایت لکھ لی جائے حتی کہ شاہد ملے
ابن حجر نے صرف مقبول من الثالثة تیسرے درجے کا مقبول کہا ہے ۔ اس کی وضاحت خود تقریب میں اس طرح کی
من ليس له من الحديث إلا القليل، ولم يثبت فيه ما يترك حديثه من أجله، وإليه الاشارة بلفظ " مقبول " حيث يتابع، وإلا فلين الحديث.
جس کی احادیث بہت کم ہوں اور اس پر کوئی بات ثابت نہیں کہ اس کی حدیث ترک کی جائے تو اس کے لئے مقبول کا لفظ سے اشارہ کیا ہے جب متابعت ہو ورنہ یہ لین الحدیث ہو گا
یعنی ایسا راوی جس پر کوئی جرح کا خاص کلمہ نہ ہو اس کی احادیث بھی کم ہوں تو اس کی روایت لکھی جائے گی جسکی روایت کی متابعت ملنے پر یہ مقبول کہلائے گا وگرنہ لین الحدیث (کمزور) ہے
ان وجوہات کی بنا پر اس طرق کو قابل قبول نہیں کہا جا سکتا
اب کس کی روایت سعید المقبری سے لیں؟
وقال الساجي: حدثني أحمد بن محمد قال: قلت ليحيى بن معين: من أثبت الناس في سعيد المقبري؟
قال: ابن أبي ذئب
ابن معین نے کہا اس سے روایت کرنے میں اثبت ابن أبي ذئب ہے
ابن حراش: جليل، أثبت الناس فيه الليث بْن سَعْد - ابن خراش نے کہا اثبت لیث ہے
دارقطنی کہتے ہیں

لأنَّ الليث بن سعد ضبط عن المقبري ما رواه عن أبي هريرة، وما رواه عن أبيه عن أبي هريرة

لیث بن سعد یاد رکھتے تھے المقبری کی روایت جو انہوں نے ابو ہریرہ سے روایت کی اور جو انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے ابو ہریرہ سے روایت کی

وقال عبد الله: سَمِعتُهُ يقول (يعني أباه) : أصح الناس حديثًا عن سعيد بن أبي سعيد المقبري ليث بن سعد، يفصل ما روى عن أبي هريرة، وما (روى) عن أبيه، عن أبي هريرة، هو ثبت في حديثه جدًا. «العلل» (659) .

عبد اللہ نے کہا میں نے باپ سے سنا کہ سعید المقبری سے روایت کرنے میں سب سے صحیح لیث بن سعد ہے جو واضح کرتے ہیں جو یہ اپنے باپ سے وہ ابو ہریرہ سے روایت کر دیتے ہیں اور جو یہ صرف اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں

محدثین میں بعض نے لیث کی سند پسند کی اور بعض نے ابن اِبِي ذئب کی سند ـ لیکن جیسا واضح کیا اس میں ابن اِبِي ذئب بھی قابل اعتماد نہیں ہیں کیونکہ محدثین کی اس طرق سے روایت کردہ متن کو رد کرتے ہیں- لیث کو اس لیے پسند کیا جاتا تھا کہ وہ تمیز کر لیتے تھے کہ سعید المقبری نے اختلاط میں جو روایات اپنے باپ سے اور ابو ہریرہ سے روایت کی ہیں ان میں کون سی صحیح ہیں گویا یہ ایک طرح کا لیث کا اندازہ ہے جس کی بنیاد پر سعید المقبری کے اختلاط والی روایات کو لیا گیا ہے

اللیث بن سعد بن عبد الرحمٰن بن عقبۃ مصری ہیں سن ۹۴ میں پیدا ہوئے اور سن ۱۱۳ میں حج کیا اور ۱۷۵ میں وفات ہوئی

قال ابن بكير سَمِعْتُ اللَّيْثَ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ بِمَكَّةَ سَنَةَ ثَلاَثَ عَشْرَةَ وَمائَةٍ مِنَ الزُّهْرِيِّ وَأَنَا ابْنُ عِشْرِيْنَ سَنَةً

ابن بکیر نے کہا میں نے اللّیْثَ سے سنا کہ انہوں نے امام الزہری سے مکہ میں سن ۱۱۳ میں سنا

سعید المقبری سن ۱۱۹ ھ سے ۱۲۳ ھ تک مختلط تھے- محدثین کا یہ کہنا کہ لیث کے اندر صلاحیت تھی کہ وہ سعید المقبری کی سند میں علت کو جان لیتے تھے ظاہر کرتا ہے کہ سعید المقبری میں اختلاط کی کیفیت شروع ہی ہوئی تھی کہ لیث نے ان سے سنا

عجیب بات یہ ہے کہ لیث کو جب سعید یہ روایت سناتے ہیں تو اس کو سعید الخذری رضی اللہ عنہ کی

حدیث کہتے ہیں اور جب ابن اِبی ذئبٍ کو یہ سناتے ہیں تو اس کو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث قرار دیتے ہیں

المزی تہذیب الکمال میں عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مِهْرَانَ مَوْلَى أَبِي هُرَيْرَة کے ترجمہ میں یہ روایت لکھ کر کہتے ہیں

هكذا رواه ابن أَبي ذئب، وخالفه الليث بْن سعد (س) فرواه عَنْ سَعِيد الْمَقْبُرِيِّ، عَن أَبِيهِ، عَن أَبِي سَعِيد الخُدْرِيّ

ایسا ابن أَبي ذئب نے روایت کیا ہے (یعنی ابن أَبي ذئب عَن سَعِيد الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مِهْرَانَ مَوْلَى أَبِي هُرَيْرة) اور ان کی مخالفت کی ہے الليث بْن سعد نے انہوں نے اس کو سَعِيد الْمَقْبُرِيِّ، عَن أَبِيهِ، عَن أَبِي سَعِيد الخُدْرِيّ کی سند سے روایت کیا ہے

راقم کے خیال میں یہ روایت دور اختلاط کی ہے جس کی بنا پر اسناد میں یہ گھپلا پیدا ہو رہا ہے اور چونکہ لیث کا حجاز پہنچنا بھی اسی دور کے پاس کا ہے جس میں لیث کو مختلط کہا گیا ہے گمان غالب ہے کہ اسناد میں یہ تضاد اس کیفیت کی بنا پر پیدا ہوا ہے

الذھبی میزان میں لکھتے ہیں کہ سفيان بن عُيَيْنَة، سعید المقبری کے پاس پہنچے لیکن

فإن ابن عُيَيْنَةَ أتاه فرأى لعابه يسيل فلم يحمل عنه، وحدث عنه مالك والليث

اس کا لعاب اس کے منہ سے بہہ رہا تھا لہٰذا نہیں لکھا

سفيان بن عيينة بن أبي عمران میمون سن ۱۰۷ میں پیدا ہوئے

کتاب سیر الاعلام النبلاء از الذھبی کے مطابق

سمع في سنة تسع عشرة ومائة ، وسنة عشرين ، وبعد ذلك

سفیان بن عیینۃ نے سن ۱۱۹ اور ۱۲۰ اور اس کے بعد سنا ہے

سفیان بن عیینۃ کوفہ میں پیدا ہوئے اس کے بعد حجاز کا سفر کیا جہاں ۱۱۹ کے بعد لوگوں سے سنا اس دور میں انہوں نے سعید المقبری کو دیکھا جن کے منہ سے لعاب بہہ رہا تھا

تہذیب الکمال کے مطابق

وَقَال نوح بْن حبيب القومسي: سَعِيد بْن أَبي سَعِيد، وابن أَبي مليكة، وقيس بْن سَعْد، ماتوا سنة سبع عشرة ومئة.

نوح بْن حبيب نے کہا کہ سعید بن ابی سعید کی موت سن ۱۱۷ میں ہوئی

خليفة بْن خياط کے بقول ١٢٦ میں ہوئی
أَبُو بَكْر بْن أَبِي خَيْثَمَة اور ابن سعد کے مطابق ١٢٣ میں ہوئی
وَقَال الواقدي، ويعقوب بْن شَيْبَة، وغير واحد: مات فِي أول خلافة هشام بن عبد الملك.
الواقدي اور يعقوب بْن شَيْبَة اور ایک سے زائد محدثین کہتے ہیں هشام بن عبد الملك (١٠٥ سے ١٢٥ تک خلیفہ) کی خلافت کے شروع میں ہوئی

اس طرح دیکھا جائے تو زیادہ تر محدثین سعید المقبری کی موت کو ۱۱۷ ہجری کے پاس لے اتے ہیں جس میں اللیث نے مکہ جا کر حج کیا گویا اللیث نے سعید المقبری کو عالم اختلاط میں پایا ہے یہ قول کہ وفات ۱۲۰ کے بعد ہوئی یہ ہشام بن عبد الملک کی خلافت کا آخری دور بن جاتا ہے لہذا یہ صحیح نہیں ہے- ہشام نے ۲۰ سال حکومت کی ہے تو تاریخ وفات میں یہ کوئی معمولی فرق نہیں رہتا

اختلاط کا دورانیہ ۴ سال کا تھا لیکن تاریخ وفات میں اختلاف کی بنا پر واضح نہیں رہا کہ یہ کب شروع ہوا اگر ۱۱۷ وفات لی جائے تو اس کا مطلب ہے اختلاط سن ۱۱۳ میں شروع ہوا

قال البُخارِيّ : مات بعد نافع.

نافع کی موت ۱۱۹ یا ۱۲۰ میں ہوئی ہے بحوالہ سیر الاعلام النبلاء

امام بخاری نے تاریخ الصغیر یا التاريخ الأوسط میں صرف یہ لکھا ہے کہ سعید المقبری کی وفات نافع کے بعد ہوئی کوئی سال بیان نہیں کیا جبکہ اختلاط کا علم ہونا ضروری ہے- امام بخاری نے یہاں سعید المقبری کے حوالے سے اللیث پر اعتماد کرتے ہوئے اس روایت کو صحیح سمجھا ہے

امام مالک نے بھی سعید المقبری سے روایت لی ہے لیکن یہ نہیں لکھی بلکہ روایت بیان کی - موطأ مالك برواية محمد بن الحسن الشيبانی کی سند ہے

أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ الْمَقْبُرِيُّ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ سَأَلَ أَبَا هُرَيْرَةَ كَيْفَ يُصَلِّي عَلَى الْجِنَازَةِ، فَقَالَ: " أَنَا لَعَمْرِ اللَّهِ أُخْبِرُكَ، أَتْبَعُهَا مِنْ أَهْلِهَا، فَإِذَا وُضِعَتْ كَبَّرْتُ، فَحَمِدْتُ اللَّهَ وَصَلَّيْتُ عَلَى نَبِيِّهِ، ثُمَّ قُلْتُ: اللَّهُمَّ، عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ أَمَتِكَ، كَانَ يَشْهَدُ أَنْ لا إِلَهَ إِلا أَنْتَ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُكَ، وَأَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ، إِنْ كَانَ مُحْسِنًا فَزِدْ فِي إِحْسَانِهِ، وَإِنْ كَانَ مُسِيئًا فَتَجَاوَزْ عَنْهُ، اللَّهُمَّ لا تَحْرِمْنَا أَجْرَهُ، وَلا تَفْتِنَّا بَعْدَهُ "، قَالَ مُحَمَّدٌ: وَبِهَذَا نَأْخُذُ، لا قِرَاءَةَ عَلَى الْجِنَازَةِ، وَهُوَ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ

امام مالک نے سعید المقبری سے انہوں نے اپنے باپ سے روایت کیا انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ جنازہ پر نماز کیسے پڑھیں؟ ابو ہریرہ نے کہا لعمر اللہ میں اس کی خبر دیتا ہوں میت کے اہل کے ساتھ ہوں گے پس جب رکھیں تو اللہ کی تکبیر و حمد کہیں اور نبی پر درود پھر کہیں

اللّٰهُمَّ، عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ اَمَتِكَ، كَانَ يَشْهَدُ اَنْ لا إِلَهَ إِلا اَنْتَ، وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُكَ، وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِهِ، إِنْ كَانَ مُحْسِنًا فَزِدْ فِي إِحْسَانِهِ، وَإِنْ كَانَ مُسِيئًا فَتَجَاوَزْ عَنْهُ، اللّٰهُمَّ لا تَحْرِمْنَا اَجْرَهُ، وَلا تَفْتِنَّا بَعْدَهُ

امام محمد نے کہا یہ قول ہم لیتے ہیں کہ جنازہ پر قرات نہیں ہے اور یہی قول ابو حنیفہ رَحِمَہُ اللّٰہُ کا ہے

قابل غور ہے کہ امام مالک تو مدینہ کے ہی تھے انہوں نے یہ قدمونی والی روایت نہ لکھی جبکہ اللیث جو ۱۱۷ میں مصر سے آئے ان کو اختلاط کی کیفیت میں سعید المقبری ملے اور انہوں نے اس کو روایت کیا

مستدرک میں حاکم کہتے ہیں

مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ أَنَّهُ الْحَكَمُ فِي حَدِيثِ الْمَدَنِيِّينَ..... وَاحْتَجَّ بِهِ فِي الْمُوَطَّأِ

اہل مدینہ کی احادیث پر امام مالک فیصلہ کرنے والے ہیں یہ وہ حدیث ہے جس سے امام مالک نے موطا میں دلیل لی ہے

لہذا سعید المقبری کی روایت جو امام مالک نے نہ لکھی ہو اس کی کوئی نہ کوئی تو وجہ ضرور ہے جس میں یہ کلام المیت والی روایت بھی ہے

روایت کی شرح میں اختلاف

اس روایت پر ایک دور تک کہا جاتا تھا کہ یہ زبان مقال ہے

ہمارے نزدیک یہ متشابہات میں سے ہے اور حقیت حال ہے

مرقاة المفاتیح شرح مشكاة المصابیح کے مطابق یہ بِلِسَانِ الْحَالِ أَوْ بِلِسَانِ الْمَقَالِ زبان حال یا مقال ہے

فتاوی علمائے حدیث میں ہے

سوال:۔ جب میت کا جنازہ واسطے دفن کے قبرستان کو لے جاتے ہیں، تو اکثر لوگ کہا کرتے ہیں، کہ بھائی آہستہ آہستہ لے چلو، میت کو تکلیف ہوگی، اور یہ بھی کہتے ہیں، کہ جب مکھی میت کے جسم پر بیٹھتی ہے، وہ بھی اس کو معلوم ہوتی ہے، لہذا گذارش ہے کہ قرآن وحدیث سے اس کا ثبوت ہے یا نہیں، (الیٰ آخرہ)

جواب:۔ حدیث میں صاف اسرعوا بالجنازة جنازہ کو جلدی جلدی لے جایا کرو، آیا ہے۔ اس کی وجہ بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خود ہی بیان فرمادی کہ اگر میت بد ہے، تو جلدی اپنے کندھوں سے اس کو اٹھادو، اگر نیک ہے تو راحت میں اس کو جلدی پہنچادو. قرآن مجید صاف ناطق ہے کہ مردہ نہیں سنتا، حنفیہ کا مذہب بھی یہی ہے، کہ مردہ نہیں سنتا، حضرت شاہ اسحاق صاحب دہلوی نے مائة مسائل میں اس کی تفصیل لکھی ہے، شہید زندہ ہیں، لیکن ان کی زندگی کی بابت لَا تَشْعُرُوْنَ تم لوگ نہیں جانتے، آیا ہے، اس زندگی کے یہ معنے ہیں کہ وہ عیش و آرام میں زائرین کی استدعاء کو نہیں سنتے، قرآن مجید میں صاف ذکر ہے، لَا يَسْمَعُوْنَ دُعَاءَكُمْ تمہاری پکار نہیں، سنتے،

جو شخص صحیح بات کو نہ تسلیم کرے، وہ گنہگار، بلکہ منکر ہے، ان کو توبہ کرنی چاہیے،

لیکن اب کہا جاتا ہے مردہ حقیقی بولتا ہے - ابو جابر دامانوی عذاب قبر کا بیان میں کہتے ہیں

(۴) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
''جب میت کو چارپائی پر رکھ دیا جاتا ہے اور لوگ اس کو اپنے کاندھوں پر اٹھا لیتے ہیں' تو اگر وہ میت نیک ہوتی ہے تو کہتی ہے کہ مجھے آگے لے چلو اور اگر وہ نیک نہیں ہوتی تو اپنے گھر والوں سے کہتی ہے' ہائے بربادی مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟ اس میت کی آواز ہر چیز سنتی ہے سوائے انسان کے اور اگر وہ سن لے تو بے ہوش ہو جائے۔'' (صحیح بخاری کتاب الجنائز باب قول المیت وھو علی الجنازۃ' مسند احمد ۳/۴۱'۵۸)
یہ حدیث صحیح بخاری میں تین مقامات پر کتاب الجنائز میں موجود ہے اور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ الفاظ ہیں:
''جب نیک آدمی کو اس کی چارپائی پر رکھا جاتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ'' مجھے آگے لے چلو' مجھے آگے لے چلو' اور جب برے آدمی کو اس کی چارپائی پر رکھا جاتا ہے تو وہ کہتا ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہائے بربادی وافسوس! مجھے تم کہاں لے جا رہے ہو؟'' (سنن النسائی کتاب الجنائز باب السرعۃ بالجنازۃ وصحیح ابن حبان ۷۶۴ ومسند احمد ۲/۲۹۲'۵۰۰)
اور بیہقی کی روایت میں مومن اور کافر کے الفاظ آئے ہیں۔ (السنن الکبریٰ ج ۴ ص ۲۱)
اس حدیث سے بھی واضح طور پر ثابت ہو گیا کہ عذاب میت کو ہوتا ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ میت گفتگو کرتی ہے اور عذاب کے آثار کو دیکھ کر چیختی چلاتی ہے جسے انسان کے علاوہ ہر چیز سنتی ہے' چونکہ انسان و جنات کو عذاب سنانا مصلحت کے خلاف ہے اس لیے ان سے اس عذاب کو پردہ غیب میں رکھا گیا ہے' لہٰذا یہ مکلف مخلوق اس عذاب کو نہیں سن سکتی۔

دامانوی لکھتے ہیں

امام بخاریؒ نے اس حدیث پر یہ باب باندھا ہے۔ ''باب کلام المیت علی الجنازۃ''۔ یعنی جنازہ پر میت کے

کلام کرنے کا بیان۔اور دوسرے مقام پر یوں باب باندھا ہے۔ باب قول المیت وھو علی الجنازۃ قدمونی یعنی میت کا یہ کہنا جب کہ وہ ابھی جنازہ پر ہوتا ہے مجھے جلدی لے چلو۔معلوم ہوا کہ امام بخاریؒ کا بھی یہ عقیدہ ہے کہ انسان جب مرتا ہے تو اس کی میت کلام کرتی ہے اور یہ کلام بھی ایسا ہوتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اسے پردہ غیب میں نہ رکھاہوتا تو انسان اسے سن کر بیہوش ہو جاتا یا ہلاک ہو جاتا۔ بخاری کی دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں قَالَتْ یَاَھْلَھَا یعنی میت اپنے گھر والوں سے کہتی ہے یہ اور اوپر کے الفاظ صاف بتا رہے ہیں کہ یہی لاشہ (مردہ) کلام کرتا ہے کیونکہ وہ عالم برزخ میں جا کر اپنے گھر والوں سے تو کلام کرنے سے رہا۔

موصوف بھی دل ہی دل میں کہتے ہوں گے کہ امام بخاریؒ بھی کتنے بڑے بدعقیدہ نکلے جو میت کے کلام کے بھی قائل ہیں (العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ) اگرچہ عقل یہ سمجھنے سے قاصر ہے کہ مردہ کیسے کلام کر سکتا ہے مگر چونکہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلی ہوئی بات ہے اس لئے اٰمنّاوَصَدّقْنا اب کسی مومن کے لئے چوں چراں کی کوئی گنجائش نہیں۔

یہ سراسر دجل ہے. بخاری اور دیگر کتب میں یہ الفاظ میت کے جنازہ پر ہیں جب میت دفن بھی نہیں ہوئی ہوتی، بخاری نے بَابُ کَلَامِ المَیّتِ عَلَی الجَنَازَۃِ یعنی میت کا جنازہ پر کلام میں اس کو بیان کیا ہے اور اس وقت سب کے نزدیک میت مردہ ہوتی ہے اور جسد میں عود روح بھی نہیں ہوا ہوتا لہٰذا اس کو پیش کرنا چہ معنی؟ اس کا مطلب یہ ہوا کہ دامانوی صاحب کو خود بھی نہیں پتا کہ میت کب مردہ ہے اور ان کے بقول حیات برزخی اختیار کرتی ہے. ان کے نزدیک میت کا قبر میں جوتوں کی چاپ سننا تو استثنائی تھا یہاں تو وہ میت کو جنازہ پرہی زندہ مان گئے

دوسری طرف وہابی کہتے ہیں جنازہ پر ہی روح لوٹ اتی ہے - جب عود روح کا ذکر ہوتا ہے تو وہابی عالم صالح المغامسی کہتے ہیں کہ مردے میں روح تدفین سے پہلے لوٹا دی جاتی ہے اور جسد کہتا ہے کہاں لے جا رہے ہو

https://www.youtube.com/watchv=L1w17ZOiamk

سنیے ۳۵:۱کے بعد وہ کہتے ہیں مردے کو قبر میں رکھا جائے یا رجال کی گردنوں پر اس کو اٹھایا جائے

برابر ہے تو روح کو دوسری بار اس کے صاحب یا جسد کی طرف لوٹایا جاتا ہے – اس کا جز لوٹا دیا جاتا ہے قبل اس کے اس کو دفن کیا جائے – پس کہتا ہے اگر کافر ہو اے بربادی میں کہاں جا رہا ہوں

دوسری طرف غیر مقلد ارشد کمال کتاب المسند فی عذاب القبر میں کہتے ہیں

کیا جنازہ اٹھاتے وقت میت میں روح لوٹ آتی ہے؟

ایک اشکال:

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ جنازہ اٹھاتے وقت میت میں روح لوٹ آتی ہے جس وجہ سے وہ بول کر ((قَدِّمُوْنِیْ)) یا ((یَا وَیْلَهَا! اَیْنَ تَذْهَبُوْنَ بِهَا)) کہتی ہے۔ ان حضرات کا خیال ہے کہ روح کے بغیر جسم کیسے بول سکتا ہے؟

جواب: چارپائی پر پڑی میت میں روح کا لوٹ آنا کسی صحیح، صریح حدیث سے ثابت نہیں۔

یعنی پہلے اہل حدیث کہتے تھے یہ زبان مقال ہے یا میت پر جو لوگوں نے کہا اس کا ادبی انداز ہے

آج اہل حدیث کہتے ہیں میت حقیقی بولتی ہے بلا روح

اور آج وہابی کہہ رہے ہیں میت میں روح کا جز لوٹ اتا ہے

اس حدیث کی شرح پر اتنا اختلاف ظاہر کر رہا ہے کہ اس کو مطلب کسی کو معلوم ہی نہیں

شرح صحیح البخاری لابن بطال (المتوفى: 449هـ) میں ہے

قال المؤلف: فى هذا الحديث دليل أن روح الميت تتكلم بعد مفارقته لجسده، وقبل دخوله فى قبره، والكلام لا يكون إلا من الروح، وقد جاءت آثار تدل على معرفة الميت من يحمله ويدخله فى قبره، وروى الطبرى، قال: حدثنا مُحَمَّد بن يزيد الأدمى، حدثنا أبو عامر، حدثنا عبد الملك بن الحسن الحارثى، حدثنا سعيد بن عمرو بن سليمان الزرقى، قال: سمعت رجلاً اسمه معاوية، أو ابن معاوية، قال: سمعت من أبى سعيد الخدرى، عن النبى، (صلى الله عليه وسلم) ، قال: (إن الميت ليعرف من يحمله ومن يغسله ومن يدليه فى قبره) . وحدثنا مُحَمَّد بن يزيد، حدثنا مُحَمَّد بن عثمان بن صفوان، حدثنا حميد الأعرج، عن مجاهد، قال: إذا مات الميت فملك قابض نفسه، فما من شيء إلا وهو يراه عند غسله، وعند حمله حتى يصل إلى قبره.

ابن بطال نے کہا : اس حدیث میں دلیل ہے کہ میت کی روح جسم سے الگ ہونے کے بعد ، قبر میں داخل ہونے سے پہلے کلام کرتی ہے اور کلام صرف روح کے ساتھ ہی ہوتا ہے- اور بے شک اثار میں آیا ہے جو اس پر دلالت کرتے ہیں کہ میت جانتی ہے کس نے اس کو جنازہ پر اٹھایا اور قبر میں داخل کیا ہے اور امام طبری نے روایت کیا ہے

حدثنا محمد بن یزید الأدمی، حدثنا إبو عامر، حدثنا عبد الملك بن الحسن الحارثی، حدثنا سعید بن عمرو بن سلیمان

الزرقی کہ ہم نے ایک شخص جس کا نام معاویہ یا ابن معاویہ تھا کہتے سنا کہا میں نے ابو سعید الخدری سے سنا انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ بے شک میت جانتی ہے کہ کس نے اس کو اٹھایا اور کس نے غسل دیا اور کس نے قبر میں رکھا

اور حدثنا محمد بن یزید، حدثنا محمد بن عثمان بن صفوان، حدثنا حمید الأعرج، عن مجاهد، کہ مجاہد نے کہا جب میت مرتی ہے تو ایک فرشتہ اس کو قبض کرتا ہے اور جو بھی چیز پھر ہوتی ہے وہ اس کو دیکھتی ہے غسل کو اور اٹھائے جانے کو یہاں تک قبر تک لے جائیں

راقم کہتا ہے یہ کلام باطل ہے – ان روایات کی سند ہی صحیح نہیں ہے – مجھول الحال معاویہ نام کا شخص کون ہے ؟ کسی کو معلوم نہیں ہے اور حمید بن قیس الأعرج المکی پر امام احمد کہتے ہیں ليس هو بقوي في الحديث «العلل» (808) ہے حدیث میں قوی نہیں ہے

كوثَر المَعَاني الدَّرَارِي في كَشْفِ خَبَايا صَحِيحْ البُخَاري از محمَّد الخَضِر بن سيد عبد الله بن أحمد الجكني الشنقيطي (المتوفى: 1354ھ) لکھتے ہیں

وقال ابن بطّال: إنما يقول ذلك الروح، ورده ابن المنير بأنه لا مانع من أن يرد الله الروح إلى الجسد في تلك الحال، ليكون ذلك زيادة في بشرى المؤمن، وبؤس الكافر، وكذا قال غيره.

ابن بطال نے کہا یہ روح کہتی ہے اور اس کو ابن المنیر نے رد کیا ہے اس میں مانع نہیں ہے کہ روح کو جسد میں لوٹا دیا جاتا ہے اس حال میں کہ مومن کو بشارت ہو اور کافر مایوس ہو

راقم کہتا ہے یہ قول باطل ہے – کیونکہ اس سے قرآن کی خبر کا رد ہوتا ہے

اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضَىٰ عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرَىٰ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ (42) زمر - الآية 42

اللہ لوگوں کے مرنے کے وقت ان کے نفسوں کو قبض کرلیتا ہے اور جو مرے نہیں سوتے میں - پھر جن پر موت کا حکم کرچکتا ہے ان کو روک رکھتا ہے اور باقی کو ایک وقت مقرر تک کے لئے چھوڑ دیتا ہے۔ جو لوگ فکر کرتے ہیں ان کے لئے اس میں نشانیاں ہیں

اس آیت میں غور و فکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی روح اب اس میں قیامت کے دن ہی آئے گی بار بار نہیں ڈالی جائے گی

ابو ہریرہ رضی عنہ کا عقیدہ

صحیح مسلم میں حدیث نمبر ۲۱۳۲ ہے

وحدثنا محمد بن رافع ، حدثنا عبد الرزاق ، اخبرنا ابن جريج ، عن العلاء بن يعقوب ، قال: اخبرني ابي ، انه سمع ابا هريرة ، يقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " الم تروا الإنسان إذا مات شخص بصره "، قالوا: بلى، قال: " فذلك حين يتبع بصره نفسه ".

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کو دیکھو کہ جب مر جاتا ہے تو آنکھیں کھلی رہ جاتی ہیں۔" لوگوں نے کہا: ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس کا سبب یہ ہے کہ اس کی نگاہ جان کے پیچھے جاتی ہے۔"

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا عقیدہ تو یہاں پر یہ ہے کہ میت نہیں دیکھتی اس کی نگاہ روح کے ساتھ جا چکی ہوئی ہے۔ امام مسلم کے نزدیک میت کے کھاٹ پر بولنے والی روایت شاذ ہے انہوں نے صحیح مسلم میں اس حدیث کو نہیں لکھا بلکہ میت کے قوت بصری کے خاتمہ کی حدیث دی ہے

امام مسلم نے ابو ہریرہ کا عقیدہ نقل کیا

عن ابی هُرَيْرَةَ قَالَ إِذَا خَرَجَتْ رُوحُ الْمُؤْمِنِ تَلَقَّاهَا مَلَكَانِ يُصْعِدَانِهَا قَالَ حَمَّادٌ فَذَكَرَ مِنْ طِيبِ رِيحِهَا وَذَكَرَ الْمِسْكَ قَالَ وَيَقُولُ أَهْلُ السَّمَاءِ رُوحٌ طَيِّبَةٌ جَاءَتْ مِنْ قِبَلِ الْأَرْضِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْكِ وَعَلَى جَسَدٍ كُنْتِ تَعْمُرِينَهُ فَيُنْطَلَقُ بِهِ إِلَى رَبِّهِ عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ يَقُولُ انْطَلِقُوا بِهِ إِلَى آخِرِ الْأَجَلِ قَالَ وَإِنَّ الْكَافِرَ إِذَا خَرَجَتْ رُوحُهُ قَالَ حَمَّادٌ وَذَكَرَ مِنْ نَتْنِهَا وَذَكَرَ لَعْنًا وَيَقُولُ أَهْلُ السَّمَاءِ رُوحٌ خَبِيثَةٌ جَاءَتْ مِنْ قِبَلِ الْأَرْضِ قَالَ فَيُقَالُ انْطَلِقُوا بِهِ إِلَى آخِرِ الْأَجَلِ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ فَرَدَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَيْطَةً كَانَتْ عَلَيْهِ عَلَى أَنْفِهِ هَكَذَا

عبیداللہ بن عمر قواریری سے حماد بن زید نے ان سے بدیل نے ان سے عبداللہ بن شقیق نے ان سے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا کہ جب مومن کی روح نکلتی ہے تو دو فرشتے اسے لے کر اوپر چڑھتے ہیں۔ حمّادؒ نے کہا پس انہوں نے ذکر کیا اسکی اچھی خوشبو کا اور مسک کا اور ابو ہریرہ نے کہا تو آسمان والے کہتے ہیں کہ پاکیزہ روح زمین کی طرف سے آئی ہے اللہ تعالیٰ تجھ پر اور اس جسم پر کہ جسے تو آباد رکھتی تھی رحمت نازل فرمائے پھر اس روح کو اللہ عزوجل کی طرف لے جایا جاتا ہے پھر اللہ فرماتا ہے کہ تم اسے آخری وقت کے لئے لے جاؤ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کافر کی روح جب نکلتی ہے تو آسمان والے کہتے ہیں کہ خبیث روح زمین کی طرف سے آئی ہے پھر اسے کہا جاتا ہے کہ تم اسے آخری

وقت کے لئے لے جاؤ – ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر اپنی ناک مبارک پر اس طرح لگالی تھی

جب روح نکال کر فرشتے آسمان پر لے گئے اور قرآن کے مطابق امساک روح کر دیا گیا جس کی شرح حدیث میں ہوئی کہ اللہ تعالی نے حکم دیا آخری وقت تک کے لئے لے جاؤ تو اب ظاہر ہے اس کو مردہ جسم میں نہیں لوٹایا جا سکتا

اس تمام تفصیل سے معلوم ہوا کہ کلام المیت والی صحیح بخاری کی رویت معلول ہے اس کا متن شاذ ہے سند میں مختلط ہے

زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ کا قصہ

کتب رجال و اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک صحابی کے لئے اتا ہے

من تکلم بعد الموت

موت کے بعد جو بول اٹھا

یہ زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ ہیں جو بدری صحابی ہیں اور عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں وفات ہوئی

تہذیب الکمال از المزی کے مطابق

أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْقُرَشِيُّ، قال: أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَعْمَرِ بْنِ الْفَاخِرِ الْقُرَشِيّ فِي جماعة، قَالُوا: أَخْبَرَتْنا فَاطِمَةُ بِنْتُ عَبد اللَّهِ، قَالَتْ: أخبرنا مُحَمَّدُ بْنُ عَبد اللَّهِ الضَّبِّيُّ، قال: أخبرنا سُلَيْمان بْن أَحْمَد (2) ، قال: حَدَّثَنَا عِيسَى بْن مُحَمَّد السمسار الواسطِي، قال: حَدَّثَنَا عبد الحميد بْن بيان، قال: حَدَّثَنَا إِسْحَاق الأزرق، عَنْ شَرِيك، عَنْ إِبْرَاهِيم بْن مهاجر، عَنْ حَبِيب بْن سالم، عن النعمان بْن بشير، قال: لما توفي زَيْد بْن خَارِجَة انتظر بِهِ خروج عُثْمَان، فقلت (3) : أصلي ركعتين، فكشف الثوب عَنْ وجهه، فَقَالَ: السلام عليكم، السلام عليكم. قال: وأهل البيت يتكلمون، فقلت وأنا فِي الصلاة: سبحان الله، سبحان الله! فَقَالَ: انصتوا، انصتوا، مُحَمَّد رَسُول اللَّه، كَانَ ذَلِكَ فِي الكتاب الأول، صدق، صدق، صدق أَبُو بَكْر الصديق، ضعيف فِي جسده قوي فِي أمر اللَّه، كَانَ ذَلِكَ فِي الكتاب الأول، صدق، صدق، صدق عُمَر بْن الخطاب، قوي فِي جسده، قوي فِي أمر الله، كَانَ ذَلِكَ فِي الكتاب الأول، صدق، صدق، صدق عُثْمَان بْن عَفَّان، مضت اثنتان وبقي أربع، وأبيحت الأحماء بئر أريس وما بئر أريس، السلام عليك عَبد اللَّهِ بْن رواحة، هل أحسست لي (1) خَارِجَة وسعدا؟ قال شَرِيك: هما أبوه وأخوه. وقد رويت هذه القصة من وجوه كثيرة، عَنِ النعمان بْن بشير وغيره.

حبیب بن سالم روایت کرتا ہے النعمان بْن بشیر رضی اللہ عنہ سے کہ جب زید بن خارجہ کی وفات ہوئی ہم عثمان کے نکلنے کا انتظار کر رہے تھے- پس ان سے کہا : دو رکعت پڑھ لیں پس زید کے چہرے پر سے کپڑا ہٹایا کہا السلام علیکم السلام علیکم کہا : اور گھر والے بات کرنے لگ گئے اور میں نماز میں تھامیں نے کہا سبحان اللہ سبحان اللہ (یعنی گھر والوں کو روکنے کی کوشش کی اور نماز میں سبحان اللہ پکارا ک وہ چپ رہیں اسی اثنا میں) زید بن خارجہ نے کہا (یعنی میت بولی)چپ رہو چپ رہو، محمد رسول اللہ ہیں ایسا کتاب اول میں تھا- سچ سچ سچا ہے ابو بکر الصدیق، جسم میں کمزور ہے قوی اللہ کے کام میں ایسا ہی کتاب اول میں تھا، سچا سچ سچا عمر بن الخطاب ہے جسم میں قوی ہے اور اللہ کے کام میں بھی ایسا ہی کتاب اول میں تھا - سچا سچا سچا

عثمان ہے دو سال گزرے اور چار باقی ہیں - گرم ہوا بئر أريس (کا پانی) اور کیا ہے بئر أريس؟، السلام ہو آپ پر عبد الله بن رواحة، کیا آپ نے میرے لئے محسوس کیا اور سعد کے لئے ؟ شریک نے کہا یہ دونوں باپ بیٹا تھے اور اس قصے کو روایت کیا ہے کئی طرح النعمان بْن بشير اور دیگر سے اس واقعہ کو بیان کرنے والا حبیب بن سالم ہے جو مختلف فیہ ہے- امام بخاری نے اس سے صحیح میں روایت نہیں لی ہے-

ابن مندہ نے کتاب میں روایت نقل کی ہے

أخبرنا خيثمة بن سليمان، ومحمد بن يعقوب بن يوسف، قالا: حدثنا العباس بن الوليد بن مزيد، قال: أخبرني أبي، قال: حدثني ابن جابر، ح: وحدثنا عبد الرحمن بن يحيى، قال: حدثنا أبو مسعود، قال: حدثنا هشام بن إسماعيل، قال: حدثنا الوليد بن مسلم، عن ابن جابر، قال: سمعت عمير بن هاني، يحدث عن النعمان بن بشير، قال: توفي رجل منا يقال له خارجة بن زيد، فسجينا عليه ثوبًا وقمت أصلي، فسمعت ضوضأة، فانصرفت فإذا به يتحرك، وظننت أن حية دخلت بينه وبين الثياب، فلما وقفت عليه قال: أجلد القوم وأوسطهم عبد الله عمر أمير المؤمنين، الذي لا تأخذه في الله لومة لائم كان في الكتاب الأول صدق صدق عبد الله بن أبو بكر أمير المؤمنين، الضعيف في جسمه القوي في أمر الله، وفي الكتاب الأول صدق صدق عبد الله عثمان أمير المؤمنين الضعيف العفيف المتعفف، الذي يعفو عن ذنوب كثيرة، خلت ليلتان وبقيت أربع، اختلف الناس ولا نظام، وأبيحت الأحماء، أيها الناس، اقبلوا على إمامكم واسمعوا له وأطيعوا، فمن تولى فلا يعهدن دمًا، كان أمر الله قدرًا مقدورًا ثلاثًا، هذا رسول الله صلى الله عليه وسلم، سلام عليك يا رسول الله، هذا عبد الله بن رواحة ما فعل خارجة بن زيد، ثم رفع صوته، فقال: يقول: {كَلَّا إِنَّهَا لَظَى} [المعارج: 15] أخذت بئر أريس ظلمًا، ثم خفت الصوت فرفعت الثوب، فإذا هو على حاله ميت.

عمیر بن هاني کہتا ہے اس نے نعمان بن بشیر سے سنا: ہم میں سے ایک شخص جس کو خارجہ بن زید کہا جاتا تھا کی وفات ہوئی- پس اس پر کپڑا ڈالا اور نماز پڑھی پس خارجہ بن زید میں ایک گرگڑآہت سنی پس ہم اس میت تک ایے کیونکہ وہ ہلی - اور گمان کیا کہ سانپ کپڑے اور خارجہ بن زید کے درمیان داخل ہو گیا ہے - پس جب ان پر رکے خارجہ نے کہا کوڑے مارنے والی قوم اور ان کا درمیان الله کا بندہ عمر امیر المومنین جس نے الله کے لئے کوئی لومة لائم نہیں رکھا یہ کتاب اول میں ہے اور سچا سچا الله کا بندہ ابو بکر امیر المومنین ہے جسم میں ضعیف ہے الله کے امر میں قوی ہے اور کتاب اول میں ہے سچا سچا الله کا بندہ عثمان امیر المومنین ہے کمزور و نا توا و نرم ہے جو اکثر گناہوں کو معاف کرتا ہے دو راتیں باقی ہیں چار گزری ہیں - قبول کرو اپنے اماموں کو انکی سمع و اطاعت کرو پس جس نے منہ موڑا اس کے خون کا عہد نہیں ہے - لوگوں کا اختلاف ہوا کوئی نظام نا رہا اور الله اپنے کام کو کروانے والا ہے تین دفعہ، یہ رسول الله ہیں صلی الله علیہ وسلم ، سلام ہو آپ پر یا رسول الله یہ عبد الله بن رواحة ہیں ، خارجہ بن زید نے جو کیا پھر آواز اٹھ گئی پس کہا ہرگز نہیں یہ (اگ) تو چاٹ جائے گی - ظلم سے اریس کا کنواں لیا گیا پھر آواز مدھم ہوئی اور کپڑا

اٹھا تو وہ تو حال میت تھے

اس روایت کے مطابق میت پر کپڑا ہی تھا کہ اندر سے یہ ہولناک آوازیں بلند ہو رہی تھیں اور برزخ کی خبریں جاری تھیں – میت ابھی دفن بھی نہیں تھی

طبرانی الکبیر کی روایت کے مطابق ایسا واقعہ خارجہ بن زید کے ساتھ بھی ہوا جو زید کے بیٹے تھے یا روایت میں راویوں نے غلطی سے باپ بیٹا کا نام ڈال دیا

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْمُعَلَّى الدِّمَشْقِيُّ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ، ثنا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ، عَنْ عُمَيْرِ بْنِ هَانِي، أَنَّ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ، حَدَّثَهُ، قَالَ: مَاتَ رَجُلٌ مِنَّا يُقَالُ لَهُ خَارِجَةُ بْنُ زَيْدٍ فَسَجَّيْنَاهُ بِثَوْبٍ، وَقُمْتُ أُصَلِّي إِذْ سَمِعْتُ ضَوْضَاءَةً وَانْصَرَفْتُ، فَإِذَا أَنَا بِهِ يَتَحَرَّكُ، فَقَالَ: " أَجْلَدُ الْقَوْمِ أَوْسَطُهُمْ عَبْدُ اللهِ، عُمَرُ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ الْقَوِيُّ فِي جِسْمِهِ الْقَوِيُّ فِي أَمْرِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ، عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ الْعَفِيفُ الْمُتَعَفِّفُ الَّذِي يَعْفُو عَنْ ذُنُوبٍ كَثِيرَةٍ حَلَّتْ لَيْلَتَانِ، وَبَقِيَتْ أَرْبَعٌ، وَاخْتَلَفَ النَّاسُ وَلَا نِظَامَ لَهُمْ، يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَقْبِلُوا عَلَى إِمَامِكُمْ وَاسْمَعُوا لَهُ وَأَطِيعُوا، هَذَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَابْنُ رَوَاحَةَ، ثُمَّ قَالَ: مَا فَعَلَ زَيْدُ بْنُ خَارِجَةَ - يَعْنِي أَبَاهُ -، ثُمَّ قَالَ: أَخَذْتُ سَرَارِيسَ ظُلْمًا ثُمَّ خَفُتَ الصَّوْتُ

ولید بن مسلم ، عبد الرحمن بن یزید بن جابر سے روایت کرتے ہیں وہ عُمَيْرِ بْنِ هَانِي سے وہ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ سے بولے: ہم میں سے ایک شخص مرا جس کو خارجہ بن زید کہا جاتا تھا اس کو ہم نے کپڑے سے ڈھانک دیا، اور نماز جنازہ پڑھی پس میں نے شور سنا اور گیا پس جب ان پر آیا تو وہ ہلے اور بولے : کوڑا مارنے والی قوم کے درمیان اللہ کا بندہ عمر امیر المومنین ہیں جسم میں قوی ہیں اور اللہ کے کام میں، عثمان امیر المومنین ہیں کمزور و نا تواں ہیں جو اکثر گناہوں کو معاف کرتے ہیں دو راتیں گزرین چار باقی ہیں اور لوگوں کا اختلاف ہوا اور کوئی نظام باقی نہ رہا اے لوگوں اپنے اماموں کو قبول کرو اور ان کی سمع و اطاعت کرو- یہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ابن رَوَاحَةَ- پھر کہا زید بن خارجہ نے کیا کیا یعنی ان کے باپ نے پھر کہا اِرِیسَ کا راز ظلم سے لیا گیا پھر آواز مدھم ہو گئی

اس کی سند میں ولید بن مسلم ہیں جو تدلیس التسویہ کرتے ہیں یعنی استاد کے استاد کو ہڑپ کرتے ہیں جب حدثنا بولیں تو بھی شک کیا جاتا ہے – سند میں جان بوجھ کر انہوں نے عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ کہا ہے جبکہ امام بخاری اور ابن ابی حاتم کے مطابق یہاں عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ تمیم ہے جو منکر الحدیث ہے

اس قسم کی مبہم روایات کو محدثین نے بلا تنقید نقل بھی کیا- قصہ گھڑنے والوں نے نام میں بھی مخلط ملط کر دیا ہے اس پر ابن حجر کو اسد الغابہ میں کہنا پڑا

قلت: قال أَبُو نعيم أول الترجمة: إنه الذي تكلم بعد الموت، وقال: أراه الأول، وهذا من غريب القول،

بينا نجعل الأول قتل بأحد، ونجعل هذا توفي في خلافة عثمان رضي الله عنه، وأنه الذي تكلم بعد الموت، ثم يقول: أراه الأول، فكيف يكون الأول وذلك قتل بأحد، وهذا توفي في خلافة عثمان، كذا قال أَبُو نعيم في هذه الترجمة. وأما ابن منده فذكر الأول وأنه شهد بدرًا، وذكر فيه الاختلاف أَنَّهُ الذي تكلم بعد الموت، ولم يذكر أَنَّهُ قتل بأحد، فلم يتناقض قوله. وأما أَبُو عمر فذكر الأول، وجعل ابنه زيدًا هو الذي تكلم بعد الموت، فلو صح أن المتكلم خارجة بْن زيد لكان غير الأول، لا شبهة فيه، لأن الأول قتل بأحد، والمتكلم توفي في خلافة عثمان فيكون غيره. والصحيح أن المتكلم زيد بْن خارجة. والله أعلم

میں ابن حجر کہتا ہوں : ابو نعیم نے ترجمہ کے شروع میں کہا کہ بے شک یہ وہ ہیں جنہوں نے مرنے کے بعد کلام کیا - اور کہا میں دیکھتا ہوں شروع میں اور یہ قول عجیب ہے اول سے مراد ہے ان کا قتل احد میں ہوا اور پھر کر دیا ان کی وفات عثمان مئی دور میں ہوئی اور انہوں نے مرنے کے بعد کلام کیا - پھر کہا میں دیکھتا ہوں دور اول میں پس کیسے ممکن ہے کہ یہ دور اول میں ہوئی اور احد میں قتل ہوں اور یہاں ہے دور عثمان میں ایسا ابو نعیم نے اس ترجمہ میں کہا ہے اور جہاں تک ابن مندہ کا تعلق ہے تو انہوں نے ان کا ذکر اول دور میں کیا جنہوں نے جنگ بدر دیکھی اور اختلاف کا ذکر کیا کہ انہوں نے موت کے بعد کلام کیا اور یہ ذکر نہیں کیا کہ ان کا قتل احد میں ہوا پس وہاں تناقض نہیں ہے اور جہاں تک ابو عمر کا تعلق ہے تو اس نے ذکر کیا دور اول میں اور ان کے بیٹے زید کے لئے کہا کہ اس نے مرنے کے بعد کلام کیا ہے پس اگر یہ صحیح ہے کہ بولنے والا خارجہ بن زید تھا تو وہ شروع میں نہیں ہو سکتا اس میں شبہ نہیں ہے کہ وہ احد میں قتل ہوئے اور وہ جس نے کلام کیا وہ عثمان کے دور میں ہوا جو زید بن خارجہ تھے الله کو پتا ہے

کتاب الاستیعاب فی معرفۃ الأصحاب از ابن عبد البر کے مطابق

زيد بن خارجة بن زيد بن أبي زهير بن مالك، من بني الحارث بن الخزرج. روى عن النبي صلى الله عليه وسلم في الصلاة عليه صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وهو الذي تكلم بعد الموت، لا يختلفون في ذَلِكَ، وذلك أنه غشي عليه قبل موته، وأسري بروحه، فسجى عليه بثوبه، ثم راجعته نفسه، فتكلم بكلام حفظ عنه في أبي بكر، وعمر، وعثمان، ثم مات في حينه. روى حديثه هذا ثقات الشاميين عن النعمان بن بشير، ورواه ثقات الكوفيين، عن يزيد بن النعمان بن بشير، عَنْ أَبِيهِ. ورواه يَحْيَى بن سعيد الأنصاري، عن سعيد بن المسيب.

أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الْمُؤْمِنِ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بن محمد، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِسْحَاقَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمَدِينِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ ابن مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بلال، عن يحيى، عن سعيد ابن الْمُسَيِّبِ، أَنَّ زَيْدَ بْنَ خَارِجَةَ الأَنْصَارِيَّ، ثُمَّ مِنْ بَنِي الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ. تُوُفِّيَ زَمَنَ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ، فَسُجِّيَ بِثَوْبٍ، ثُمَّ إِنَّهُمْ سَمِعُوا جَلْجَلَةً فِي صَدْرِهِ، ثُمَّ تَكَلَّمَ فَقَالَ: أحمد في الكتاب [الأول [1]] . صدق صَدَقَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ، الضَّعِيفُ فِي نَفْسِهِ، الْقَوِيُّ فِي أَمْرِ اللَّهِ، كَانَ ذَلِكَ فِي الكتاب الأول. صدق صَدَقَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ الْقَوِيُّ الأَمِينُ فِي الكتاب الأول. صدق صَدَقَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ عَلَى مِنْهَاجِهِمْ، مَضَتْ أَرْبَعُ سِنِينَ وَبَقِيَتِ اثْنَتَانِ [2] ، أَتَتِ الْفِتَنُ، وَأَكَلَ الشديد الضعيف، وقامت الساعة، وسيأتيكم خبر بئر أريس وما بئر أَرِيسٍ [3] . قَالَ يَحْيَى بن سعيد: قَالَ سعيد بن المسيب: ثم هلك رجل

من بني خطمة فسجى بثوب فسمعوا جلجلة في صدره، ثم تكلم فَقَالَ: إن أخا بني الحارث بن الخزرج صدق صدق.

زيد بن خارجة بن زيد بن أبي زهير بن مالك، بنی حارث بن الخزرج میں سے تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا درود کے بارے میں اور یہ وہ ہیں جنہوں نے موت کے بعد کلام کیا اس میں اختلاف نہیں ہے اور یہ ہوا کہ ان کو غشی آئی موت سے قبل، ان کی روح اوپر گئی اور ان پر کپڑا ڈال دیا گیا پھر ان کا نفس پلٹ آیا پس کلام کیا ابو بکر عمر اور عثمان کے بارے میں جو انھیں یاد رہا پھر اس وقت ان کی وفات ہوئی اس حدیث کو شام کے ثقات نے نعمان بن بشیر سے روایت کیا ہے اور کوفہ کے ثقات نے روایت کیا ہے یزید بن النعمان بن بشير، عَنْ أَبِيهِ سے اور اسکو حْيَى بن سعيد الأنصاري، عن سعيد بن المسيب سے روایت کیا ہے- ہم کو خبر دی عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الْمُؤْمِنِ ان سے حدیث بیان کی إِسْمَاعِيلُ بن محمد نے ان سے إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِسْحَاقَ نے کہا ہم سے بیان کیا عَلِيُّ بْنُ الْمَدِينِيِّ نے ہم سے بیان کیا عَبْدُ اللَّهِ ابن مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ نے ان سے سُلَيْمَانُ بْنُ بلال نے ان سے يحيى نے ان سے سعيد ابن الْمُسَيِّبِ نے کہ زید بن خارجہ انصاری جو بنی حارث بن الخزرج میں سے تھے عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں وفات ہوئی ان کو کپڑے سے ڈھک دیا گیا پھر ان کے سینے میں ایک کڑک ہوئی پھر یہ بولے احمد احمد جو پہلی کتاب میں ہے ، سچا سچا ابو بکر الصدیق ہے جسم میں کمزور ہے اور اللہ کے کام میں قوی ہے اور یہ پہلی کتاب میں ہے سچا سچا عمر ہے جو قوی ہے امین ہے پہلی کتاب میں اور سچا سچا عثمان ہے اپنے کاموں میں چار سال گزر گئے اور دو باقی ہیں فتنہ آیا اور شدت سے کھا گیا اور قیامت قائم ہوئی ، اور تم کو بئر أريس (کا کنواں) کی خبر پہنچے گی اور بئر أريس کیا ہے ؟ - يحيى بن سعيد نے کہا کہ سعيد بن المسيب نے کا پھر بني خطمة میں سے ایک شخص ہلاک ہوا اس پر بھی کپڑا ڈالا گیا اس کے سینے میں کڑک ہوئی پھر بولا میرے بھائی جو بنی حارث بن ال خزرج میں سے تھا سچ کہا سچ کہا

سندا روایت مظبوط نہیں ہے کتاب جامع التحصیل فی إحکام المراسیل از العلائی (المتوفی: 761ھ) کے مطابق

سعید بن المسیب ......ولد لسنتین مضتا من خلافۃ عمر رضی اللہ عنہ

سعید بن المسیب ،....خلافۃ عمر رضی اللہ عنہ کے ختم ہونے کے دو سال پہلے پیدا ہوئے

یعنی سعید بن المسیب ۲۱ ہجری میں پیدا ہوئے اور زید بن خارجہ المتوفی 30 ہجری کی وفات کے وقت سعید بن المسیب نو سال کے تھے- روایت میں واضح نہیں کہ ان کا سماع زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ سے ہوا یا نہیں

کتاب معرفۃ الصحابۃ از إبو نعیم الأصبہانی (المتوفی: 430ھ) کے مطابق اس قصے کو

وَرَوَاهُ الزُّبَيْدِيُّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ وَلَمْ يُسَمِّهِ

الزُّبَيْدِيُّ نے اس کو روایت کیا ہے الزہری سے انھوں نے سعید بن المسیب سے انہوں نے انصار میں

سے ایک شخص سے جس کا نام نہیں لیا

یعنی یہ منقطع روایت ہے یا مجھول شخص سے ہے

تاریخ مدینہ از ابن شبہ کی روایت ہے

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، أَنَّ زَيْدَ بْنَ خَارِجَةَ الْأَنْصَارِيَّ، ثُمَّ مِنْ بَنِي الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ تُوُفِّيَ فِي زَمَنِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَسُجِّيَ بِثَوْبِهِ، ثُمَّ إِنَّهُمْ سَمِعُوا [ص:1106] جَلْجَلَةً فِي صَدْرِهِ، ثُمَّ تَكَلَّمَ فَقَالَ: «أَحْمَدُ أَحْمَدُ فِي الْكِتَابِ الْأَوَّلِ، صَدَقَ صَدَقَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ الضَّعِيفُ فِي نَفْسِهِ الْقَوِيُّ فِي أَمْرِ اللَّهِ فِي الْكِتَابِ الْأَوَّلِ، صَدَقَ صَدَقَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ الْقَوِيُّ الْأَمِينُ فِي الْكِتَابِ الْأَوَّلِ، صَدَقَ صَدَقَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ عَلَى مِنْهَاجِهِمْ، مَضَتْ أَرْبَعٌ وَبَقِيَتْ سَنَتَانِ، أَتَتِ الْفِتَنُ وَأَكَلَ الشَّدِيدُ الضَّعِيفَ، وَقَامَتِ السَّاعَةُ، وَسَيَأْتِيكُمْ عَنْ جَيْشِكُمْ خَبَرٌ بِبِئْرِ أَرِيسَ، وَمَا بِئْرُ أَرِيسَ»

سعید بن المسیب نے کہا کہ زید بن خارجہ کی عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں وفات ہوئی پس کپڑے سے ڈھانک دیا گیا پھر ان سے سینے میں کڑک ہوئی پھر بولے احمد احمد کتاب اول میں سچ سچ ابو بکر صدیق جسم میں کمزور اللہ کے امر میں قوی کتاب اللہ میں، سچ سچ عمر قوی امین کتاب اول میں سچ سچ عثمان اپنے کاموں میں چار گزرے دو سال باقی ہیں فتنہ آیا اور کمزور کو کھا گیا اور قیامت برپا ہوئی اور عنقریب تم تک پہنچے کی خبر اپنے لشکر کی طرف سے اریس کے کنواں کی - اریس کا کنوآں کیا ہے

روایت کے مطابق زید بن خارجہ کو عثمان رضی اللہ عنہ سے مطابق فتنہ کا علم تھا – یہ تفصیل تو کوئی ایسا ہی شخص بیان کر سکتا ہے جس نے یہ سب دیکھا ہو – تمام کتب کے مطابق زید بن خارجہ کی وفات دور عثمانی میں ہوئی

کتاب الوافی بالوفیات از صلاح الدین خلیل بن ایبک بن عبد اللہ الصفدی (المتوفی: 764ھ) کے مطابق وتوفّي فِي حُدُود الثَّلَاثِينَ لِلْهِجْرَةِ

زید بن خارجہ کی وفات سن 30 ہجری کی حدود میں ہوئی

عثمان رضی اللہ عنہ کی وفات ۳۵ ہجری میں ہوئی

کیا یہ ممکن ہے کہ سن 30 ہجری میں چند ساعتوں میں غشی کے دوران زید بن خارجہ کو مستقبل میں ہونے والے اہم حادثات کی خبر ہو گئ؟ بلا شبہ یہ کوئی گھپلا ہے-

بئر اِرِیس کا کیا چکر ہے؟ کچھ مبہم بات راوی نے زید بن خارجہ سے منسوب کی ہے – اس کی طرف

توجہ مبذول کرائی گئی ہے – جو لوگ اس قصے کو اصلی سمجھتے ہیں ان کو اس پر غور کرنا چاہیے- بئر اریس مسجد قبا کے پاس باغ میں ایک کنواں تھا اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے گر پڑی اس کنواں کا سارا پانی نکال دیا گیا لیکن انگوٹھی نہ نکلی اس پر محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا راوی کو شاید قلق ہے کہ اس کنواں کو کیوں خشک کیا گیا

کتاب إمتاع الأسماع بما للنبي من الأحوال والأموال والحفدة والمتاع از المقريزي (المتوفى: 845هـ) کے محقق محمد عبد الحميد النميسي کہتے ہیں

قال أحمد بن يحى بن جابر: نسبت إلى أريس رجل من المدينة من اليهود، عليها مال لعثمان بن عفان رضى اللَّه عنه، وفيها سقط خاتم النبي صلّى اللَّه عليه وسلّم من يد عثمان، في السنة السادسة من خلافته، واجتهد في استخراجه بكل ما وجد إليه سبيلا، فلم يوجد إلى هذه الغاية، فاستدلوا بعد به على حادث في الإسلام عظيم

احمد بن یحیٰی بن جابر نے کہا : اس کنواں کی نسبت اریس کی طرف ہے جو مدینہ کا ایک یہودی تھا اور اس پر عثمان کا مال لگا اور کنواں میں رسول اللہ کی مہر عثمان کے ہاتھ سے گری ان کی خلافت کے چھٹے سال اور انہوں نے اس کو نکالنے کا اجتہاد کیا لیکن کوئی سبیل نہ پائی اس میں کامیاب نہ ہوئے اور اس پر استدلال کیا گیا کہ یہ اسلام کا ایک عظیم حادثہ ہے

معلوم ہوا کہ انگوٹھی زید بن خارجہ یا خارجہ بن زید کی وفات سے قبل گر چکی تھی جس کو راوی نے ظلم سے ہتھیایا گیا کنواں قرار دیا ہے

بیہقی دلائل النبوہ میں اس روایت پر کہتے ہیں

فعند ذلک تغیرت عمالہ، وظھرت الفتن کما قیل علی لسان زید بن خارجۃ

پس اس انگوٹھی گرنے کے بعد سے ان کے گورنروں میں تغیر آیا اور فتنہ ظاہر ہوا جیسا کہ زید بن خارجہ کی زبان پر ظاہر ہوا

لیکن یہ درست نہیں فتنہ تو سن ۳۵ ہجری ذی الحجہ میں ہوا اس سے قبل اس کے آثار نہ تھے اور زید 30 ہجری میں مرے

بہت سے علماء ان روایات کو میت کے شعور کی دلیل پر پیش کرتے ہیں کہ میت ابھی دفن بھی نہیں ہوتی کہ زندوں سے کلام کرتی ہے اگر ایسا ہے تو ایسا روز کیوں نہیں ہوتا ؟

اسی طرح کا ایک اور واقعہ دلائل النبوۃ للبیہقی میں ہے

أخبرنا أبو الحسين بن الفضل القطان ببغداد أخبرنا إسماعيل بن محمد الصفار حدثنا محمد بن على الوراق حدثنا عبد الله بن موسى حدثنا إسماعيل بن أبى خالد عن عبد الملك بن عمير عن ربعى بن حراش قال أتيت فقيل لى إن إخاك قد مات فجئت فوجدت أخى مسجى عليه ثوب فأنا عند رأسه استغفر له وأترحم عليه إذ كشف الثوب عن وجهه فقال السلام عليك فقلت وعليك فقلنا سبحان الله أبعد الموت قال بعد الموت إنى قدمت على الله عز عدكما فتلقيت بروح وريحان ورب غير غضبان وكسانى ثيابا خضرا من سندس واستبرق ووجدت الأمر أيسر مما تظنون ولا تتكلوا إنى استأذنت ربى عز وجل أن أخبركم وأبشركم فاحملونى إلى رسول الله فقد عهد إلى أن لا أبرح حتى ألقاه ثم طفى كما هو.

ربعی بن حراش نے کہا میں پہنچا تو کہا گیا اپ کا بھائی مر گیا پس میں بھائی کے پاس گیا اس پر کپڑا پڑا تھا اس کے سرھانے میں نے استغفار و رحم کی دعا کی کپڑا چہرے پر سے ہٹایا تو بھائی بولا السلام علیک میں نے بھی کہا السلام علیک بلکہ سب نے کہا سبحان اللہ اپ سے موت دور ہوئی ۔ میت نے کہا موت کے بعد مجھ کو اللہ تعالی کے پاس لے جایا گیا وہ رحمت سے ملا ۔ غضب ناک نہ ہوا اور مجھ و ریشم و مخمل کا لباس دیا اور میں نے اس امر کو آسان پایا جیسا تم لوگ گمان کرتے ہو … میں نے اپنے رب سے اجازت لی ہے کہ تم کو جا کر اس کی خبر کروں اور بشارت دوں

(میت فرشتوں سے مخاطب ہوئی)

پس اب مجھ کو رسول اللہ کے پاس لے چلو میں نے ان کو عہد دیا ہے کہ میں عہد نہ توڑوں گا یہاں تک کہ تم لوگوں سے ملوں گا پھر وہ بجھ گئے جیسے تھے

طبقات ابن سعد میں ہے: ربعی بن حراش بن جحش بن عمرو المتوفی قریب ۱۰۰ ہجری ہے - ایام جاہلیت میں تھے نہ صحابی ہیں نہ رسول اللہ کو دیکھا

مَسْعُودُ بْنُ حِرَاشٍ أَخُو رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ ان کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے

ایک بھائی کا نام ربیع بن حراش بھی لیا جاتا ہے جو عجلی کے مطابق کوفی تابعی ہے

مرنے کے بعد کلام کے بہت سے قصے آج بھی سننے کو ملتے ہیں ۔ اہل مغرب میں یہ عام ہے مثلا کوئی ایلین مخلوق کو دیکھتا ہے کوئی عیسیٰ علیہ السلام سے مل کر واپس اتا ہے کوئی بتاتا ہے کہ وہ ایک سرنگ میں سے جا رہا تھا کہ عود روح ہوا اس کو

Near death experience

کہا جاتا ہے

اگر آپ زید بن خارجہ والے واقعہ کو بظاہر قبول کر لیں اور الفاظ پر پر غور کریں تو ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی وفات نہیں ہوئی تھی نہ ہی روح جسد سے نکلی تھی بلکہ لوگوں کو اشتباہ ہوا کہ انکی وفات ہوئی ہے

دور عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ

عبد الوہاب النجدی نہ صرف سماع الموتی کے قائل تھے وہ مردوں کے کلام کے بھی قائل تھے اپنی کتاب احکام تمنی الموت میں لکھتے ہیں اور ترجمہ بریلوی عالم کرتے ہیں

أحكام تمني الموت

تأليف شيخ الإسلام محمد بن عبد الوهاب

رحمه الله

صححه وقابله على النسخة المصورة ٧٧١ / ٨٦
بالمكتبة السعودية بالرياض

الشيخ عبدالرحمن بن محمد السدحان و الشيخ عبدالله بن عبدالرحمن الجبرين

وأخرج ابن عساكر من طريق أبي صالح – كاتب الليث – عن يحيي ابن أيوب الخزاعي قال : سمعت من يذكر أنه كان في زمن عمر بن الخطاب شاب متعبد ، قد لزم المسجد ، وكان عمر به معجباً ، وكان له أب شيخ كبير ، فكان إذا صلى العتمة انصرف إلى أبيه ، وكان طريقه على باب امرأة ، فافتتنت به ، وكانت تنصب نفسها له على طريقه ، فمر بها ذات

مسّهم طائف من الشيطان تذكروا فإذا هم مبصرون)(١) فخر الفتى مغشياً
عليه ، فدعت المرأة جارية لها فتعاونتا عليه ، فحملتاه إلى بابه واحتبس
على أبيه ، فخرج أبوه يطلبه ، فإذا هو على الباب مغشياً عليه ، فدعا بعض
أهله فحملوه فأدخلوه ، فما أفاق حتى ذهب من الليل ما شاء الله ، فقال له
أبوه : مالك يا بني ؟ قال : خير ، قال : فإني أسألك ، فأخبره بالأمر ، قال :
أي بني ، وأي آية قرأت ؟ فقرأ الآية التي كان قرأ ، فخر مغشياً عليه ،
فحركوه فإذا هو ميت فغسلوه ، وأخرجوه ودفنوه ليلاً ، فلما
أصبحوا رفع ذلك إلى عمر ، فجاء عمر إلى أبيه ، فعزاه به ، وقال :
ألا آذنتني ؟ قال : يا أمير المؤمنين كان ليلاً ، قال عمر : فاذهبوا بنا
إلى قبره . فأتى عمر ومن معه القبر ، فقال عمر : يا فلان : (ولمن خاف
مقام ربه جنتان)(٢) ، فأجابه الفتى من داخل القبر : ياعمر قد أعطانيهما ربي
في الجنة . مرتين ، وأخرج البيهقي وغيره عن أبي عثمان النهدي عن ابن مينا
قال : دخلت الجبان ، فصليت ركعتين خفيفتين ، ثم اضطجعت إلى قبر ،
فوالله إني لنبهان إذ سمعت قائلا في القبر يقول : قم ، فقد آذيتني ،
أنتم تعملون ولا تعلمون ، ونحن نعلم ولا نعمل ، فوالله لأن أكون صليت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک صالح نوجوان عبادت گزار تھا اور اکثر وقت مسجد میں رہا کرتا تھا، حضرت عمر اس کو بہت پسند کیا کرتے تھے، اس کے گھر کے راستے میں ایک عورت کا مکان تھا، وہ اس نوجوان پر فریفتہ ہوگئی، وہ نوجوان جب گھر سے باہر جاتا تو وہ عورت اس کا راستہ روک کر کھڑی ہو جاتی، پس ایک رات جب وہ گزرا تو اُس عورت نے نوجوان کو گناہ کی طرف پھسلایا، یہاں تک کہ وہ اس کے پیچھے چل پڑا، جب مکان کے دروازہ میں داخل ہونے لگا تو اُس سے غفلت کا پردہ اُٹھ گیا اور قرآن کی ایک آیت اس کی زبان پر جاری ہوگئی، جس کی وجہ سے وہ غش کھا کر گر پڑا، اُس عورت نے اپنی لونڈی کے ساتھ مل کر اُسے اُٹھایا اور نوجوان کے گھر کے دروازہ پر رکھ آئیں، جب وہ نوجوان کافی دیر گھر نہ آیا تو اُس کا باپ تلاش میں گھر سے باہر نکلا، دیکھا تو بیٹا بے ہوش پڑا تھا، وہ گھر والوں کی مدد سے اِسے اُٹھا کر گھر لے گیا، کچھ دیر بعد جب اُسے ہوش آیا تو باپ نے پوچھا بیٹا! تیرے ساتھ کیا گزری؟ نوجوان نے سارا واقعہ بیان کیا، باپ نے پوچھا بیٹا اُس وقت تجھے کون سی آیت یاد آگئی تھی؟ اُس نے وہی آیت پڑھی اور بے ہوش ہوگیا، لوگوں نے اِسے ہلایا وہ فوت ہو چکا تھا، گھر والوں نے اِسے غسل دے کر رات ہی کو دفنا دیا، صبح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خبر ہوئی تو آپ اس نوجوان کے والد کے پاس تعزیت کے لئے تشریف لائے اور فرمایا تم نے مجھے رات ہی اطلاع کیوں نہ دی؟ نوجوان کے والد نے عرض کیا حضور رات کا وقت تھا اس لئے اطلاع نہ دی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے اُس کی قبر پر لے چلو، آپ نے اُس نوجوان کی قبر پر کھڑے ہو کر فرمایا اے نوجوان اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اُس کے لئے دو جنتیں ہیں؟ تو اُس نوجوان نے قبر کے اندر سے جواب دیا کہ ہاں مجھے میرے رب نے دو جنتیں

تاریخ دمشق میں ابن عساکر نے عمرو بن جامع بن عمرو بن محمد بن حرب اِبو الحسن الکوفی کے ترجمہ میں اس روایت کو پیش کیا ہے۔ سند میں یحیٰی بن ایوب الخزاعی مجھول ہے جو عمر رضی اللہ عنہ کا دور کسی مجھول سے نقل کر رہا ہے جس کا اس نے نام تک نہیں لیا۔

حیرت ہے کہ اس قسم کی بے سر و پا روایات النجدی لکھتے ہیں اور دو دو عالم تحقیق میں شامل ہونے کے باوجود ایک بار بھی نہیں کہتے کہ یہ منقطع روایت ہے مجہولوں کی روایت کردہ ہے

زبیر علی زئی سے سوال ہوا کہ کیا اکابرین حنابلہ سماع الموتی کا عقیدہ رکھتے تھے ؟ تو ان کو ہمت نہ ہوئی کہ حق کہہ سکیں بلکہ گالیاں دینے پر اتر آئے اور کہا مصادر دیکھیں۔ سائل مصادر دیکھ سکتا تو عالم سے سوال ہی کیوں کرتا ؟ یہ حال ہے دجل و فریب کا

الحدیث: 14 — 22 — آپ کے نام

سوال ۸: کیا امام احمد بن حنبل اور اکابرین حنابلہ سے سماع موتی اور عرض اعمال کا عقیدہ ثابت ہے یا ڈاکٹر عثانی نے مغالطہ دیا ہے؟

جواب، سوال نمبر ۸:

ڈاکٹر مسعود احمد عثانی ایک مشہور کذاب و دجال اور تکفیری و خارجی عقیدے والا آدمی تھا۔ اس نے میرے سامنے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو کافر کہا تھا۔ لہٰذا جب تک اصل کتاب نہ دیکھ لیں ڈاکٹر مسعود کی نقل و روایت کا کوئی اعتبار نہیں۔ اصل مصادر کی طرف خود رجوع کر کے تحقیق کریں یا پھر ہمیں ڈاکٹر مسعود والے حوالے لکھ کر بھیجیں تا کہ ان کی تحقیق کی جا سکے۔

تنبیہ: امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے منسوب کتاب الصلوۃ اور مسدد کے نام خط دونوں باسند صحیح ثابت نہیں ہیں۔ کتاب الصلوۃ کے بارے میں حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''ھو موضوع علی الإمام'' یعنی: وہ موضوع (کتاب) ہے جو امام احمد سے منسوب کردی گئی ہے۔ (سیر اعلام النبلاء ۳۳۰/۱۱) نیز دیکھئے الحدیث: ۵ ص ۲۲

عبد الوہاب کے نزدیک تو مردے سنتے ہی نہیں دیکھتے بھی ہیں

غیر مقلد عالم ابو یحییٰ نور پوری سوال کا جواب دیتے ہیں کہ مردے نہیں دیکھتے[17]

اگر ان کا بولنا دیکھنا دنیا سے تعلق رکھتا ہے تو ان کے پاس رشتہ دار نئے نئے کپڑے پہن کر جائیں ….

عقیدہ صرف سننے کا رکھا جاتا ہے

ابن قیّم کتاب الروح میں لکھتے ہیں

وَالسَّلَف مجمعون على هَذَا وَقد تَوَاتَرَتْ الْآثَار عَنْهُم بِأَن الْمَيِّت يعرف زِيَارَة الْحَيّ لَهُ ويستبشر بِهِ

اور سلف کا اس پر اجماع ہے اور متواتر آثار سے پتا چلتا ہے کہ میّت قبر پر زیارت کے لئے آنے والے کو پہچانتی ہے اور خوش ہوتی ہے

عبد الوہاب النجدی کے پوتے عبد الرحمٰن بن حسن بن محمد بن عبد الوہاب بن سلیمان التمیمی (المتوفی: 1285ہـ) کتاب المطلب الحمید فی بیان مقاصد التوحید میں لکھتے ہیں

ومن قال: أن الميت يسمع ويستجيب فقد كذب على الله وكذب بالصدق إذ جاءه

جس نے کہا کہ میت سنتی ہے اور جواب دیتی ہے اس نے بے شک اللہ پر جھوٹ باندھا اور اس سچ کا انکار کیا جو اس تک آیا

بعض وہابی علماء نے غلط عقائد امام ابن تیمیہ سے حاصل کیے ہیں جن کو اہل حدیث چھپاتے ہیں - ابن ابو العز، حنفی (731-792ھ) لکھتے ہیں

وَكَيْفَ يَتَكَلَّمُ فِي أُصُولِ الدِّينِ مَنْ لَا يَتَلَقَّاهُ مِنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ، وَإِنَّمَا يَتَلَقَّاهُ مِنْ قَوْلِ فُلَانٍ؟! وَإِذَا زَعَمَ أَنَّهُ يَأْخُذُهُ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ لَا يَتَلَقَّى تَفْسِيرَ كِتَابِ اللَّهِ مِنْ أَحَادِيثِ الرَّسُولِ، وَلَا يَنْظُرُ فِيهَا، وَلَا فِيمَا قَالَهُ الصَّحَابَةُ وَالتَّابِعُونَ لَهُمْ بِإِحْسَانٍ، الْمَنْقُولِ إِلَيْنَا عَنِ الثِّقَاتِ النَّقَلَةِ، الَّذِينَ تَخَيَّرَهُمُ النُّقَّادُ، فَإِنَّهُمْ لَمْ يَنْقُلُوا نَظْمَ الْقُرْآنِ وَحْدَهُ، بَلْ نَقَلُوا نَظْمَهُ وَمَعْنَاهُ، وَلَا كَانُوا يَتَعَلَّمُونَ الْقُرْآنَ كَمَا يَتَعَلَّمُ الصِّبْيَانُ، بَلْ يَتَعَلَّمُونَهُ بِمَعَانِيهِ. وَمَنْ لَا يَسْلُكُ سَبِيلَهُمْ فَإِنَّمَا يَتَكَلَّمُ بِرَأْيِهِ، وَمَنْ يَتَكَلَّمُ بِرَأْيِهِ وَمَا يَظُنُّهُ دِينَ اللَّهِ وَلَمْ يَتَلَقَّ ذَلِكَ مِنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ فَهُوَ مَأْثُومٌ وَإِنْ أَصَابَ، وَمَنْ أَخَذَ مِنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ فَهُوَ مَأْجُورٌ وَإِنْ أَخْطَأَ، لَكِنْ إِنْ أَصَابَ يُضَاعَفُ أَجْرُهُ.

وہ شخص اصول دین کے بارے میں کلام کیسے کر سکتا ہے جس نے یہ اصول کتاب و سنت سے اخذ نہ کیے ہوں، بلکہ کسی شخص کے قول سے لیے ہوں ۔اگر وہ قرآنِ کریم سے ان اصولوں کے اخذ کرنے کا دعوی کرتا ہے تو قرآنِ کریم کی تفسیر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے نہیں لیتاوہ نہ احادیث کو دیکھتا ہے،نہ صحابہ و تابعین کے ان اقوال میں غور کرتا ہے جنہیں ہم تک ان ثقہ راویوں نے پہنچایا ہے جن کو نقاد محدثین نے منتخب کیا تھاصحابہ و تابعین (کے اقوال اس لیے ضروری ہیں کہ انہوں) نے صرف قرآنِ کریم کے الفاظ نقل نہیں کیے،بلکہ اس کا معنی بھی نقل کیا ہےوہ قرآنِ کریم کو اس طرح نہیں سیکھتے تھے جس طرح بچے (صرف لفظاً) سیکھتے ہیں،بلکہ وہ قرآنِ کریم کو اس کے معانی سمیت سیکھتے تھےجو شخص ان کے راستے پر نہیں چلے گا،وہ اپنی رائے سے بات کرے گا اور جو شخص اپنی رائے سے بات کرے گا اور اسے اللہ کا دین سمجھے گا،حالانکہ اس نے یہ رائے وحی سے نہیں لی ہو گی،وہ اگر درست فیصلہ بھی کرے گا توگناہگار ہو گااس کے مقابلے میں جو شخص کتاب و سنت سے مسئلہ اخذ

کرے گا،اگرچہ وہ غلطی پر ہو،اسے اجر ملے گا اگر وہ درستی پر ہوا تو اسے دو اجر ملیں گے"

(شرح العقيدة الطحاوية ص : 196,195)

مردے نہیں بولتے پر ابو یحیٰ نور پوری مضمون مردے سنتے ہیں لیکن میں لکھتے ہیں

عہد فاروقی میں ایک نوجوان تھا۔ امیر المؤمنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس سے بہت خوش تھے۔ دن بھر مسجد میں رہتا، بعد عشاء باپ کے پاس جاتا۔ راہ میں ایک عورت کا مکان تھا۔ وہ اس پر عاشق ہو گئی۔ ہمیشہ اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتی مگر جوان نہیں دیکھتا تھا۔ ایک رات قدم نے لغزش کی، ساتھ ہو لیا۔ دروازے تک گیا۔ جب اندر جانا چاہا، اللہ تعالیٰ یاد آیا اور بے ساختہ یہ آیت کریمہ زبان سے نکلی : (إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُم مُّبْصِرُونَ) آیت پڑھتے ہی غش کھا کر گرا۔ عورت نے اپنی کنیز کے ساتھ اٹھا کر اس کے دروازے پر پھینک دیا۔ باپ منتظر تھا۔ آنے میں دیر ہوئی۔ دیکھنے نکلا۔ دروازے پر بے ہوش پڑا پایا۔ گھر والوں کو بلا کر اندر اٹھوایا۔ رات گئے ہوش آئی۔ باپ نے حال پوچھا: کہا: خیریت ہے۔ کہا: بتا دے۔ ناچار قصہ بیان کیا۔ باپ بولا: جان پدر ! وہ آیت کون سی ہے ؟ جوان نے پھر پڑھی۔ پڑھتے ہی غش آیا۔ حرکت دی، مردہ حالت میں پایا۔ رات ہی نہلا کر کفنا کر دفن کر دیا۔ صبح کو امیر المؤمنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے خبر پائی۔ باپ سے تعزیت کی اور خبر نہ دے کی شکایت فرمائی۔ عرض کی : اے امیر المؤمنین ! رات تھی۔ پھر امیر المؤمنین ساتھیوں کو لے کر قبر پر گئے۔ فقال عمر : یا فلان ! ولمن خاف مقام ربه جنتان . فأجابه الفتى من داخل القبر : يا عمر قد إعطانيهما ربي يا عمر ! "سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا : اے فلاں ! جو شخص اپنے رب کے سامنے جوابدہی سے ڈر جائے، اس کے لیے دو جنتیں ہیں۔ نوجوان نے قبر کے اندر سے جواب دیا : اے عمر ! اللہ تعالیٰ نے وہ دونوں جنتیں مجھے عنایت فرما دی ہیں۔ [ذم الهوى لابن الجوزی : 252-253، تاریخ دمشق لابن عساکر : 450/45]

تبصرہ :

☆اس واقعہ کی سند باطل ہے، کیونکہ

س میں یحیٰ بن ایوب غافقی مصری (م 168ھ) کہتے ہیں

سمعت من یذکر انہٗ کان فی زمن عمر . . .

"میں نے ایک بیان کرنے والے کو سنا کہ عہد فاروقی میں۔۔۔"

یوں یہ سند سخت "معضل" ہے۔ نہ جانے وہ قصہ گو کون تھا اور اس نے کہاں سے یہ حکایات سنی تھی ؟

☆ امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ نے ایک قول کی سند بیان کرتے ہوئے کہا

سمعت بعض إصحاب عبد اللہ (ابن المبارک)

"میں نے امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کے ایک شاگرد کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا۔۔۔" [مقدمۃ صحیح مسلم 19]

☆ تو اس پر تبصرہ کرتے ہوئے

☆ حافظ نووی رحمہ اللہ (631-676ھ) کہتے ہیں سمعت بعض إصحاب عبد اللہ، ہذا مجہول، ولا یصح الاحتجاج بہ .

امام اسحاق بن راہویہ کہتے ہیں کہ میں نے امام عبداللہ بن مبارک کے ایک شاگرد کو سنا ہے۔ یہ شاگرد مجہول ہے اور اس سند سے دلیل لینا صحیح نہیں۔" [شرح صحیح مسلم 19]

مبہم اور نامعلوم لوگوں کی روایات پر اپنے عقائد و اعمال کی بنیاد رکھنا جائز نہیں۔

راقم کہتا ہے نور پوری کی بات صحیح ہے ۔افسوس عبد الوہاب النجدی کے نزدیک نورپوری ایک جاہل ہیں

.بیر علی زئی خود یہ عقیدہ رکھتے تھے مردے قبر سے باہر آ کر زندہ سے مدد طلب کر سکتے ہیں۔

سن ۲۰۰۲ میں زبیر علی نے اثبات عذاب قبر از بیہقی کا اردو میں ترجمہ کیا

۲۳۲) ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ ایک دفعہ میں غزوہ ابواء سے واپس لوٹ رہا تھا کہ میں (کچھ) قبروں کے پاس سے گزرا۔ ایک آدمی (اچانک) قبر سے نکل کر میری طرف آیا۔ اسے آگ لگی ہوئی تھی۔ اور اس کی گردن میں ایک زنجیر تھی جسے وہ گھسیٹ رہا تھا اور کہہ رہا تھا: اے عبداللہ! (اللہ کے بندے) مجھے پانی پلاؤ، اللہ تجھے پانی پلائے۔ اللہ کی قسم! مجھے معلوم نہیں کہ اس نے مجھے (پہچان کر) عبداللہ کہا یا ویسے ہی کہہ دیا جیسے ایک آدمی دوسرے آدمی کو: اے اللہ کے بندے! کہہ کر پکارتا ہے۔ اس شخص کے پیچھے ایک کالا شخص نکلا جس کے ہاتھ میں کانٹوں والی ٹہنی تھی اور وہ کہہ رہا تھا: اے عبداللہ! اسے پانی نہ پلانا کیونکہ یہ کافر ہے۔ پھر اس (کالے) شخص نے اسے پکڑ لیا۔ اس کی زنجیر لے کر اس ٹہنی سے اسے مارتا ہوا دوبارہ قبر میں لے گیا۔ میں ان دونوں کی طرف دیکھ رہا تھا حتی کہ وہ قبر میں غائب ہو گئے۔ یہ قصہ ایک دوسری سند سے بھی مروی ہے اور صحیح آثار کافی ہیں۔

۲۳۲) إسناده حسن، كتاب الروح (ص ۹۳، ۹۴) میں اس کے شواہد ہیں۔

تنبیہ: دوسری سند والی روایت معجم ابی یعلی الموصلی (ص ۱۰۴) میں ہے اس میں عمرو بن دینار قہرمان آل زبیر ضعیف ہے۔

اثبات عذاب القبر

تصنیف:

امام ابوبکر احمد بن الحسین البیہقی رحمہ اللہ

ترجمہ و تحقیق:

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

۲۳۸) یزید بن عبداللہ بن الشخیر (تابعی) سے روایت ہے کہ آدمی ایک زمین کے کسی حصے میں چل رہا تھا کہ وہ ایک قبر تک پہنچا تو اس نے قبر والے کو "آہ آہ" کرتے سنا، پھر وہ اس کی قبر پر کھڑے ہو گئے تو کہا: تجھے تیرے عمل نے ذلیل کر دیا اور تو ذلیل ہو گیا۔

ترجمہ ختم (۲۳/ اگست ۲۰۰۲)

الریاض: جزیرۃ العرب

اس میں ان روایات کو حسن قرار دیا جن میں مردے قبر سے باہر آتے ہیں

اسی مضمون میں زبیر نے لکھا ہے

تنبیہ: محدث اگر کسی روایت کی تصحیح یا تحسین کرے (یعنی صحیح یا حسن کہے) تو یہ اس محدث کے نزدیک اس روایت کے راویوں کی توثیق ہوتی ہے۔ حافظ ذہبی فرماتے ہیں کہ: "وصحح حديثه ابن المنذر وابن حزم وغيرهما فذلك توثيق له والله أعلم" اس کی حدیث کو ابن المنذر اور ابن حزم نے صحیح کہا اور یہ اس (راوی) کی توثیق ہے واللہ اعلم (میزان الاعتدال ۵۵۸/۴ ت ۱۰۴۷۸)

البانی ایک روایت کو صحیح کہتے ہیں

حدثنا فهد بن سليمان قال: حدثنا عمرو بن عون الواسطي قال: حدثنا جعفر بن سليمان عن عاصم عن شقيق عن ابن مسعود عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قالأمر بعبد من عباد الله أن يضرب في قبره مائة جلدة، فلم يزل يسأل ويدعو حتى صارت جلدة واحدة، فجلد جلدة واحدة، فامتلأ قبره عليه نارا، فلما ارتفع عنه وأفاق قال: على ما جلدتموني؟ قالوا: إنك صليت صلاة واحدة بغير طهور، ومررت على مظلوم فلم تنصره

السلسلة الأحاديث الصحيحة : ۲۷۷٤ ،

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:
”اللہ ایک بندے کے لیے حکم دیا گیا کہ اسے قبر میں سو کوڑے مارے جائیں تو
وہ (معافی) سوال کرنے لگا اور دعا کرنے لگا۔ حتی کہ ایک کوڑہ رہ گیا حتیٰ کہ ایک
کوڑے (کے علاوہ اسے سب کوڑے معاف کردیے گئے، اس کو ایک کوڑا)
کھانے کی وجہ سے اس کی قبر آگ سے بھر گئی۔ جب یہ سزا ختم ہوگئی اور افاقہ ہوا
تو اس نے فرشتوں سے دریافت کیا کہ تم نے مجھے یہ کوڑا کیوں مارا؟ (یہ معاف
کیوں نہیں ہوا) تو اسے جواب دیا گیا کہ تو نے ایک مرتبہ بغیر وضو کے نماز پڑھی
تھی اور ایک مظلوم کے پاس سے گزرا تھا مگر تو نے (طاقت کے باوجود) اس کی
مدد نہیں کی تھی۔“

یہ کلام المیت مسلسل ہو رہا ہے کہاں گیا استثناء کا دعوی ؟ البانی کے بقول میت کا سننا استثناء ہے لیکن جب چاہے بول سکتی ہے

البانی نے دعوی کیا ہے کہ یہ سند صحیح ہے اس میں ثقات ہیں - راقم کہتا ہے سند میں جعفر بن سلیمان الضبعی شیعہ ہے- امام احمد العلل میں کہتے ہیں

والله ما رضي عوف ببدعة حتى كانت فيه بدعتان: كان قدريًا، وكان شيعيًا. «العلل» (2913) .

عمرو بن عون الواسطی، جعفر کی بدعت سے خوش نہ تھے حتی کہ اس میں دو بدعتیں جمع ہوئیں ایک قدری ہونا اور دوسرے شیعہ ہونا

الکامل میں ابن عدی نے لکھا ہے

كَانَ يَحْيى بْن سَعِيد لا يروي عَن جَعْفَر بْن سُلَيْمَان وَكَانَ يستضعفه

امام یحییٰ بن سعید، جعفر کو ضعیف کہتے اس سے روایت نہ لیتے تھے

امام بخاری نے جعفر کو اپنی کتاب الضعفاء میں شامل کیا ہے

کلام قلیب البدر – معجزہ یا آیت

جنگ بدر کے اختتام پر اپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین مکہ کی لاشیں ایک کنواں میں ڈلوا دیں اور تیسرے روز اپ اس قلیب یا کنواں کی منڈھیر پر آئے اور مشرکین مکہ کو نام بنام پکار کر کہا کہ

کیا تم نے اپنے رب کا وعدہ سچا پایا؟

عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر اصحاب نے کہا اپ گلے ہوئے جسموں سے خطاب کر رہے ہیں

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر کہا یہ اس وقت سن رہے ہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی موقعہ پر ابن عمر رضی اللہ عنہ نے رائے پیش کی کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا اس کی خبر عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہوئی انہوں نے اس کی تاویل کی کہ یہ علم ہونا تھا کہ کفار نے حق جان لیا اور مردے نہیں سنتے

ابن رجب تفسیر میں لکھتے ہیں

قد وافقَ عائشةَ على نفي سماع الموتى كلامَ الأحياءِ طائفة من العلماءِ. ورجَّحَهُ القاضي أبو يعْلى من أصحابِنا، في كتابِ "الجامعِ الكبيرِ" له. واحتجّوا بما احتجتْ به عائشةُ - رضي الله عنها -، وأجابُوا عن حديثِ قليبِ بدرٍ بما أجابتْ به عائشة - رضي الله عنها - وبأنه يجوزُ أن يكونَ ذلك معجزةً مختصةً بالنبيِّ - صلى الله عليه وسلم -

علماء کا ایک گروہ عائشہ سے موافقت کرتا ہے مردوں کے سننے کی نفی پر جب زندہ ان سے کلام کریں – اور اسی کو راجح کیا ہے قاضی ابویعلی ہمارے اصحاب (حنابلہ) میں سے کتاب جامع الکبیر میں اور دلیل لی ہے جس سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے دلیل لی ہے اور اس سے جائز ہے کہ یہ معجزہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر خاص تھا

آیت فَإِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ (52) کی تفسیر محاسن التاؤیل میں محمد جمال الدین بن محمد سعید بن قاسم الحلاق القاسمی (المتوفى: 1332ھ) لکھتے ہیں

وقال ابن الهمام: أكثر مشايخنا على أن الميت لا يسمع استدلالا بهذه الآية ونحوها. ولذا لم يقولوا: بتلقين

القبر. وقالوا: لو حلف لا يكلم فلانا، فكلمه ميتا لا يحنث. وأورد عليهم قوله صلّى الله عليه وسلّم في أهل القليب (ما أنتم بأسمع منهم) وأجيب تارة بأنه روي عن عائشة رضي الله عنهما أنها أنكرته. وأخرى بأنه من خصوصياته صلّى الله عليه وسلّم معجزة له. أو أنه تمثيل

ابن الهمام نے کہا: ہمارے اکثر مشائخ اس آیت سے اور اسی طرح کی دیگر آیات سے استدلال کر کے اس موقف پر ہیں کہ میت نہیں سنتی – اس وجہ سے وہ قبر پر تلقین کے لئے نہیں کہتے - اور کہتے ہیں کہ اگر کوئی قسم لے کہ فلاں سے کلام نہ کروگا پھر اس کی موت کے بعد کلام کر لیا تو قسم نہیں ٹوٹے گی- اور اس پر آیا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول " تم سماع میں ان سے بڑھ کر نہیں" – اور جواب دیا جاتا ہے کہ روایت کیا گیا ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس سماع کا انکار کیا ہے اور دوسرا جواب ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے ان کے لئے معجزہ ہے یا ان کے لئے مثال ہے

کتاب مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح میں علي بن (سلطان) محمد، أبو الحسن نور الدين الملا الهروي القاري (المتوفى: 1014ھ) لکھتے ہیں

ثُمَّ قَالَ وَتَارَةً بِأَنَّ تِلْكَ خُصُوصِيَّةٌ لَهُ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - مُعْجِزَةٌ وَزِيَادَةُ حَسْرَةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ

پھر کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص ہے معجزہ ہے اور کافرین پر حسرت کی زیادتی ہے

معلوم ہوا کہ قلب بدر کے واقعہ کو علماء معجزہ کہتے آئے ہیں اسی چیز کا اعادہ البانی نے بھی کیا ہے کہ یہ معجزہ تھا

لیکن بعض علماء نے یہ عقیدہ اختیار کیا کہ مردہ ہر وقت سنتا ہے جب بھی کوئی اسکو پکارے مثلا ابن تیمیہ و ابن قیم – اور عصر حاضر کے حیات فی القبر کے اقراری غیر مقلدین بھی تدفین کے فورا بعد مردے کے سماع کے قائل ہیں

معجزہ کی سادہ فہم تعریف لغت میں دیکھی جا سکتی ہے اس کے علاوہ اصول کی کتب میں بھی ہے – قرآن وحدیث میں مذکور ایسے واقعات جن کا اللہ کے بنائے ہوئے قوانین کے خلاف صدور ہوا معجزہ یا خرق عادت کہلاتے ہیں، جیسے موسی علیہ السلام کے عصاء کا اژدھا بن جانا، عیسی علیہ السلام کی بغیرباپ کے پیدائش وغیرہ- خرق عربی میں پھٹ جانے کو کہتے ہیں، معجزے میں چونکہ عادی قانون ٹوٹ جاتا ہے اسلئے اسے خرق عادت کہاجاتا ہے-

لیکن ایک صاحب بھنجھلا کر کہتے ہیں

معجزہ -- یا -- خرق عادۃ کی یہی تعریف کسی آیت ، یا حدیث شریف یا کسی صحابی سے ثابت کریں

بہت خوب یعنی مناظرہ بازی کے انجھر پھینکے جا رہے

دیکھتے ہیں معجزہ میں کیا اقوال ہیں ظاہر ہے یہ اصطلاح اصول و علم کلام کی ہے جو قرآن میں نہیں ہے نہ حدیث میں تو پھر ان لوگوں سے عارفانہ کلام کیوں ادا ہو رہا ہے

مجموعۃ الرسائل والمسائل میں ابن تیمیۃ الحرانی (المتوفی : 728ھ) لکھتے ہیں

وإن كان اسم المعجزة يعم كل خارق للعادة في اللغة وعرف الأئمة المتقدمين كالإمام أحمد بن حنبل وغيره - ويسمونها: الآيات - لكن كثير من المتأخرين يفرق في اللفظ بينهما، فيجعل المعجزة للنبي، والكرامة للولي. وجماعهما الأمر الخارق للعادة.

اور اگرچہ معجزہ کا اسم لغت میں عام طور سے خارق عادت کے لئے ہے اور ائمہ متقدمین جیسے امام احمد اور دیگر اس کو جانتے ہیں—اس کو نام دیا ہے آیات کا لیکن متاخرین میں سے اکثر نے ان الفاظ میں فرق کیا ہے تو معجزہ کو کیا نبی کے لئے اور کرامت کو کیا ولی کے لئے اور ان سب کو امر خارق عادت کیا

النبوات از ابن تیمیہ الدمشقی (المتوفى: 728ھ) کے مطابق

ليس في الكتاب والسنة لفظ المعجزة وخرق العادة وليس في الكتاب والسنة تعليق الحكم بهذا الوصف، بل ولا ذكر خرق العادة، ولا لفظ المعجز، وإنّما فيه آيات وبراهين

کتاب و سنت میں معجزہ یا خارق عادت کا لفظ ہی نہیں ہے نہ کتاب و سنت میں اس وصف پر کوئی حکم ہے نہ خرق عادت کا ذکر ہے نہ لفظ معجزہ کا بلکہ اس میں آیات و براہین ہیں

اس کے بعد ابن تیمیہ اپنی مختلف کتب میں معجزہ اور خارق عادت کے لفظ کے بجائے آیات اور براہین کے الفاظ بولنے پر زور دیتے ہیں اور اشاعرہ ، معتزلہ اور امام ابن حزم کے اقوال کا رد کرتے ہیں لب لباب یہ ہے

سلفي	المعتزلة وابن حزم و علماء ظاهر	اشاعره
والشيخ رحمه الله يوضح أن خرق العادة وعدم المعارضة هذا من صفات المعجزة، ليس من حدودها. فالآيات التي أعلم الله بها رسالة رسله، وصدّقهم، لا بُدّ أن تكون مختصةً بهم، مستلزمةً لصدقهم؛ فإنّ الإعلام والإخبار بأنّ هذا رسول، وتصديقه في قوله: إنّ الله أرسلني، لا يُتصوّر أن		المعجزات عند الأشاعرة هي ما تعجز قدرات العباد عنها إنّه إذا لم يقدر على الفعل، فلا بُدّ أن يكون عاجزاً، أو قادراً على ضدّه. أور متأخروا الأشاعرة حذفوا القيد الذي وضعه المتقدمون ولهذا لما رأى المتأخرون ضعف هذا الفرق؛ كأبي المعالي ، والرازي ، والآمدي ، وغيرهم حذفوا هذا القيد أور المعجزة عند الأشاعرة دعوى النبوة وعدم المعارضة وليست الآية بجنسها معجزة النبوات أز ابن تيميه فيُثبتون النبوة بطريق القدرة؛ الذي هو المعجزة، أو بطريق الضرورة، إلا أنّ طريق المعجزة عندهم هي أشهر الطرق. انظر: المواقف للإيجي ص 349، 356، 357. والإرشاد للجويني ص 331. والإنصاف للباقلاني ص 93. والبيان له ص 37-38. وجوزوا أن يأتي غير الأنبياء بمثل ما أتوا به ولو لم يدعوا النبوة، فسووا بين خوارق الأنبياء والأولياء والسحرة

والکہان		يوجد لغير رسول.
متقدمين اشاعرہ کے نزدیک معجزہ وہ چیزیں ہیں جو صرف اللہ کی قدرت سے ممکن ہیں جو انسان نہ کر سکتا ہو	لا يُثبتون النبوة إلا بطريق القدرة؛ الذي هو المعجزة. انظر: شرح الأصول الخمسة للقاضي عبد الجبار المعتزلي ص 585-586. والمحلى لابن حزم 136. والدرة فيما يجب اعتقاده له أيضاً ص 194.	الآيات التي جعلها الله علامات: هي إعلامٌ بالفعل الذي قد يكون أقوى من القول، فلا يُتصوّر أن تكون آيات الرسل إلا دالّة على صدقهم، ومدلولها أنّهم صادقون، لا يجوز أن توجد بدون صدق الرسل البتة.
متاخرین کے نزدیک آیات معجزہ کی جنس سے نہیں ہیں اور ان کا صدور نبی، غیر نبی دونوں سے ممکن ہے جس میں غیر نبی نبوت کا دعوی نہیں کرتا		ابن تیمیہ کے نزدیک کرامات غیر نبی بھی خرق عادت ہیں جن کا صدور ممکن ہے اور ان کو آیات نہیں کہا گیا ہے
خوراق انبیاء اور خوارق اولیاء کا لفظ بولا گیا ہے	إن خرق العادة لا يكون إلا للأنبياء. معتزلہ اور امام ابن حزم کے نزدیک جو خرق عادت بات انبیاء سے صدور ہو وو معجزہ ہے اور غیر نبی سے یہ ممکن نہیں لہذا کرامت کوئی چیز نہیں	اس طرح کو انبیاء کرتے ہیں وہ آیات ہیں اور جو شعبدہ باز ساحر کرتے ہیں وہ معجزہ ہے

ابن تیمیہ کی اصطلاحی تعریف کو قبول کرتے ہوئے عصر حاضر کے وہابی علماء نے کہا ہے
منهاج أهل السنة والجماعة في العقيدة والعمل میں محمد بن صالح بن محمد العثيمين (المتوفى: 1421هـ) قرانی لفظ الآية پر لکھتے ہیں
لأن هذا التعبير القرآني والآية أبلغ من المعجزة لأن الآية معناها العلامة على صدق ما جاء به هذا الرسول، والمعجزة قد تكون على يد مشعوذ أو على يد إنسان قوي يفعل ما يعجز عنه غيره، لكن التعبير بـ "الآية" أبلغ وأدق وهي التعبير القرآني فنسمي المعجزات بالآيات هذا هو الصواب

یہ قرانی تعبیر ہے اور آیت کا لفظ معجزہ سے زیادہ مفہوم والا ہے کیونکہ آیت کا معنی علامت ہے اس سچ پر جو یہ رسول لایا ہے اور معجزہ کسی شعبدہ باز یا انسان کے ہاتھ پر ہوتا ہے جس میں اس کو دوسروں سے بڑھ کر قوت ہوتی ہے کہ دوسرے عجز کا شکار ہوتے ہیں لیکن آیت کی تعبیر ابلغ اور دقیق ہے اور یہ قرانی تعبیر ہے پس ہم معجزات کو آیات کہیں گے جو ٹھیک ہے

شرح العقيدة السفارينية – میں محمد بن صالح بن محمد العثيمين لکھتے ہیں
المعجزات: جمع معجزة، وهي في التعريف أمر خارق للعادة يظهره الله سبحانه وتعالى على يد الرسول شهادة بصدقه، فهو يشهد بصدقه بالفعل وهو إظهار هذه المعجزة.
معجزات: جو معجزہ کی جمع ہے یہ تعریف ہے خرق عادت کام پر جو اللہ تعالی کرتے ہیں رسول کے ہاتھ پر سچ پر بطور شہادت کہ وہ سچائی کو دیکھتا ہے بالفعل اور یہ معجزہ کا اظہار ہے
اصلا ابن تیمیہ اور غیر مقلدین اس گروہ صوفیا میں سے ہیں جو غیر نبی کے ہاتھ پر کرامت مانتے ہیں اور اسی چیز کو اپنی کتابوں میں ابن تیمیہ معجزہ کہتے ہیں – لہذا یہ کھل کر نہیں کہنا چاہتے کہ معجزہ صرف اللہ کا فعل ہے نبی کے ہاتھ پر
ابن تیمیہ سے منسلک لوگوں کے تضادات دیکھیں
ابن تیمیہ کے نزدیک نبی کے ہاتھ پر جو فعل خرق عادت ہوا وہ معجزہ نہیں ہے- جو غیر نبی کرے وہ معجزہ ہے

منهاج أهل السنة والجماعة في العقيدة والعمل میں محمد بن صالح بن محمد العثيمين (المتوفى: 1421هـ)کہتے ہیں: والمعجزة قد تكون على يد مشعوذ أو على يد إنسان قوي يفعل ما يعجز عنه غيره

اور معجزہ وہ ہے جو شعبدہ باز کے ہاتھ پر ہو

اور اہل حدیث مولانا عبد المجید سوہدری کہتے ہیں[18]

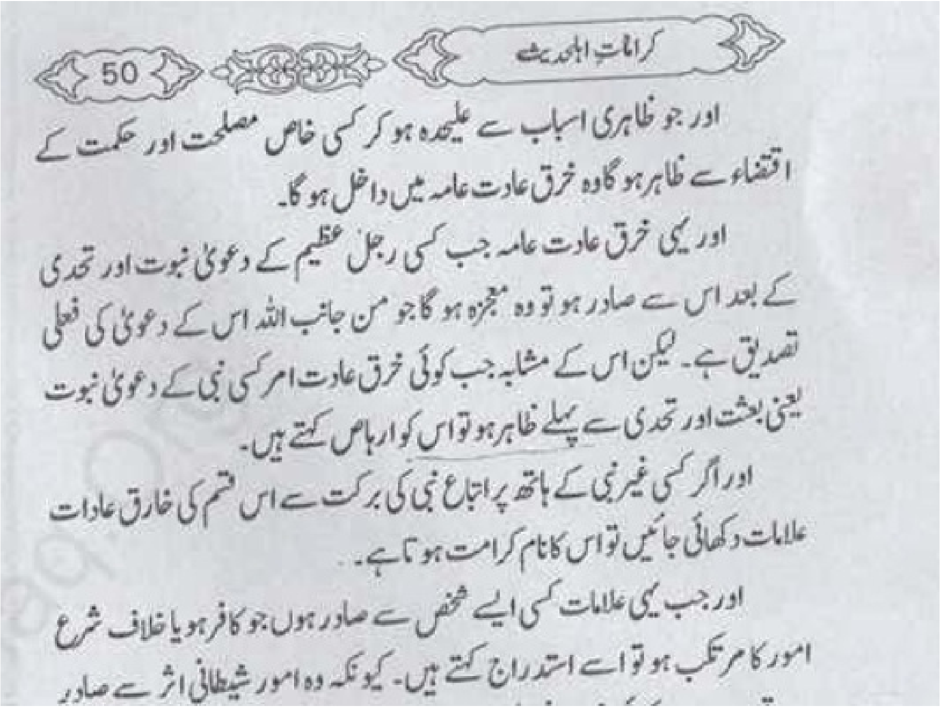

کرامات اہلحدیث 50

اور جو ظاہری اسباب سے علیحدہ ہو کر کسی خاص مصلحت اور حکمت کے اقتضاء سے ظاہر ہو گا وہ خرق عادت عامہ میں داخل ہو گا۔

اور یہی خرق عادت عامہ جب کسی رجل عظیم کے دعوئی نبوت اور تحدی کے بعد اس سے صادر ہو تو وہ معجزہ ہو گا جو من جانب اللہ اس کے دعوئی کی فعلی تصدیق ہے۔ لیکن اس کے مشابہ جب کوئی خرق عادت امر کسی نبی کے دعوئی نبوت یعنی بعثت اور تحدی سے پہلے ظاہر ہو تو اس کو ارہاص کہتے ہیں۔

اور اگر کسی غیرنبی کے ہاتھ پر اتباع نبی کی برکت سے اس قسم کی خارق عادات علامات دکھائی جائیں تو اس کا نام کرامت ہوتا ہے۔

اور جب یہی علامات کسی ایسے شخص سے صادر ہوں جو کافر ہو یا خلاف شرع امور کا مرتکب ہو تو اسے استدراج کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ امور شیطانی اثر سے صادر

اہل حدیث

ترجمہ محمد جوناگڑھی

وَإِذَا لَمْ تَأْتِهِم بِآيَةٍ قَالُواْ لَوْلاَ اجْتَبَيْتَهَا قُلْ إِنَّمَا أَتَّبِعُ مَا يُوحَى إِلَيَّ مِن رَّبِّي هَـذَا بَصَآئِرُ مِن رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ

اور جب آپ کوئی معجزہ ان کے سامنے ظاہر نہیں کرتے تو وہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ یہ معجزہ کیوں نہ لائے؟ آپ فرما دیجئے! کہ میں اس کا اتباع کرتا ہوں جو مجھ پر میرے رب کی طرف سے حکم بھیجا گیا ہے یہ گویا بہت سی دلیلیں ہیں تمہارے رب کی طرف سے اور ہدایت اور رحمت ہے ان لوگوں کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں

7:203

وَإِن كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ إِعْرَاضُهُمْ فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَن تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الأَرْضِ أَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَاءِ فَتَأْتِيَهُم بِآيَةٍ وَلَوْ شَاءَ اللّهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدَى فَلاَ تَكُونَنَّ مِنَ الْجَاهِلِينَ

اور اگر آپ کو ان کا اعراض گراں گزرتا ہے تو اگر آپ کو یہ قدرت ہے کہ زمین میں کوئی سرنگ یا آسمان میں کوئی سیڑھی ڈھونڈ لو پھر کوئیمعجزہ لے آؤ تو کرو اور اگر اللہ کو منظور ہوتا تو ان سب کو راہ راست پر جمع کر دیتا سو آپ نادانوں میں سے نہ ہو جایئے

6:35

قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ إِن نَّحْنُ إِلاَّ بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلَكِنَّ اللّهَ يَمُنُّ عَلَى مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَمَا كَانَ لَنَا أَن نَّأْتِيَكُم بِسُلْطَانٍ إِلاَّ بِإِذْنِ اللّهِ وَعلَى اللّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ

ان کے پیغمبروں نے ان سے کہا کہ یہ تو سچ ہے کہ ہم تم جیسے ہی انسان ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنا فضل کرتا ہے۔ اللہ کے حکم کے بغیر ہماری مجال نہیں کہ ہم کوئی معجزہ تمہیں لا دکھائیں اور ایمان والوں کو صرف اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہیے

14:11

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ مِنْهُم مَّن قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُم مَّن لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَنْ يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ فَإِذَا جَاءَ أَمْرُ اللَّهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُونَ

یقیناً ہم آپ سے پہلے بھی بہت سے رسول بھیج چکے ہیں جن میں سے بعض کے (واقعات) ہم آپ کو بیان کر چکے ہیں اور ان میں سے بعض کے (قصے) تو ہم نے آپ کو بیان ہی نہیں کیے اور کسی رسول کا یہ (مقدور) نہ تھا کہ کوئی معجزہ اللہ کی اجازت کے بغیر لا سکے پھر جس وقت اللہ کا حکم آئے گا حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور اس جگہ اہل باطل خسارے میں رہ جائیں گے

40:78

یہاں یہ اہل حدیث عالم آیات کا ترجمہ معجزہ کرتے ہیں لیکن کچھ اہل حدیث معجزہ لفظ سے ہی الرجک ہیں

غیر مقلد عالم ابو جابر دامانوی نے بھی اپنی کتاب دعوت قرآن کے نام پر قرآن و حدیث سے انحراف میں لکھا کہ قلیب بدر معجزہ تھا

انکار نہیں کر سکتا۔ علی ہذا القیاس اسی طرح قلیب بدر والی خبر بھی سچی ہے اور صحابہ کرام کی ایک جماعت اس کو بیان کرتی ہے اور تمام اہل علم اس کو تسلیم کرتے ہیں اور کسی بھی اہل علم نے اسے قرآن کے خلاف قرار نہیں دیا البتہ بعض یہ تاویل کرتے ہیں کہ یہ واقعہ خرق عادت کے طور پر ہوا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا لیکن انکار آج تک کسی نے نہیں کیا ا بج

لیکن یہی عالم بعد میں کہتے ہیں کہ تمام مردے تدفین پر جوتوں کی چاپ سنتے ہیں تو قلیب بدر معجزہ کیسے ہوا ؟

لہٰذا معجزہ کی تعریف بدلتے رہتے ہیں

جو لوگ معجزہ کی تعریف ہی بدلتے رہتے ہوں ان سے اب کیا توقع کی جائے کہ وہ معجزہ کو معمول بنا دیں گے اور معمول کو معجزہ

بقول حسرت

خرد کا نام جنوں پڑ گیا، جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

عائشہ (رض) اور سماع الموتی پر موقف

کیا مردے سنتے ہیں ؟

اس طرح کے نام کے رسالے بعض علماء چھاپتے ہیں اور عوام کو باور کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ گویا ان کے نزدیک مردے نہیں سنتے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ علماء اس انبوہ میں شامل ہیں جن کے نزدیک نہ صرف مردے سنتے ہیں بلکہ ان کے نزدیک مردے اتنے پاور فل ہیں کہ قبر پر کھڑے لوگوں سے مانوس بھی ہو سکتے ہیں- اس قبیل کے علماء قبر پرستوں کو ان کے عقائد پر سند جواز دیتے ہیں –قبروں پر جانے کا ایک مقصد صاحب قبر کو سنانا ہوتا ہے کہ وہ عرضداشت رب العالمین تک پہنچا دیں گے

اب قرآن میں اگر ہو کہ

إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ سورہ النمل ۸۰ آیت

اے نبی آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ بہروں کو پکار سنا سکتے ہیں جب وہ پلٹ کر جائیں

اسی طرح قرآن میں اگر ہو

وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ إِنَّ اللَّهَ يُسْمِعُ مَنْ يَشَاءُ وَما أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُورِ
فاطر: 22

اور زندہ مردہ برابر نہیں بے شک اللہ جس کو چاہے سنا دے اور آپ جو قبروں میں ہیں ان کو سنانے والے نہیں

ان آیات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا جا رہا ہے کہ آپ کفار کو ایمان کی طرف نہیں لا سکتے یہ سب اللہ کے اختیار میں ہے، تو ان کی جانب سے کہا جاتا ہے اس کا مطلب مجازی لینا ہو گا کہ آپ کفار کو نہیں سنا سکتے لیکن قبر میں پڑے مردوں کو سنا سکتے ہیں- جبکہ یہ قرآن کا اعجاز ہے کہ جب مثال بھی دیتا ہے تو حقیقت بر مبنی ہوتی ہے

ابن الجوزی کتاب السر المصون (بحوالہ الفروع از ابن مفلح) میں کہتے ہیں

الذي يوجبه القرآن والنظر أن الميت لا يسمع ولا يحس قال تعالى وما أنت بمسمع من في القبور سورة فاطر 22 ومعلوم أن آلات الحس قد فقدت

جو چیز قرآن و (نقد و) نظر سے واجب ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ بے شک میت نہ سنتی ہے نہ محسوس کرتی ہے ۔ اللہ تعالی کہتے ہیں اور آپ جو قبروں میں ہیں ان کو نہیں سنا سکتے سورہ فاطر ۲۲ اور یہ معلوم ہے کہ سننے کے آلات (یعنی کان) ضائع ہو چکے ہوتے ہیں

سماع الموتی کی سب سے اہم دلیل، قلیب بدر کے مردوں کا سماع ہے۔ جنگ بدر میں فتح کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ کفار کی لاشیں ایک کنواں میں پھینک دی جائیں تین دن بعد آپ اس مقام پر گئے اور کنواں کے اوپر آپ نے ۲۴ سرداران قریش کو پکارا اس وقت عمر رضی اللہ عنہ نے کہ

يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا تَكَلَّمَ مِنْ أَجْسَادٍ، لَا أَرْوَاحَ لَهَا

یا رسول اللہ آپ ایسے اجسام سے مخاطب ہیں جن میں ارواح نہیں؟

رسول اللہ نے فرمایا

إِنَّهُمْ لَيَسْمَعُونَ مَا أَقُولُ

بے شک یہ سن رہے ہیں جو میں کہہ رہا ہوں

عائشہ رضی اللہ عنہا سماع الموتی کی انکاری تھیں اور کہتیں تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ کہنا کہ یہ سنتے ہیں اصل میں علم ہونا ہے۔ اور ایسا وہ کیوں نہ کہتیں کیونکہ قرآن میں ہے ابراہیم علیہ السلام نے بتوں سے کلام کیا اور کہا تم کھاتے کیوں نہیں ؟ حدیث میں ہے عمر رضی اللہ عنہ نے حجر الاسود سے کلام کیا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی سولی پر لٹکتی لاش سے کلام کیا اور اسماء رضی اللہ عنہا سے کہا صبر کریں بے شک ارواح اللہ کے پاس ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مردہ بیٹے سے کلام کیا

وَاِنَّا بِفِرَا قِکَ یَا ابراهیمُ لَمَحْزُنُون (اے ابراہیم ہم تمہاری جدائی پر غمگین ہیں) (بخاری کتاب الجنائز)۔

اس میں خطاب ایک مرنے والے بچہ سے ہے

فرط جذبات میں مردوں سے زندہ مخاطب ہو سکتا ہے لیکن اس میں اس کا مقصد مردے کو سنانا نہیں ہوتا ۔ امام ابو حنیفہ کہتے تھے کہ اگر کوئی قسم کھا لے کہ میں کسی سے کلام نہ کروں گا اور مرنے کے

بعد اس کے لاشے سے کلام کر بیٹھا تو اس کی قسم نہ ٹوٹے کی

ابن رجب کتاب أهوال القبور میں قبول کرتے ہیں

قال الحافظ ابن رجب: وقد وافق عائشة على نفي سماع الموتى كلام الأحياء طائفة من العلماء

اور عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے موافقت کی ہے بہت سے علماء نے مردوں کے سننے کی نفی میں

واضح رہے کہ اللہ کی قدرت و منشا میں بحث نہیں ہے وہ تو جو چاہے کر سکتا ہے سوال انسانوں کا ہے کہ کیا وہ اپنی بات مردوں کو سنا سکتے ہیں کہ نہیں

قرآن میں ہے

وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُسْمِعُ مَنْ يَشَاءُ ۖ وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُورِ

سورہ فاطر ٢٢

اور زندے اور مردے برابر نہیں ہیں، بے شک اللہ سناتا ہے جسے چاہے اور آپ انہیں ، جو قبروں میں ہیں، سنانے والے نہیں

یعنی انسان قبر والوں کو نہیں سنا سکتا اللہ چاہے تو ایسا ممکن ہے لہذا اسی وجہ سے بعض علماء کے نزدیک قلیب بدر کا واقعہ ایک معجزہ تھا

البانی کتاب آیات البینات از نعمان الوسی کی تعلیق میں کہتے ہیں

قلت : ولذلك أورده الخطيب التبريزي في " باب المعجزات " من " المشكاة "ج 3 رقم 5938

میں کہتا ہوں اسی لئے خطیب التبریزی نے مشکاہ میں اس (قلیب بدر والے واقعہ) کو المعجزات کے باب میں ذکر کیا ہے

سماع الموتی کے دلائل کا تضاد

سماع الموتی کے قائلین کہتے ہیں کہ تمام مردے تدفین کے بعد چاپ سنتے ہیں اس سلسلے میں انبوہ غیر مقلدین کی جانب سے کہا جاتا ہے : " یہ ایک استثناء ہے"- جبکہ یہ استثناء تو تمام مردوں کے لئے بولا جا رہا ہے تو مخصوص کیسے ہوا

ان میں سے بعض لوگوں کی جانب سے کہا جاتا ہے : "جوتیوں کی دھمک سننے سے بات چیت کے سننے کا اثبات غلط ہے" لیکن پھر یہی لوگ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے منسوب وصیت بھی پیش کرتے ہیں جس کے مطابق انہوں نے کہا کہ مجھ کو دفن کرنے کے بعد قبر پر اتنی دیر رہنا جتنی دیر میں اونٹ ذبح کیا جائے تاکہ میں تم لوگوں سے مانوس ہو جاؤں - گویا ان لوگوں کو خود بھی نہیں پتا کہ ان کے اس نام نہاد استثناء میں کیا کیا شامل ہے اور اسکی حدود کیا ہیں

الحلل الإبريزية من التعليقات البازية على صحيح البخاري للإمام: عبد العزيز بن عبد الله بن باز میں وہابی عالم أبي محمد عبد الله بن مانع الروقي لکھتے ہیں

عن عائشة - رضي الله عنها - قالت: إنما قال النبي - صلى الله عليه وسلم -: «إنهم ليعلمون الآن أن ما كنت أقول حق، وقد قال الله تعالى: {إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَى}».

هذا من اجتهادها - رضي الله عنهم -، والصواب ما قاله الصحابة فالصواب: بأسمع، وليس بأعلم، والصواب عند أهل السنة أن الموتى يسمعون

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اب جان گئے ہیں ... اور اللہ تعالی کا قول ہے بے شک آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے – یہ ان کا اجتہاد ہے اللہ ان سے راضی ہو اور ٹھیک وہ ہے جو صحابہ کا ہے پس ٹھیک یہ ہے کہ یہ سننا ہے نہ کہ جاننا اور ٹھیک اہل سنت کے نزدیک ہے کہ مردے سنتے ہیں

الشِنقیطی ایک وہابی عالم تھے ۱۹۷۴ میں وفات ہوئی – ان کی آراء کو الجموع البهية للعقيدة السلفية الَّتِي ذكرهَا الْعَلامَة الشِّنقيطي مُحَمَّد الأمين بن مُحَمَّد الْمُخْتَار الجَكَنِي فِي تَفْسِيره أضواء الْبَيَان میں جمع کیا گیا جس کو أبو المنذر محمود بن محمد بن مصطفى بن عبد اللطيف المنياوي نے جمع کیا ہے اور مكتبة ابن عباس، مصر نے چھاپہ ہے - انہوں نے اپنی ایک تقریر میں مسئلہ سماع الموتی پر جرات دکھائی اور ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے انہوں نے کہا

الشِنقیطی هَل يسمع الْمَوْتَى؟ کیا مردے سنتے ہیں کے سلسلے میں کہتے ہیں

وَأَنَّ قَوْلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا وَمَنْ تَبِعَهَا: إِنَّهُمْ لَا يَسْمَعُونَ، اسْتِدْلَالًا بِقَوْلِهِ تَعَالَى: {إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَى}، وَمَا جَاءَ بِمَعْنَاهَا مِنَ الْآيَاتِ غَلَطٌ مِنْهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، وَمِمَّنْ تبعها.

اور عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کی اتباع کرنے والوں کا قول ہے (مردے) نہیں سنتے ہیں جو انہوں نے اللہ تعالی کے قول إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَى سے استدلال کیا ہے اور جو انہی معنوں پر آیات آئی ہیں یہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی غلطی ہے اور ان کی بھی جنہوں نے ان کی اتباع کی ہے

الشنقيطی سے قبل کچھ یہی انداز ابن تیمیہ کتاب الانتصار للإمام إحمد میں اختیار کیا لکھتے ہیں

إنكار عائشة سماع أهل القليب معذورة فيه لعدم بلوغها النص ، وغيرها لا يكون معذورا مثلها ، لأن هذه المسألة صارت معلومة من الدين بالضرورة

عائشہ کا قلیب بدر کے (مردوں کے) سماع کا انکار کرنے میں معذور ہیں کیونکہ نص ان تک نہیں پہنچی اور دوسرے ان کی طرح معذور نہیں ہیں کیونکہ یہ مسئلہ ضرورت کے تحت دین کی معلومات کی طرح پھیل چکا ہے

وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ

ابو جابر دامانوی دین الخالص میں اکابر پرستی میں مبتلا ہو کر اپنے بت کو بچانے کے لئے لکھتے ہیں

امام ابن تیمیہؒ اس واقعہ پر تبصرہ
کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے قلیب بدر کے کفار کے سماع کا جو انکار کیا
ہے اس میں وہ معذور ہیں کیونکہ وہ اس موقع پر خود موجود نہ تھیں جب کہ حضرت عمرؓ
اور بہت سے صحابہ کرامؓ اس موقع پر موجود تھے اور ان صحابہ کرامؓ نے اس بات کو خود نبی
صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا تھا اور یہ واقعہ قدیم کو ضروریاتِ دین کی طرح معلوم ہو چکا
ہے یعنی جس طرح ضروریاتِ دین کے تمام مسائل احادیث کے ذریعے امت تک پہنچے
ہیں بالکل اس طرح مشہور احادیث کے ذریعے یہ واقعہ بھی امت تک پہنچا ہے۔
اب اس عبارت میں یہ بات کہاں ہے کہ امام ابن تیمیہؒ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو
ضروریاتِ دین سے ناواقف اور عقیدہ کی خرابی میں مبتلا مانتے تھے ؟ تعصب کا
بُرا ہو کہ یہ انسان کو کہاں لاکھڑا کرتا ہے۔ موصوف نے تعصب کی جو پٹی اپنی آنکھوں
پر باندھ رکھی ہے اس کا یہ نتیجہ ہے کہ اب انہیں کچھ سجھائی نہیں دے رہا ہے اور
وہ حق و باطل کی تمیز بھی کھو بیٹھے ہیں اور بے گناہ لوگوں کو اپنے فتوؤں کی تند و
تیز دھار سے گھائل کرتے جا رہے ہیں آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ موصوف نے ایک عام
فہم عبارت کو بھی سمجھنے میں زبردست ٹھوکر کھائی ہے۔

جو چیز دامانوی صاحب کو سمجھ نہیں آئی وہ الشنقیطی صاحب کو آئی اور اس پر ہی ڈاکٹر عثمانی نے جرح کی ہے

فَمَالِ هَٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ حَدِيثًا

غیر مقلد عالم ابو جابر دامانوی نے بھی اپنی کتاب دعوت قرآن کے نام پر قرآن و حدیث سے انحراف میں لکھا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا وہ عقیدہ رکھتی تھیں جو اللہ اور اس کے رسول کے قول سے الگ تھا

ی بیان کی ہے اور جناب عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث کے صحیح بخاری میں الفاظ یہ ہیں۔

انہم الآن یسمعون ما اقول

بے شک وہ میری بات اب سن رہے ہیں) اور طبرانی میں جناب عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: قالوا یارسول اللہ ہل یسمعون ما تقول (صحابہ کرامؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیا یہ سنتے ہیں جو آپ ان سے کہہ رہے ہیں؟) علامہ الھیثمیؒ فرماتے ہیں: رواہ الطبرانی و رجالہ رجال الصحیح۔ ان احادیث سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت یعنی جناب ابوطلحہ انصاریؓ، جناب انس بن مالکؓ، جناب عمر بن الخطابؓ، جناب عبداللہ بن عمرؓ، جناب عبداللہ بن مسعودؓ وغیرہ اس واقعہ کو نقل کرتے ہیں ان صحیح احادیث سے ثابت ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خطاب ان مشرکوں نے سنا تھا۔ اور ڈاکٹر عثمانی نے بھی اس بات کو تسلیم کیا ہے اور جناب قتادہؒ کا قول بھی اس سلسلہ میں انہوں نے پیش کیا ہے۔ اور اس واقعہ کو انہوں نے خرق عادت یعنی معجزہ مانا ہے۔ ڈاکٹر موصوف کی یہ تاویل اپنی جگہ درست ہے کیونکہ امام بخاریؒ نے بھی قتادہؒ کا قول ذکر کر کے اس کے معجزہ ہونے کی تصریح کی ہے۔ البتہ قتادہؒ کے قول کی بنیاد کیا ہے؟ اس کا پتہ نہیں چل سکا۔ لیکن دوسری طرف موصوف نے ان احادیث کو ماننے ہی سے انکار کردیا ہے اور اس سلسلہ میں انہوں نے صرف عائشہؓ کی تاویل کو تسلیم کیا ہے۔ حالانکہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے سامنے کسی صحابی کا اثر کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔

موصوف گویا کہنا چاہتے ہیں کہ قول نبوی سن کر بھی عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو تاویل کی وہ غلط تھی جبکہ ام المومنین رضی اللہ عنہا جو فقہاء مدینہ کی استاد ہیں ان کے فہم پر مبنی اس تاویل پر اعتراض سات صدیوں تک علمائے اسلام نے نہیں کیا یہاں تک کہ ابن تیمیہ کا جنم ہوا

السلام علیک یا اہل القبور

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ وَ اِنَّا اِنْشَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ
تم پر سلامتی ہو اے قوم مومن کے گھر والو! اور انشاء اللہ ہم تم سے ملنے والے ہیں۔
اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَ عَلىٰ اَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُسْلِمِيْنَ
مومن اور مسلمان قبر والو! تم پر سلامتی ہو
وَيَرْحَمُ اللّٰهُ الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنَّا وَالْمُسْتَاخِرِيْنَ
اور ہمارے اگلے پچھلےلوگوں پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔
وَ اِنَّآ اِنْشَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ
انشاء اللہ ہم بھی تمہارے پاس پہنچنے والے ہیں۔
اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَ لَكُمْ اَنْتُمْ
اے قبر والو! تم پر سلامتی ہو اور اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم کو بخش دے
سَلَفُنَا وَ نَحْنُ بِالْاَثَرِ
تم ہم سے پہلے آ گئے ہو ہم تمہارے پیچھے آنے والے ہیں۔

یہ تمام دعائیں مردوں کو دی جاتی ہیں نہ کہ ان سے دعا کروائی یا سفارش کرائی جاتی ہے بعض لوگ جو مردوں کے سننے کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ مردے سے خطاب ہے۔

جب زائر قبر پر گزرتا ہے تو میت سلام کا جواب دیتی ہے؟

ایک روایت بیان کی جاتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص بھی اپنے کسی جاننے والے کی قبر پر گذرتا ہے اور اس کو سلام کرتا ہے وہ (میت) کو پہچان لیتی ہے اور اس کو سلام کا جواب دیتی ہے

اس مقالہ میں اس روایت کی تمام اسناد جمع کی گئی ہیں تاکہ قارئین دیکھ سکیں کہ امت پر کیا ستم ڈھایا گیا ہے

إبي ہريرة رضی اللہ عنہ سے منسوب روایت

اس روایت کو ابن حبان نے المجروحين (2/ 58) میں ،الرازی نے تمام الفوائد (1/ 63)، خطیب البغدادی نے تاریخ بغداد (6/ 137) میں، ابن عساکر نے تاریخ دمشق (10/ 380) ، (27/ 65) میں ، اور ابن الجوزی نے "العلل المتناهية" (2/ 911) میں بیان کیا ہے اور یہ سب اس کو ایک ہی طریق الربیع بن سلیمان المرادی، عن بشر بن بکر، عن عبد الرحمٰن بن زید بن اِسلم، عن ابیہ، عن عطاء بن یسار، عن إبي ہريرة سے روایت کرتے ہیں

الذہبی کتاب سیر إعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۵۹۰ میں لکھتے ہیں

حَدَّثَنَا الرَّبِيْعُ بنُ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنَا بِشْرُ بنُ بَكْرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بنُ زَيْدِ بنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ:قَالَ رَسُوْلُ اللهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ-: (مَا مِنْ رَجُلٍ يُمُرُّ عَلَى قَبْرِ رَجُلٍ كَانَ يَعْرِفُهُ فِي الدُّنْيَا فَيُسَلِّمُ عَلَيْهِ، إِلاَّ عَرَفَهُ، وَرَدَّ عَلَيْهِ السَّلاَمَ) . غَرِيْبٌ وَمَعَ ضَعْفِهِ فَفِيْهِ انقطَاعٌ، مَا عَلِمْنَا زَيْداً سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ

إبي ہُرَیْرَۃَ رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص بھی اپنے کسی جاننے والے کی قبر پر گذرتا ہے اور اس کو سلام کرتا ہے وہ (میت) کو پہچان لیتی ہے اور اس کو

سلام کا جواب دیتی ہے غریب روایت ہے اور ضعیف ہے کیونکہ اس میں انقطاع ہے ہم نہیں جانتے کہ زید نے أَبِي هُرَيْرَةَ سے سنا ھو

ابن جوزی اپنی کتاب العلل المتناهية في الأحاديث الواهية میں جو انہوں نے واہیات احادیث پر لکھی ہے کہتے ہیں

حديث لا يصلح وقد أجمعوا على تضعيف عَبْد الرحمن

حدیث صحیح نہیں ہے اور بے شک عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ کے ضعیف ہونے پر اجماع ہے

ابن القیم کتاب الروح کے مطابق ابن ابی الدنیا کتاب القبور کتاب الْقُبُور بَاب معرفَة الْمَوْتَى بزيارة الْأَحْيَاء میں اس کو ابی هُرَيْرَةَ کا قول کہتے ہیں

حدثنا محمد بن قدامة الجوهري، حدثنا معن بن عيسى القزاز، حدثنا هشام بن سعد، حدثنا زيد بن أسلم، عن أبي هريرة - رضي الله عنه - قال: "إذا مر الرجل بقبر أخيه يعرفه فسلم عليه ردَّ عليه السلام وعرفه، وإذا مرَّ بقبر لا يعرفه فسلم عليه رد عليه السلام

اس کی سند میں ہشام بن سعد ، ضعیف راوی ہے ابن عدی کہتے ہیں مع ضعفه يكتب حديثه

ابن عدی کہتے ہیں ان کے ضعف کے ساتھ روایت لکھ لی جائے جبکہ ابن معین کہتے ہیں كان يحيىٰ القطان لا يحدث عنه یحییٰ القطان اس سے حدیث روایت نہیں کرتے

عائشہ رضی اللہ عنہا سے منسوب روایت

ابن القيم کتاب الروح کے مطابق ابن ابی الدنیا کتاب القبور کتاب الْقُبُور بَاب معرفَة الْمَوْتَى بزيارة الْأَحْيَاء میں عَائِشَة رضی الله تَعَالَى عَنْهَا سے مروی روایت پیش کرتے ہیں

حَدثنَا مُحَمَّد بن عون حَدثنَا يحيى بن يَمَان عَن عبد الله بن سمْعَان عَن زيد بن أسلم عَن عَائِشَة رضى الله تَعَالَى عَنْهَا قَالَت قَالَ رَسُول الله مَا من رجل يزور قبر أَخِيه وَيجْلس عِنْده إِلَّا استأنس بِهِ ورد عَلَيْهِ حَتَّى يقوم

اس کی سند میں عبد الله بن سمعان راوی ہے

العراقی المغني عن حمل الأسفار في الأسفار، في تخريج ما في الإحياء من الأخبار میں اس روایت کو بیان کرنے کے بعد اس راوی کے لئے لکھتے ہیں ولم أقف عَلَى حَالہ میں اس کے حال سے واقف نہ ہو سکا

ابن حجر لسان المیزان میں عبد الله بن سمعان [احتمال إن يكون عبد الله بن زياد بن سمعان] کے ترجمے میں لکھتے ہیں

كره شيخي العراقي في تخريج الإحياء في حديث عائشة: ما من رجل يزور قبر أخيه ويجلس عنده إلا

استأنس به ورد عليه حتى يقوم أخرجه ابن أبي الدنيا في كتاب القبور وفي سنده عبد الله بن سمعان لا أعرف حاله.
قلت: يحرر لاحتمال أن يكون هو المخرج له في بعض الكتب وهو عبد الله بن زياد بن سمعان ينسب إلى جده كثيرا وهو أحد الضعفاء

شیخ العراقی نے الإحیاء کی تخریج میں عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت کر کے اس روایت سے کراہت کی ہے اس کو ابن ابی الدنیا نے کتاب القبور میں عبد اللہ بن سمعان کی سند سے روایت کیا ہے جس کا حال پتا نہیں

میں کہتا ہوں اس کا احتمال ہے کہ ان (ابن ابی الدنیا) کی بعض کتابوں میں یہ عبد اللہ بن زیاد بن سمان اپنے دادا کی طرف منسوب ہے اور کمزورراویوں میں سے ہے ۔

ابن عبّاس رضی اللہ عنہ سے منسوب روایت

ابن عبد البر اس کو کتاب الاستذکار میں روایت کرتے ہیں

قال حدثنا بشر بن بكير عن الأوزاعي عن عطاء عن عبيد بن عمير عن بن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه و سلم ما من أحد مر بقبر أخيه المؤمن كان يعرفه في الدنيا فسلم عليه إلا عرفه ورد عليه السلام

ابن حجر تہذیب التہذیب میں سند کے ایک راوی عبید بن عمیر مولی بن عباس کو مجھول کہتے ہیں .

علامہ الوسی روح المعانی میں لکھتے ہیں

إلا أن الحافظ إبن رجب تعقبه وقال : إنه ضعيف بل منكر

بے شک حافظ ابن رجب نے اس کا تعقب کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ نہ صرف ضعیف بلکہ منکر روایت ہے

سب سے افسوس ناک ابن تیمیہ المتوفی ۷۲۸ھ کا عمل ہے جنہوں نے اس کو کتاب اقتضاء الصراط المستقيم لمخالفة أصحاب الجحيم میں ابن عبد البر کی بنیاد پر صحیح قرار دیا ہے

عصر حاضر کے وہابی عالم محمد صالح المنجد القسم العربي من موقع (الإسلام، سؤال وجواب) میں فتویٰ میں کہتے ہیں

مَا مِن مُسلِمٍ يُمرُّ عَلَى قَبرِ أَخِيهِ كَانَ يَعرِفُهُ فِي الدُّنيَا، فَيُسَلِّمُ عَلَيهِ، إلا رَدَّ اللهُ عَلَيهِ رُوحَهُ حَتَّى يَرُدَّ عَلَيهِ السَّلامَ

فقد بحث أهل العلم عن هذا الحديث المعلق فلم يجدوه مسندا في كتاب ، وكل من يذكره ينقله عن تعليق الحافظ ابن عبد البر ، فهو في الأصل حديث ضعيف

پس بے شک بعض اہل علم اس معلق حدیث پر بحث کی ہے اور یہ سندا کسی کتاب میں نہ مل سکی اور جس کسی نے بھی اس کا تذکرہ کیا ہے اس نے الحافظ ابن عبد البر کی تعلیق کا حوالہ دیا ہے جبکہ اصل میں حدیث ضعیف ہے

الغرض اس روایت کے تمام طرق ضعیف ہیں اور آج ہم ان کو ضعیف قرار نہیں دے رہے بلکہ یہ سب کتابوں میں ہزار سال پہلے سے موجود ہے لیکن اس روایت کو درست قرار دیا گیا اور بد عقیدگی کو پھیلایا گیا

امام احمد کہتے تھے[19]

كان يقول إن الأنبياء أحياء في قبورهم يصلون وأن الميت يعلم بزائره يوم الجمعة بعد طلوع الفجر وقبل طلوع الشمس

بے شک انبیاء قبروں میں زندہ ہیں نماز پڑھتے ہیں اور میت زائر کو پہچانتی ہے جمعہ کے دن، فجر کے بعد سورج طلوع ہونے سے پہلے

بحوالہ کتاب فیہ اعتقاد الإمام إبی عبداللہ احمد بن حنبل –المؤلف : عبد الواحد بن عبد العزیز بن الحارث التمیمی الناشر : دار المعرفة – بیروت

ابن تیمیہ فتوی **الفتاوى الكبرى لابن تيمية ج ٣ ص ٤٢** میں لکھتے ہیں

وَأَمَّا عِلْمُ الْمَيِّتِ بِالْحَيِّ إذَا زَارَهُ، وَسَلَّمَ عَلَيْهِ، فَفِي حَدِيثِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -: «مَا مِنْ أَحَدٍ يَمُرُّ بِقَبْرِ أَخِيهِ الْمُؤْمِنِ كَانَ يَعْرِفُهُ فِي الدُّنْيَا فَيُسَلِّمُ عَلَيْهِ، إلَّا عَرَفَهُ، وَرَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ» . قَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ: ثَبَتَ ذَلِكَ عَنْ النَّبِيِّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - وَصَحَّحَهُ عَبْدُ الْحَقِّ صَاحِبُ الْأَحْكَامِ

اور جہاں تک اس کا تعلق ہے کہ میت زندہ کی زیارت سے کو جانتی ہے اور سلام کرتی ہے تو اس پر ابن عبّاس کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بھی اپنے کسی جاننے والے کی قبر پر گذرتا ہے اور اس کو سلام کرتا ہے وہ (میت) کو پہچان لیتی ہے اور اس کو سلام کا جواب دیتی ہے- ابن مبارک کہتے ہیں یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور اس کو صحیح کہا ہے عبد الحق صاحب الاحکام نے

کتاب المسند فی عذاب القبر از ارشد کمال میں مسئلہ سماع الموتی پر خاور بٹ صاحب لکھتے ہیں

238 المسند في عذاب القبر

دلیل چہارم:

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ آنحضرت ﷺ سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: جو شخص بھی اپنے مؤمن بھائی کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے جس کو وہ دنیا میں پہچانتا تھا جب بھی وہ اسے سلام کہتا ہے تو وہ اس کو پہچان لیتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔ ❶

تجزیہ: ان کے بیان کردہ اصول کے مطابق یہ لوگ عقیدے میں صحیح اخبار آحاد کو حجت تسلیم نہیں کرتے اور کہاں ضعیف اور مردود روایت کو بطور دلیل پیش کر رہے ہیں۔

سرفراز خاں صاحب نے اس روایت کی نسبت کتاب الروح اور الجامع الصغیر کی طرف کی ہے۔ الجامع الصغیر میں یہ روایت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے واسطے سے ہے شیخ البانی اس روایت کی سند پر گفتگو کرتے ہیں جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

افسوس اہل حدیث شیخ ابن تیمیہ کی بد عقیدگی کا ذکر بھول جاتے ہیں اور غریب دیوبندیوں اور بریلویوں کا نام لے لے کر بد عقیدہ بتاتے ہیں .اللہ اس دو رخی سے بچائے

ابن حجر کتاب الإمتاع بالأربعين المتباينة السماع / ويليه إسئلة من خط الشيخ العسقلاني میں لکھتے ہیں

إن الْمَيِّت يعرف من يزوره وَيسمع من يقْرَأ عِنْده إِذْ لَا مَانع من ذَلِك

بے شک میت زیارت کرنے والے کو جانتی ہے اور قرات سنتی ہے اس میں کوئی بات مانع نہیں ہے

الحدیث: 14 | 21 | آپ کے نام

فرقہ مسعودیہ: اکے اعتراضات اوران کے جوابات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترم زبیر علی زئی صاحب! السلام علیکم!

ہمارے علاقے میں تقریبا بیس (۲۰) سال سے ڈاکٹر عثمانی کیماڑی والے کا مرکز ہے۔ جو شخص بھی توحید کی طرف مائل نظر آئے یہ لوگ اسے مسلک اہلحدیث سے متنفر کر کے فرقہ عثمانیہ میں شامل کرنے کے درپے ہوتے ہیں۔ ہمارے بعض احباب بھی اس فرقے میں شامل ہو گئے ہیں۔ براہ مہربانی چند سوالوں کے جوابات عنایت فرمائیں تا کہ ہم اپنے دیگر احباب کو اس فتنے سے بچانے کی سعی کر سکیں جزاک اللہ (خیراً)

سائل نے زبیر علی زئی سے سوال کیا

سوال ۷: کیا مردے پر زندہ کے اعمال پیش ہوتے ہیں جیسا کہ عبداللہ بن رواحہ کے عزیزوں کا واقعہ تفسیر ابن کثیر (جلد ۲/ص ۴۳۹) میں ہے۔ اور کیا مردہ قبر کی زیارت کرنے والے کو پہچانتا ہے (جامع الصغیر ج ۲ ص ۱۵)
عرض اعمال کیلئے دیکھئے حدیث انس بن مالک (مسند احمد ۱۶۴ جلد ۳)

جواب دیا

جواب، سوال نمبر ۷:

مُردے پر زندوں کے اعمال پیش ہونے والی کوئی روایت بھی صحیح نہیں ہے تفسیر ابن کثیر (۳/۴۳۹ تحت آیہ ۵۲، ۵۳ من

الحدیث: 14 | 31 | آپ کے نام

سورۃ الروم) میں عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے اقارب والا واقعہ بے اصل ہے. جو لوگ اسے صحیح سمجھتے ہیں ان پر یہ لازم ہے کہ وہ اس کی پوری سند مع توثیق اسماء الرجال پیش کریں۔

صرف کسی کا حوالہ دے دینا کافی نہیں ہے مثلاً تفسیر ابن کثیر میں عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ سے منسوب بے اصل قصے سے پہلے ابن ابي الدنیا کی کتاب سے منقول ایک روایت کا راوی خالد بن عمرو الاموي: کذاب، منکر الحدیث، متروک الحدیث ہے۔ دیکھئے تھذیب الکمال (۵/۳۹۴، ۳۹۵)

اسی ایک مثال سے ان بے اصل روایات کی حقیقت سمجھ لیں۔ جس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مردہ اپنی قبر کی زیارت کرنے والے کو پہچانتا ہے اسکی راویہ فاطمہ بنت الریان کے حالات نہیں ملے دیکھئے السلسلۃ الضعیفۃ للشیخ الالبانی رحمہ اللہ (۹/۴۷۵ ح ۴۴۹۳) شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس مفہوم کی دیگر روایات پر جرح کر کے یہ فیصلہ کیا ہے کہ یہ روایت "ضعیف" ہے دیکھئے (ص ۴۷۳ تا ص ۴۷۶) آپ کی ذکر کردہ مسند احمد والی روایت (ج ۳ ص ۱۶۴، ۱۶۵ ح ۱۲۷۱۳) بھی "عمن سمع" والے مجہول راوی کی وجہ سے ضعیف ہے۔

یہاں بھی سوال کا پورا جواب نہیں دیا کہ کیا مردہ زیارت کرنے والے کو جانتا ہے ؟ کیونکہ یہ امام ابن قیم کا عقیدہ ہے جو کتاب الروح میں اجماعی عقیدے کے طور پر پیش کیا گیا ہے

ابن قیّم کتاب الروح میں لکھتے ہیں

وَالسَّلَف مجمعون على هَذَا وَقد تَوَاتَرَتْ الْآثَار عَنْهُم بِأَن الْمَيِّت يعرف زِيَارَة الْحَيّ لَهُ ويستبشر بِهِ

اور سلف کا اس پر اجماع ہے اور متواتر آثار سے پتا چلتا ہے کہ میّت قبر پر زیارت کے لئے آنے والے کو پہچانتی ہے اور خوش ہوتی ہے

فتاوى إسلامية لأصحاب الفضيلة العلماء
سماحة الشيخ: عبد العزيز بن عبد الله بن باز (المتوفى: 1420هـ)
فضيلة الشيخ: محمد بن صالح بن محمد العثيمين (المتوفى: 1421هـ)
فضيلة الشيخ: عبد الله بن عبد الرحمن الجبرين (المتوفى: 1430هـ)
إضافة إلى اللجنة الدائمة، وقرارات المجمع الفقهي
المؤلف (جمع وترتيب) : محمد بن عبد العزيز بن عبد الله المسند
الناشر: دار الوطن للنشر، الرياض
الطبعة:
جـ 1: الطبعة الثانية، 1413 هـ
جـ 2: الطبعة الأولى، 1413 هـ
جـ 3: الطبعة الأولى، 1414 هـ - 1994 م
جـ 4:الطبعة الأولى، 1415 هـ
عدد الأجزاء: 4

س هل الميت يسمع السلام والكلام ويشعر بما يُفعل لديه؟

ج هذه مسألة اختلف فيها أهل العلم والسنة قد بينت فيها بعض الأشياء. . فقد صح عن النبي، صلى الله عليه وسلم، ((أن الرجل إذا دفن في قبره وانصرف الناس عنه فإنه يسمع قرع نعالهم)) . . وأخبر الرسول، صلى الله عليه وسلم، أنه ما من مسلم يمر بقبر مسلم فيسلم عليه وهو يعرفه في الدنيا إلا رد الله عليه روحه فرد عليه السلام. . وربما يؤيد هذا أن الرسول عليه الصلاة والسلام كان إذا خرج إلى المقابر قال ((السلام عليكم دار قوم مؤمنين))

وعلى كل تقدير مهما قلنا بأن الميت يسمع فإن الميت لا ينفع غيره ولو سمعه يعني أنه لا يمكن أن ينفعك الميت إذا دعوت الله عند قبره كما أنه لا ينفعك إذا دعوته نفسه. . . ودعاؤك الله عند قبره معتقداً لذلك فرية وبدعة من البدع ودعاؤك إياه شرك أكبر مخرج من الملة.

ابن عثیمین کہتے ہیں کہ حدیث میں آیا ہے کہ کوئی مسلم قبر پر نہیں گزرتا جس میں مسلم ہو

جو اس کو دنیا میں جانتا تھا تو وہ سلام کہتا ہے .... ہم کہتے ہیں اگر میت سنتی ہے لیکن اس کو نفع نہیں ہوتا نہ نفع دے سکتی ہے

ایک دوسرے سوال پر ابن عثیمین کہتے ہیں
وأما كونه يعرف من زاره فقد ورد عن النبي، - صلى الله عليه وسلم -، " أنا من رجل مسلم يسلم على أخيه الذي كان يعرفه في الدنيا إلا رد الله عليه روحه فرد عليه السلام ". وهذا الحديث صححه ابن عبد البر ونقله عنه ابن القيم في كتابه الروح وأقره.
حدیث آئی ہے أنا من رجل مسلم يسلم على أخيه الذي كان يعرفه في الدنيا إلا رد الله عليه روحه فرد عليه السلام - اس کو ابن عبد البر نے صحیح کہا ہے اور ابن قیم نے کتاب الروح میں نقل کیا ہے اور اقرار صحیح کیا ہے

أحمد بن محمد بن علي بن حجر الهيتمي السعدي الأنصاري، شهاب الدين شيخ الإسلام، أبو العباس (المتوفى: 974هـ) الفتاوى الفقهية الكبرى میں کہتے ہیں
(وَسُئِلَ) نَفَعَ اللَّهُ بِهِ هَلْ يَعْلَمُ الْأَمْوَاتُ بِزِيَارَةِ الْأَحْيَاءِ وَبِمَا هُمْ فِيهِ؟
(فَأَجَابَ) بِقَوْلِهِ نَعَمْ يَعْلَمُونَ بِذَلِكَ مِنْ غَيْرِ تَقْيِيدٍ بِزَمَانٍ خِلَافًا لِمَنْ قَيَّدَ كَمَا أَفَادَهُ حَدِيثُ ابْنِ أَبِي الدُّنْيَا «مَا مِنْ رَجُلٍ يَزُورُ قَبْرَ أَخِيهِ وَيَجْلِسُ عَلَيْهِ إلَّا اسْتَأْنَسَ وَرَدَّ حَتَّى يَقُومَ» وَصَحَّ حَدِيثُ «مَا مِنْ أَحَدٍ يَمُرُّ بِقَبْرِ أَخِيهِ الْمُؤْمِنِ كَانَ يَعْرِفُهُ فِي الدُّنْيَا فَيُسَلِّمُ عَلَيْهِ إلَّا عَرَفَهُ وَرَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ»
سوال کیا گیا : کیا مردے زیارت کرنے والے زندوں کو جانتا ہے ؟
جواب جی ہاں - ... حدیث ابن ابی الدنیا میں ہے کہ جب کوئی شخص اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کرتا ہے اور وہاں بیٹھتا ہے تو میت مانوس ہوتی ہے اور یہ زائر کھڑا نہیں ہوتا الا یہ کہ میت سلام کرتی ہے اور صحیح حدیث میں ہے کوئی قبر پر نہیں گزرتا جو سلام کرے اور جواب نہ دیا جائے

وہابی کہتے ہیں میت جانتی ہے جو قبر پر آئے، صالح المنجد کا فتوی ہے
https://islamqa.info/ar/111939

جبکہ وہابی مفتی بن باز کہتے ہیں مردہ زائر کو پہچانتا ہے معلوم نہیں ہے
http://www.binbaz.org.sa/fatawa/4813
وأما كونه يشعر أو لا يشرع هذا يحتاج إلى دليل واضح – والله أعلم سبحانه وتعالى
جہاں تک یہ ہے کہ مردہ کو شعور ہے زائر کا تو یہ اس پر واضح دلیل نہیں ہے و الله اعلم

اہل حدیث میں سے ایک مولوی سوال (کیا مردے، زندہ زائرین کو دیکھتے ہیں ؟) پر کہتا ہے
یہ صرف سلام کے ساتھ مخصوص ہے

http://www.urdufatwa.com/index.php?/Knowledgebase/Article/View/11447/753/44

سلف کے ائمہ میں ابن قیم ، ان تیمیہ ، العزّ بن عبد السّلام، ابن عبد البر ، سیوطی وغیرہ یہ سب قائل ہیں کہ مردہ زائر کو پہچانتا ہے اسی بنا پر سلام کا جواب دیتا ہے

البتہ ابن قیم کتاب زاد المعاد في هدي خير العباد میں کہتے ہیں
الْحَادِيَةُ وَالثَّلَاثُونَ: إِنَّ الْمَوْتَى تَدْنُو أَرْوَاحُهُمْ مِنْ قُبُورِهِمْ، وَتُوَافِيهَا فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ، فَيَعْرِفُونَ زُوَّارَهُمْ وَمَنْ يَمُرُّ بِهِمْ، وَيُسَلِّمُ عَلَيْهِمْ، وَيَلْقَاهُمْ فِي ذَلِكَ الْيَوْمِ أَكْثَرَ مِنْ مَعْرِفَتِهِمْ بِهِمْ فِي غَيْرِهِ مِنَ الْأَيَّامِ، فَهُوَ يَوْمٌ تَلْتَقِي فِيهِ الْأَحْيَاءُ وَالْأَمْوَاتُ، فَإِذَا قَامَتْ فِيهِ السَّاعَةُ الْتَقَى الْأَوَّلُونَ وَالْآخِرُونَ، وَأَهْلُ الْأَرْضِ وَأَهْلُ السَّمَاءِ، وَالرَّبُّ وَالْعَبْدُ، وَالْعَامِلُ وَعَمَلُهُ، وَالْمَظْلُومُ وَظَالِمُهُ، وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ، وَلَمْ تَلْتَقِيَا قَبْلَ ذَلِكَ قَطُّ، وَهُوَ يَوْمُ الْجَمْعِ وَاللِّقَاءِ، وَلِهَذَا يَلْتَقِي النَّاسُ فِيهِ فِي الدُّنْيَا أَكْثَرَ مِنِ الْتِقَائِهِمْ فِي غَيْرِهِ، فَهُوَ يَوْمُ التَّلَاقِ. قَالَ أبو التياح يزيد بن حميد: كَانَ مُطَرِّفُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ يُبَادِرُ فَيَدْخُلُ كُلَّ جُمُعَةٍ، فَأَدْلَجَ حَتَّى إِذَا كَانَ عِنْدَ الْمَقَابِرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، قَالَ: فَرَأَيْتُ صَاحِبَ كُلِّ قَبْرٍ جَالِسًا عَلَى قَبْرِهِ، فَقَالُوا: هَذَا مطرف يَأْتِي الْجُمُعَةَ، قَالَ: فَقُلْتُ لَهُمْ، وَتَعْلَمُونَ عِنْدَكُمُ الْجُمُعَةَ؟ قَالُوا: نَعَمْ، وَنَعْلَمُ مَا تَقُولُ فِيهِ الطَّيْرُ، قُلْتُ: وَمَا تَقُولُ فِيهِ الطَّيْرُ؟ قَالُوا: تَقُولُ رَبِّ سَلِّمْ سَلِّمْ يَوْمٌ صَالِحٌ.
جمعہ کے دن مردوں کی روحیں قبروں کے قریب آتی ہیں اور اپنے زائرین کو پہچانتی ہیں اور جو ان پر گزریں ان کو بھی اور دیگر ایام کی بنسبت اس دن میں ان کی معرفت زیادہ ہوتی ہے ‘اس دن میں زندہ لوگ مردوں سے ملاقات کرتے ہیں پھر کہا کہ ابو لتیاح لاحق بن حمید نے کہا کہ مطرف بن عبداللہ بدر میں تھے جب جمعہ آتا تو اندھیرے میں نکل پڑتے یہاں تک جمعہ کے دن چڑھے قبرستان پہنچ جاتے وہ کہتے ہیں کہ میں نے ہر قبر والے کو اپنی قبر پر بیٹھے دیکھا لوگ (یعنی مردے ایک دوسرے سے) کہتے ہیں کہ یہ مطرف ہے جو جمعہ کو آتا ہے ۔وہ کہتے ہیں کہ میں نے ان سے کہا تم جمعہ کو جانتے ہو انہوں نے کہا ہاں اور ہم (مردے یہ بھی) جانتے ہیں اس دن پرندے کیا کہتے ہیں میں نے کہا پرندے اس دن کیا کہتے ہیں تو انہوں نے (یعنی مردوں نے) کہا پرندے کہتے ہیں :یہ اچھا دن ہے یا اللہ بچا یا اللہ بچا

میت کا سننا برزخ میں ہے؟

قرآن کا حدیث میں واضح اشارات موجود ہیں کہ میت کی روح اور جسم لا تعلق ہوتے ہیں۔ ان کو ایک دوسرے کی خبر نہیں ہوتی نہ ہی روحیں اپس میں ملتی و ملاقات کرتی ہیں۔ غیر مقلدین جن کا عقائد میں ارتقاء جاری و ساری ہے ان کی کتب میں برزخ کے حوالے سے پچھلے چند سالوں میں اس قدر متضاد بیانات سامنے آئے ہیں کہ عقل سلیم سے بہرور لوگ مجبور ہیں کہ ان کے اس تضاد کو کشف از بام کریں۔ محب الراشدی اپنے فتوی میں لکھتے ہیں

انسان اور روح

سوال: انسان کے ساتھ ارواح کا تعلق کس طرح ہے اس کے متعلق بحث کریں اور ہم کو حقیقت سے آگاہ فرمائیں؟

الجواب بعون الوهاب: انسانی روح اس طرح ہے جس طرح انسانی جسم کپڑوں میں۔ جس طرح کپڑے انسانی جسم کے اوپر پہنے ہوئے ہوتے ہیں اسی طرح سمجھیں کہ یہ خاکی جسم روح کے اوپر اس طرح ڈھانپا ہوا ہے اور اس روح کو بھی اس ظاہری جسم کے موافق صورت ملی ہوئی ہے یعنی روح محض ہوا نہیں ہے بلکہ ایک لطیف وباریک صورت والی چیز ہے اس پر دلیل یہ ہے کہ قرآن واحادیث میں وارد ہے کہ فرشتے انسانی روح قبض کر کے جنت یا جہنم کے کفن میں اس کو لپیٹتے ہیں اگر روح کوئی چیز نہ ہوتی تو اس کو جنتی یا جہنمی لباس میں ڈھانپنے کا کیا مطلب؟ اس کے بعد حدیث میں ہے کہ انسانی نظر اس وقت اپنے روح کا

تعاقب کرتی ہے اگر روح کوئی محسوس چیز نہ ہوتی تو انسانی نظر آخر کس چیز کا تعاقب کرتی ہے؟ اس کے بعد احادیث میں ہے وہ روح عالم برزخ میں پہلے والوں سے ملتی ہے، پہلے والے انسان نو وارد روح سے دنیا والوں کا حال احوال پوچھتے ہیں۔ اگر روح کو کوئی صورت نہ ہوتی تو آخر پہلے پہنچے ہوئے انسان اس تازہ روح کو کس طرح پہچانتے ہیں اور یہ نو وارد روح ان کو کس طرح پہچانتی ہے کہ یہ میرے فلاں عزیز یا دوست ہیں؟ ضرور ان ارواح کو کوئی جانی پہچانی صورت ملی ہوئی ہے جس کو دیکھ کر وہ ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں اور حال احوال کرتے ہیں۔ شہیدوں کے لیے تو حدیث میں آتا ہے کہ ان کو سبز پرندوں کی صورت میں جنت میں رکھا گیا ہے جہاں وہ اللہ کا دیا ہوا رزق حاصل کر رہے ہیں بس آپ کے سوال کا جواب اسی میں ہے۔ یعنی انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام مبارک تو اپنی اپنی قبروں میں مدفون ہیں لیکن ان کے پاک اور طیبہ ارواح کو ضرور کوئی نہ کوئی صورت ملی ہوئی ہوگی اور وہ ارواح طیبہ آسمانوں پر اپنے اپنے مقام پر ان صورتوں میں موجود ہیں لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات بھی ان کو دی ہوئی صورتوں کے ساتھ ہوئی سوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے، کیونکہ وہ وہاں پر اپنے جسم اطہر کے ساتھ موجود تھے پھر جس طرح دوسرے مسلمانوں کی ارواح مرنے کے بعد آپس میں ملتے ہیں اور حال احوال لیتے ہیں اس طرح اگرچہ کسی بھی انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ ملاقات ہوئی اور ان کے ساتھ گفتگو ہوئی جب کہ عام مومنوں کے ارواح کی بھی یہی حالت ہے کہ وہ ایک دوسرے سے ملتے ہیں اور حال احوال لیتے ہیں۔ تو انبیاء کی ارواح کو بوجہ اتم واعلیٰ یہ سعادت اور صورت حال حاصل ہے لہٰذا ان کی اس ملاقات وگفتگو میں نہ کوئی بُعد ہے نہ استحال نہ عجب اور نہ ہی کوئی غرابت اور ویسے بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی قدرت کے آگے اس کے بارے میں تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا رب کریم سب کچھ کر سکتا ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

بعینہ اسی طرح ان انبیاء کرام علیہم السلام کی ارواح بیت المقدس میں لائی گئیں اور ان تمام ارواح نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کی۔ (جس طرح احادیث میں وارد ہے)

هذا ما عندي والله اعلم بالصواب

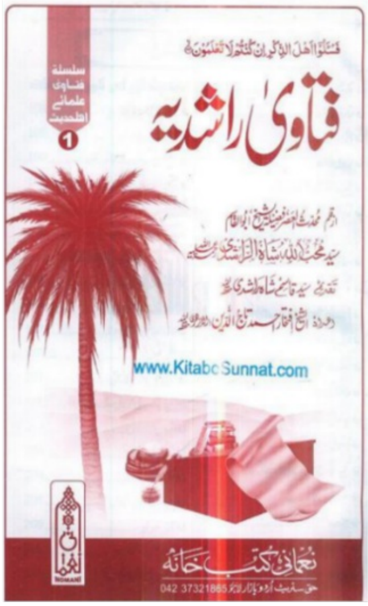

اس فتوی میں ظاہر ہے کہ مرنے والوں کی روحیں نکال کر برزخ لے جائی گئیں جہاں ان کی ملاقات پہلے

مر جائے والوں کی ارواح سے ہوا۔ برزخ کا یہ مفھوم کہ یہ عالم ارواح ہے یا عالم بالا ہے سب کے ذہن میں ہے۔ اس سلسلے میں ایک منکر شیخ ارشد کمال ، کمال دکھاتے ہیں ایک طرف تو صریحا برزخ کا بطور عالم انکار کرتے ہیں اس پر کتاب عذاب قبر میں ایک فلسفہ جھاڑتے ہیں

برزخ کے متعلق چند ضروری باتیں

❀...... برزخ مردہ انسان کے لیے ظرف زمان ہے، مرنے کے بعد انسان عالم برزخ میں چلا جاتا ہے، جو مردہ چارپائی پر پڑا ہو وہ بھی عالم برزخ میں داخل ہو چکا ہے، اور جس کو لوگ کندھوں پر اٹھائے ہوئے ہوتے ہیں، وہ بھی عالم برزخ میں ہی ہے، اور جس کو قبر میں دفن کر دیا گیا ہو، وہ بھی برزخ میں ہے۔ الغرض مردہ جہاں ہے اور جس حالت میں ہے، وہ عالم برزخ ہی میں ہے، کیوں کہ موت کے وقت سے اس کا عالم (زمانہ) تبدیل ہو گیا ہے۔ پہلے وہ عالم دنیا میں تھا اور اب عالم برزخ میں داخل ہو گیا ہے، اگرچہ وہ وہیں چارپائی پر ہی کیوں نہ پڑا ہوا ہو۔

❀...... وقت اور زمانے کی تبدیلی کے لیے جگہ کی تبدیلی ضروری نہیں ہوتی۔ مثلاً آپ نے عصر کی نماز مسجد میں ادا کی اور پھر آپ اسی مسجد میں اور اسی مصلّی پر بیٹھ گئے، حتی کہ سورج غروب ہو گیا اور مغرب ہو گئی، تو آپ وہاں بیٹھے ہوئے ہی رات میں داخل ہو گئے ہیں، حالاں کہ اسی جگہ بیٹھے ہیں، آپ کا مکان تبدیل نہیں ہوا، لیکن زمانہ تبدیل ہو گیا، عصر کے وقت آپ دن میں تھے اور مغرب کے وقت آپ رات میں چلے گئے۔ اسی طرح مرنے سے پہلے آدمی عالم دنیا میں ہوتا ہے اور مرنے کے بعد عالم برزخ میں چلا جاتا ہے، خواہ چارپائی پر ہی کیوں نہ پڑا ہو، یا جہاں بھی ہو، کیوں کہ اب اس کا زمانہ تبدیل ہو چکا ہے۔

❀...... مرنے کے بعد عالم برزخ میں میت کے ساتھ ہونے والی کاروائی کو عذاب قبر اس لیے کہتے ہیں کہ مردوں کا قبروں میں دفن ہونا اغلب و اکثر ہے، جیسا کہ گزشتہ صفحات میں امام جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ کی عبارت میں گزر چکا ہے۔

❀...... عالم برزخ عالم دنیا سے بالکل مختلف ہے، نہ وہاں کی راحت ولذت اس دنیا کی راحت ولذت جیسی، اور نہ ہی رنج والم اس فانی دنیا جیسا ہوگا۔

لیکن پھر چونکہ ذہین میں ہے کہ برزخ کے مفھوم میں گھپلا کیا ہے لہذا ان کا قلم چوک گیا اور الٹا المسند فی عذاب القبر میں لکھ گئے

کیا عالم برزخ میں روحوں کو نئے اجسام ملتے ہیں؟

بعض لوگ کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد روح کو ایک نیا برزخی جسم ملتا ہے اور یہی وہ جسم ہے جو قیامت تک راحت ولذت کے تمام مراحل سے گزرتا ہے۔ روح کو ملنے والا یہ نیا

جب آپ برزخ کو کوئی مقام مانتے ہی نہیں تو اس پر یہ عنوان قائم کرنا نری حماقت ہے۔ موصوف کے بقول جو بھی عالم برزخ میں ہے وہ غیب میں ہے اس کو ہم نہیں جان سکتے۔ قارئیں اپ دیکھ سکتے

ہیں فرقہ غیر مقلدین کسی دور میں عقیدہ میں ایک بات لکھتے ہیں اور پھر مل کر اس عقیدہ کو بدل دیتے ہیں ایسا تبھی ہوتا ہے جب عقیدہ بدلتی رتوں پر مبنی ہو نہ کہ قرآن پر

وهو الله في السماوات وفي الأرض يعلم سركم وجهركم ويعلم ما تكسبون

قبر پرست آیت پیش کرتے ہیں

ولو ترى إذ الظالمون في غمرات الموت والملائكة باسطوا أيديهم الأنعام : 93

اور اگر تم ظالموں کو دیکھو موت کے سکرات میں جب فرشتے ہاتھ بھیلائے ہوں

اس سے دلیل لیتے ہیں کہ فرشتے ہر ظالم کو مارتے ہیں- راقم کہتا ہے سورت الأنعام کی بعض آیات مکی اور بعض مدنی ہیں اور اس سورت میں قبض روح کے وقت فرشتوں کا ضرب لگانے کا ذکر نہیں ، فرشتوں کے ہاتھ بھیلانے کا ذکر ہے- یہ تمام سکرات کا وقت ہے دلیل غمرات الموت کے الفاظ ہیں - تفسیر طبری میں ہے

حَدَّثَنِي الْمُثَنَّى، قَالَ: ثنا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ صَالِحٍ، قَالَ: ثني مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَوْلُهُ: {وَلَوْ تَرَى إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُو أَيْدِيهِمْ} قَالَ: " هَذَا عِنْدَ الْمَوْتِ وَالْبَسْطُ: الضَّرْبُ، يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ "

ابن عباس سے منسوب ہے کہ فرشتوں کا ہاتھ پھیلانا مارنے کے لئے ہے

عَلِيّ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ کا سماع ابن عباس سے ثابت نہیں ہے

حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سَعْدٍ، قَالَ: ثني أَبِي قَالَ: ثني عَمِّي: قَالَ: ثني أَبِي، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَوْلُهُ: {وَلَوْ تَرَى إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُو أَيْدِيهِمْ} يَقُولُ: «الْمَلَائِكَةُ بَاسِطُو أَيْدِيهِمْ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ. وَالظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ، وَمَلَكُ الْمَوْتِ يَتَوَفَّاهُمْ»

یہ سند سخت مجروح ہے - اس میں عطیہ عوفی ہے

تفسیر ابن ابی حاتم میں ہے

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ ثنا أَبُو الأَصْبَغِ عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ يَحْيَى، ثنا عَتَّابٌ عَنْ خُصَيْفٍ عَنْ مِقْسَمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: آيَتَانِ يُبَشَّرُ بِهِمَا الْكَافِرُ عِنْدَ مَوْتِهِ: وَلَوْ تَرَى إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلائِكَةُ باسطوا أَيْدِيهِمْ إِلَى قَوْلِهِ: بِمَا كُنْتُمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ آيَاتِهِ تَسْتَكْبِرُونَ قَالَ: فَهَاتَانِ آيَتَانِ يُبَشَّرُ بِهِمَا الْكَافِرُ فِي الدُّنْيَا.

یہ سند سخت ضعیف ہے ضحاک کے قول کا مصدر معلوم نہیں خُصَيْفٍ ضعیف ہے
لہٰذا اس آیت کی تفسیر میں مصدقہ خبر نہیں ہے کہ یہ ہاتھ پھیلانا ضرب لگانے کے لئے ہوتا ہے

قرآن میں موجود ہے انسان بھی جب قتل کرتا ہے تو ہاتھ بسط کرتا ہے ہاتھ بڑھاتا ہے۔
لئن **بسطت** إلي يدك لتقتلني ما أنا بباسط **يدي** إليك لأقتلك إني أخاف الله رب العالمين
اگر تو نے اپنا ہاتھ پڑھایا کہ مجھ کو قتل کرے تو میں اپنا ہاتھ نہیں بڑھاوں گا کہ تجھ کو قتل کروں میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں
یعنی بسط ید سے مراد جان سے مارنے یا قتل کرنے کا ذکر ہے۔ فرشتوں کا ہاتھ بڑھانا بھی ان کا جان لینا ہے باقاعدہ ضرب لگا کر انسان کو قتل کرنا مراد نہیں ہے
قبر پرست کہتے ہیں کہ ہر مرنے والے کافر کو فرشتے مارتے ہیں

سورہ الانفعال میں ہے
إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَائِكَةِ أَنِّي مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِينَ آمَنُوا سَأُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ وَاضْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ
اور جب اللہ نے فرشتوں کو الوحی کیا میں ان کے دلوں میں رعب ڈال رہا ہوں پس ان کی گردن کے اوپر ضرب لگاو اور ہر جوڑ پر
سورہ انفال کی یہ آیت پیش کی جاتی ہے کہ روح نکالتے وقت فرشتے انسان کو منہ اور پیٹھ پر مارتے ہیں لیکن ہمیں دکھائی نہیں دیتا اسی طرح میت کو عذاب ہوتا ہے ہمیں دکھائی نہیں دیتا۔ راقم کہتا ہے اول تو اس قول میں موجود ہے کہ جسد عنصری کو فرشتے مارتے ہیں جب اس میں روح موجود ہوتی ہے قبض نہیں ہوئی ہوتی تو یہ عذاب قبر کی دلیل نہیں بنتی

فَكَيْفَ إِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ - سورہ محمد ٢٧
اور کیا ہو گا جب فرشتے ان کو قبض کریں گے ان کے چہروں کو ماریں گے اور کمر پر میں

گے

یہ جنگ بدر کا منظر ہے- سورت محمد کی کچھ آیات جنگ بدر سے قبل نازل ہوئی ہیں اور کچھ بعد میں اس کو سورت القتال بھی کہتے ہیں- راقم کہتا ہے آیات میں بسا اوقات خصوص بھی ہوتا ہے - یہ آیات جنگ بدر اور احد میں فرشتوں کے ساتھ مخصوص ہیں کیونکہ جنگ بدر و احد میں فرشتے اترے انہوں نے قتال کیا کفار کو ضرب لگائی اور قتل کیا- سورہ محمد میں ایک طرح خبر دی گئی ہے کہ فرشتے کفار کو قتل کریں گے ان کو ضرب لگائیں گے اور سورہ انفعال میں خبر دی گئی کہ اب موقعہ آ گیا ہے جب فرشتے اتریں گے ضرب لگائیں گے-

فرقہ پرستوں کے مطابق فرشتے مرنے والے کو مارتے ہیں اور فرقہ پرست اس کو عذاب قبر قرار دیتے ہیں جبکہ فرقہ پرستوں کے مطابق قبر آخرت کی پہلی منزل ہے تو یہ عذاب قبر کس طرح کہلایا جا سکتا ہے جبکہ مرنے والا دفن بھی نہیں ہوا بلکہ ابھی مرا بھی نہیں - ان کے مطابق عذاب قبر کو مطلب ہے وہ عذاب جو قبر میں ہو اور یہاں مارنے کی خبر اس وقت کی ہے انسان دفن بھی نہیں ہوا

دوم جنگ بدر و احد میں جب فرشتے اترے اس کو غیب میں بھی نہیں رکھا گیا تھا - عمامہ پہنے فرشتوں کو اصحاب رسول کے حلیہ میں لڑتے ہوئے نوٹ کیا گیا ـ یعنی فرشتوں کی آمد کو اللہ تعالی نے مکمل غیب میں نہیں رکھا اس کو اصحاب رسول پر کشف کر دیا گیا تاکہ وہ سچ کے گواہ بن سکیں

ـ

مصری مفکر رشید رضا نے تفسیر منار میں لکھا کہ اللہ تعالی نے کوئی فرشتے قتال کے لئے نہیں نازل کیے تھے اور اس کو روایات کا شاخسانہ قرار دیا لکھا

كَفَانَا اللهُ شَرَّ هَذِهِ الرِّوَايَاتِ الْبَاطِلَةِ الَّتِي شَوَّهَتِ التَّفْسِيرَ وَقَلَبَتِ الْحَقَائِقَ، حَتَّى إِنَّهَا خَالَفَتْ نَصَّ الْقُرْآنِ نَفْسَهُ

اللہ ہمارے لئے کافی کہ ان باطل روایات کے شر سے محفوظ کرے جو تفسیر میں چلی ہیں اور حقائق کو

بدل دیتی ہیں یہاں تک کہ نص قرآن کی بھی مخالف ہیں -

اس طرح دعوی کیا کہ فرشتے جنگ بدر میں نازل نہ ہوئے نہ کسی نے دیکھے- رشید رضا نے لکھا

وَابْنُ عَبَّاسٍ لَمْ يَحْضُرْ غَزْوَةَ بَدْرٍ ; لِأَنَّهُ كَانَ صَغِيرًا، فَرِوَايَاتُهُ عَنْهَا حَتَّى فِي الصَّحِيحِ مُرْسَلَةٌ

ابن عبّاس تو غزوہ بدر میں حاضر تک نہیں تھے ... پس ان کی روایات حتی کہ الصحیح میں بھی ہیں ، مرسل ہیں

ایک غیر مقلد مولوی ابو جابر کتاب دین الخالص قسط دوم میں ص ۱۴۵ پر لکھتے ہیں کہ فرشتے کسی کو نظر نہ آئے

(۲) قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ اس نے (بدر، احد، احزاب وغیرہ کے موقعوں پر) مسلمین کی مدد کے لئے آسمان سے فرشتوں کے لشکر اتارے تھے جو کسی کو دکھائی نہ دیئے - چنانچہ ایک مقام پر ارشاد ہے وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا یعنی اور (اللہ تعالیٰ

۱۴۶

نے) وہ لشکر (تمھاری مدد کے لئے) اتارے جو تم کو نظر نہ آتے تھے - (التوبۃ: ۲۶) اب قرآن کریم نے یہ "قاعدہ کلیہ" بیان کردیا کہ وہ لشکر کسی کو دکھائی نہ دیئے مگر اس کے خلاف موصوف نقل کرتے ہیں:

اس طرح موصوف نے خود منکرین حدیث کی صف میں کھڑا ہونا پسند کیا اور سورہ توبہ کی آیت ۲۶ پیش کی کہ کسی نے بھی فرشتوں کو نہ دیکھا

وَأَنزَلَ جُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا

اور لشکر نازل کیے جو تم کو نظر نہیں آتے تھے

راقم کہتا ہے یہ آیت غزوہ حنین کے حوالے سے ہے – متن قرآن میں اس کا سیاق و سباق دیکھا جا سکتا ہے لیکن مخالفت میں ابلیس ابو جابر پر حاوی اور اس مولوی نے لکھا کہ اللہ نے فرشتے نازل کیے لیکن کسی نے نہ دیکھے نہ غزوہ بدر میں نہ غزوہ احد میں نہ غزوہ الاحزاب میں –

الغرض اہل حدیث علماء کا یہ کہنا کہ فرشتے کسی نے نہ دیکھے باطل ہے – فرشتے یقینا اصحاب رسول نے دیکھے اور ان سے متعدد روایات کے ذریعہ یہ سب ہم تک آ گیا ہے -

الغرض اس بحث سے معلوم ہوا کہ سورہ محمد اور سورہ الانفال کی زیر بحث آیات کا تعلق غزاوت النبی

میں نزول ملائکہ سے ہے اور ان جنگوں میں قتال سے متعلق ہے۔ سورہ الانعام کی آیت میں بسط ید کا ذکر ہے لیکن یہ مطلق نہیں کہا جا سکتا کہ یہ بسط ید مراد ضربات ہے ، فرشتوں کا پٹائی کرنا ہے یا قبض روح کے وقت ان کے ہاتھ لمبے ہو جاتے ہیں

ہمیں یہ ماننے میں کوئی تامل نہیں ہے کہ عذاب قبر اگر ارضی گڑھے میں ہے تو یہ ہم کو نظر نہیں آئے گا کیونکہ یہ غیب ہے – لیکن بحث اس میں ہے ہی نہیں جس کی طرف فرقہ پرست بات کو موڑتے ہیں بحث اس میں ہے کہ مردہ جسد جس میں روح نہیں کیا وہ سماع رکھتا ہے ؟ کیونکہ فرشتوں کا سوال سماع چاہتا ہے – کیا مردہ قبر سے باہر والوں سے مانوس ہو سکتا ہے ؟ کیا اس کو خبر ہے کون باہر کھڑا ہے ؟ کیا وہ دفن ہونے سے پہلے سے بول سکتا دیکھ سکتا ہے ؟ یہ وہ سوالات ہیں جن کا جواب عالم غیب سے دیا جا رہا ہے۔

عالم غیب میں جو بھی ہے وہ انسان سے پوشیدہ ہے لیکن اس کی بنیاد پر عقیدہ کو نہیں بدلا جاتا مثلا قرآن میں ہے مردہ نہیں سنتا اب اگر کوئی کہے سنتا ہے آپ کو معلوم نہیں کیونکہ یہ غیب کا معاملہ ہے تو ہم کہیں گے کہ نص قرانی اس پر حد لگاتی ہے کہ مردہ سنتا ہے – اسی طرح مردہ جسد احساس و شعور سے عاری ہوتا ہے نص قرانی ہے أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ مردے ہیں زندہ نہیں اور یہ بھی شعور نہیں رکھتے کب زندہ ہوں گے

حواشی

[1] http://www.dawateislami.net/bookslibrary/1454/page/722

[2] امریکی خلائی ادارہ ناسا کی تحقیق کے مطابق وہ گرہن جو دور نبوی میں ہوا اور مدینہ میں دس ہجری میں دیکھا گیا وہ سن ٦٣٢ ع میں ٢٧ جنوری کو ہوا تھا
https://eclipse.gsfc.nasa.gov/SEcat5/SE0601-0700.html
اس گرہن کو 06270 کا نمبر دیا گیا -یہ گرہن زمین سے عرب میں مکمل دیکھا گیا اور اسی روز روایات کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے ابراہیم کی وفات ہوئی اور لوگوں نے کہا کہ ان کی وفات کی وجہ سے سورج گرہن ہوا ہے
تاریخ ٢٨ جنوری ٦٣٢ عیسوی کو جب ہجری کنلڈر میں تبدیل کریں تو تاریخ ٢٨ شوال سن ١٠ ہجری بنتی ہے – اس طرح امام ابن حزم کی تحقیق کی تائید ہوتی ہے -

[3] https://www.tohed.com/مردے-سنتے-ہیں-لیکن/

http://mazameen.ahlesunnatpk.com/مردے-سنتے-ہیں-لیکن-حافظ-ابویحیی-نورپو/
https://alfurqan.info/problems/131

[4] صحابی ابن عمر سے منسوب قول ہے
حَدَّثَنَا سُرَيْجٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ،
عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " أُحِلَّتْ لَنَا مَيْتَتَانِ، وَدَمَانِ. فَأَمَّا الْمَيْتَتَانِ: فَالْحُوتُ وَالْجَرَادُ، وَأَمَّا الدَّمَانِ: فَالْكَبِدُ وَالطِّحَالُ

کہ دو مردار مچھلی اور ٹڈی حلال ہیں

یہ حدیث ضعیف ہے اور بے معنی ہے کیونکہ ذبح کر کے حلال کرنے کا حکم بهيمة الأنعام يعني چوپائے کے لئے ہے- مردار مچھلی وہ ہے جو سمندر میں مر کر اس کی سطح پر خود آ گئی ہو اس کو کوئی نہیں کھاتا یہ سڑی ہوئی مچھلی ہوئی - مچھلیوں کو سمندر سے نکال کر رکھا جاتا ہے حتی کہ مر جاتی ہے پھر کھائی جاتی ہے یہ مچھلی مردار نہیں ہے – مچھلی سمندر کا شکار ہے حلال ہے اورٹڈی کیڑا ہے جس کو مردار حالت میں ملے تو کوئی نہیں کھاتا – کیڑا مارا کر تازہ کھایا جاتا ہے - قرآن میں اصول یہ ہے کہ طیب حلال ہے – ٹڈی پتے کھاتے ہیں جو طیب ہیں لہذا حلال ہیں - مچھلی سمندر کا شکار لہذا حکم قرآن کے تحت حلال ہے، کسی روایت کی ضرورت نہیں ہے
مردار مچھلی کھانے پر حدیث پیش کی جاتی ہے

وَعَن جابرٍ قَالَ: غَزَوْتُ جَيْشَ الْخَبْطِ وَأُمِّرَ عَلَيْنَا أَبُو عُبَيْدَةَ فَجُعْنَا جُوعًا شَدِيدًا فَأَلْقَى الْبَحْرُ حُوتًا مَيِّتًا لَمْ نَرَ مِثْلَهُ يُقَالُ لَهُ: الْعَنْبَرُ فَأَكَلْنَا مِنْهُ نِصْفَ شَهْرٍ فَأَخَذَ أَبُو عُبَيْدَةَ عَظْمًا مِنْ عِظَامِهِ فَمَرَّ الرَّاكِبُ تَحْتَهُ فَلَمَّا قَدِمْنَا ذَكَرْنَا ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «كُلُوا رِزْقًا أَخْرَجَهُ اللَّهُ إِلَيْكُمْ وَأَطْعِمُونَا إِنْ كَانَ مَعَكُمْ» قَالَ: فَأَرْسَلْنَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُ فَأَكَله

جابر ؓ بیان کرتے ہیں ، میں نے غزوۂ جیش الخبط میں شرکت کی ، ابو عبیدہ ؓ ہمارے امیر مقرر کیے گئے ، ہم شدید بھوک کا شکار ہو گئے تو سمندر نے ایک بہت بڑی مردہ مچھلی باہر پھینکی ، ہم نے اس جیسی مچھلی کبھی نہیں دیکھی تھی اور اسے عنبر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے ، ہم نے اسے نصف ماہ تک کھایا ۔ ابو عبیدہ ؓ نے اس کی ہڈیوں میں سے ایک ہڈی پکڑی اور اونٹ سوار اس کے نیچے سے گزر گیا ، جب ہم واپس گئے تو ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :” اللہ نے تمہاری طرف جو رزق نکالا ہے اسے کھاؤ اور اگر تمہارے پاس اس میں سے کچھ ہے تو ہمیں بھی کھلاؤ ۔“ راوی بیان کرتے ہیں ، ہم نے اس میں سے کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجا تو آپ نے اسے تناول فرمایا ۔
متفق علیہ ۔
راقم کہتا ہے مچھلی سمندر سے اچھل کر ساحل پر آ گئی یہ عظیم الجثہ مچھلی تھی
من جانب اللہ نعمت تھی لہذا یہ اضطراری حالت کی وجہ سے کھائی گئی- مچھلی سڑی ہوئی نہیں تھی ورنہ کوئی بھی نہ کھا پاتا - یہ اسی وقت مری تھی اس کا گوشت طیب تھا ، بو نہ تھی-
أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ۖ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ۗ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ (96)
یہ سورہ مائدہ سن ١٠ ہجری کی ہے

اور یہ مچھلی والا واقعہ جَيْشَ الْخَبْطِ کا ہے جو سن ٨ کا کہا جاتا ہے- مچھلی حلال ہے یہ سورہ کہف مکی دور سے معلوم ہے

لہذا اگر بھوک کی حالت میں ملے تو کھائی جا سکتی ہے اگر بو نہ آ رہی ہو
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس میں سے کھانا معجزہ ہے کیونکہ مچھلی یا گوشت تو سڑ جاتا ہے ، سفر میں وقت لگتا ہے ، اس کو عام نہیں سمجھا جا سکتا – سارا واقعہ پکار رہا ہے کہ یہ کرامت و معجزہ کی قبیل میں سے ہے گوشت نہیں سڑا -

5

http://forum.mohaddis.com/threads/%D9%85%D8%B1%D8%AF%DB%92-%D8%B3%D9%86%D8%AA%DB%92-%DB%81%DB%8C%DA%BA-%D8%A7%DB%8C%DA%A9-%D8%A2%DB%8C%D8%AA-%DA%A9%DB%8C-%D8%AA%D9%81%D8%B3%DB%8C%D8%B1-%D8%B3%DB%92-%D8%A7%D8%B3%D8%AA%D8%AF%D9%84%D8%A7%D9%84%D8%8C%D8%AC%D9%88%D8%A7%D8%A8-%D8%AF%D8%B1%DA%A9%D8%A7%D8%B1-%DB%81%DB%92.31741/#post-248970
http://forum.mohaddis.com/threads/مردے-سنتے-ہیں-ایک-آیت-کی-تفسیر-سے-استدلال،جواب-درکار-ہے.31741/#post-248970

6 https://forum.mohaddis.com/threads/درود-وسلام-کا-جواب-دینے-کے-لئے-قبرنبوی-میں-روح-کا-لوٹایا-جانا.15673/#post-116471\

7 http://www.tohed.com/2014/09/blog-post_80.html

8 ڈاکٹر ابوجابر عبداللہ دامانوی صاحب اپنی تألیف عذاب قبر میں عمرو بن العاص کی سیاق الموت والی روایت کے راوی الضحاك بن مخلد کے لئے لکھتے ہیں

موصوف نے اپنے رسالہ حبل اللہ میں ابو عاصم النبیل کے متعلق ایک نئی تحقیق پیش کی اور میزان الاعتدال سے نقل کیا.احد الاثبات تنا کر العضلی وذکر فی کتابہ ... ابو عاصم اثبات ہی سے ایک ہے کہ عقیلی نے اسے منکر بتایا ہے اور اس کا ذکرکیا ہے اپنی کتاب (الضعفا) میں...(حبل اللہ ص۱۰۹خاص نمبر مجلہ نمبر ۳) احد الاثبات یعنی ثبت راویوں میں سے ایک ہی اور ثبت کا مطلب یہ ہے کہ وہ اعلی درجہ ثقہ راوی ہیں. تنا کر العقیلی کا ترجمہ موصوف نے کیا کہ عقیلی نے اسے منکر بتایا ہے .یہ ان کی جہالت ہے اور اصول حدیث سے نا واقفی کی دلیل ہے. تناکرکا مطلب لم یعرف یعنی علامہ ذہبی رحمتہ اللہ علیہ بتارہے ہیں کہا ابو عاصم النبیل تو اعلی درجہ کے ثقہ ہیں لیکن امام عقیلی رحمتہ اللہ علیہ 'انہیں نہیں پہچان سکے اور غلطی سے ان کا ذکر اپنی کتاب الضعفاء میں کر دیا ہے

اس سے قطع نظر کہ الضحاك بن مخلد ثقہ ہے یا مجروح ہم موصوف پر واضح کرنا چاہتے ہیں کہ الذھبی کا تناكر العقيلي کہنے کا مقصد وہ نہیں جو دامانوی صاحب نے سمجھا ہے

الذھبی اپنی کتاب میزان الاعتدال في نقد الرجال ج ۲ ص۳۲۵ پر **الضحاك بن مخلد** کے لئے لکھتے ہیں

الضحاك بن مخلد ، أبو عاصم النبيل، أحد الاثبات تناكر العقيلي، وذكره في كتابه، ....

الضحاك بن مخلد ، أبو عاصم النبيل، اثبات میں سے ایک ہیں عقیلی نے انکار کیا اور انکا ذکر اپنی کتاب میں کیا

الذھبی کہنا چاہتے ہیں کہ الضحاك بن مخلد ثقہ ہیں لیکن عقیلی نے اسکا انکار کیا ہے

کچھ یہی انداز الذھبی نے اپنی کتاب میزان الاعتدال في نقد الرجال ج ۱ ص۱۷۲ میں أزهر بن سعد السمان کے ترجمے میں اختیار کیا ہے وہاں راوی کے لئے لکھتے ہیں

ثقة مشهور.

ثقہ مشہور ہیں ...

تناكر العقيلي بإيراده في كتاب الضعفاء

عقیلی نے (ثقاہت کا) انکار کیا ہے اپنی کتاب الضعفاء میں انکو شامل کر کے

دامانوی صاحب کے حساب سے ترجمہ ہونا چاہیے : عقیلی پہچان نہ سکے اپنی کتاب الضعفاء میں انکو شامل کر کے، بالکل لا یعنی جملہ ہو جاتا ہے. کتاب میں شامل کرنے کی وجہ سے پہچان نہ سکے آوٹ پٹانگ مفہوم بنتا ہے

اگر عقیلی پہچان نہ پاتے تو اس راوی کے ترجمے میں کسی اور راوی کا ذکر کرتے لیکن ایسا نہیں ہے جو باتیں عقیلی نے ان کے بارے میں لکھی ہیں وہی اور لوگوں نے بھی لکھی ہیں

لہذا درست بات یہی ہے کہ عقیلی نے انکی ثقاہت کا انکار کیا ہے جس کی طرف ڈاکٹر عثمانی نے اشارہ کیا تھا.

مزید براں تناکر کا لفظ امام شافعی نے بھی استعمال کیا ہے

معرفة السنن والآثار میں البیہقی نے امام الشافعی کا قول نقل کیا ہے کہ

وَلَا فِي الطَّلَاقِ، وَلَا الرَّجْعَةِ إِذَا تَنَاكَرَ الزَّوْجَانِ. میاں بیوی میں پہچانے کا مسئلہ تو ہو گا نہیں یہاں بھی تناکر کا مطلب پہچانا نہیں بخاری کی حدیث میں آتا ہے

الأَرْوَاحُ جُنُودٌ مُجَنَّدَةٌ فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا ائْتَلَفَ، وَمَا تَنَاكَرَ مِنْهَا اخْتَلَفَ

ارواح مجتمع لشکروں کی صورت میں رہتی ہیں پس جس سے التفات کرتی ہیں ان کو جانتی ہیں اور جس اختلاف کرتی ہیں اس سے متنفر ہوتی ہیں

اس کی شرح لکھنے والے مصطفى ديب البغا أستاذ الحديث وعلومه في كلية الشريعة - جامعة دمشق لکھتے ہیں

(تناكر) تنافرت في طبائعه

(تناكر) طبعا متنفر ہونا

تناکر کا مطلب یہاں بھی پہچاننا نہیں

عربی لغت معجم اللغة العربية المعاصرة میں تناکر کا مفہوم لکھا ہے

تناكر الزُّملاءُ: تعادَوا وتجاهل بعضُهم بعضًا

تناکر رفقائے کار: ایک دوسرے سے دشمنی رکھنا اور ایک دوسرے کو نظر انداز کرنا

اسی مفہوم پر تناکر عقیلی ہے کہ عقیلی نے ثقاہت کی بات کو نظر انداز کیا ہے

ثقہ ، غلطی نہیں کرتا؟

دامانوی صاحب کا ایک خود ساختہ اصول ہے کہ ثقہ غلطی نہیں کرتا

حسين بن ذكوان العوذي البصري کے لئے الذہبی سیرالاعلام میں لکھتے ہیں :

وقد ذكره العقيلي في كتاب الضعفاء له بلا مستند وقال : مضطرب الحديث ... قلت (الذهبي) : فكان ماذا؟ فليس من شرط الثقة أن لا يغلط أبدا

عقیلی نے انکو الضعفاء میں بلاوجہ ذکر کیا ہے اور کہا ہے : مضطرب الحديث میں (الذہبی) کہتا ہوں یہ کیا ہے؟ ثقہ ہونے کی یہ شرط کہاں ہے کہ وہ کبھی غلط نہیں ہو سکتا

دامانوی صاحب کو تو الذہبی کی یہ بات سن کر چراغ پا ہونا چاہیے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ راوی ثقہ ہو اور غلطی کرے.

دامانوی کے خود ساختہ جرح و تعدیل کے اصول (کہ ثقہ ہر عیب سے پاک ہے) سے امام الذہبی نا واقف ہیں

إكمال تهذيب الكمال في أسماء الرجال میں الضحاك بن مخلد کے لئے لکھا ہے

وقال أبو زيد الأنصاري: كان أبو عاصم في حداثته ضعيف العقل

اور ابو زید انصاری کہتے ہیں ابو عاصم اپنی روایتوں میں ضعیف العقل ہیں

یحییٰ بن سعید القطان بھی ان سے نا خوش تھے

9 http://forum.mohaddis.com/threads/25558.عذاب-قبر/page-4

10 http://forum.mohaddis.com/threads/25558.عذاب-قبر/page-4

11 http//mazameen.ahlesunnatpk.com/مردے-سنتے-ہیں-لیکن-حافظ-ابویحیي-نور-پو/

12

http://forum.mohaddis.com/threads/%D9%85%D8%B1%D8%AF%DB%92-%D8%B3%D9%86%D8%AA%DB%92-%DB%81%DB%8C%DA%BA-%D8%A7%DB%8C%DA%A9-%D8%A2%DB%8C%D8%AA-%DA%A9%DB%8C-%D8%AA%D9%81%D8%B3%DB%8C%D8%B1-%D8%B3%DB%92-%D8%A7%D8%B3%D8%AA%D8%AF%D9%84%D8%A7%D9%84%D8%8C%D8%AC%D9%88%D8%A7%D8%A8-%D8%AF%D8%B1%DA%A9%D8%A7%D8%B1-%DB%81%DB%92.31741/#post-248970

http://forum.mohaddis.com/threads/مردے-سنتے-ہیں-ایک-آیت-کی-تفسیر-سے-استدلال،جواب-درکار-ہے.31741/#post-248970

13 https://forum.mohaddis.com/threads/درود-و-سلام-کا-جواب-دینے-کے-لئے-قبر-نبوی-میں-روح-کا-لوٹایا-جانا.15673/#post-116471\

14 https://www.almaany.com/en/dict/ar-en/قَرْعٌ/

15 صحیح مسلم میں ہے کہ فرشتہ گھوڑے پر بھی آ سکتا ہے

حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ عَمَّارٍ، حَدَّثَنِي سِمَاكٌ الْحَنَفِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، يَقُولُ: حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ، ح وحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، وَاللَّفْظُ لَهُ، حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ يُونُسَ الْحَنَفِيُّ، حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ، حَدَّثَنِي أَبُو

زُمَيْلٍ هُوَ سِمَاكٌ الْحَنَفِيُّ، حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبَّاسٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ نَظَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمُشْرِكِينَ وَهُمْ أَلْفٌ، وَأَصْحَابُهُ ثَلَاثُ مِائَةٍ وَتِسْعَةَ عَشَرَ رَجُلًا، فَاسْتَقْبَلَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقِبْلَةَ، ثُمَّ مَدَّ يَدَيْهِ، فَجَعَلَ يَهْتِفُ بِرَبِّهِ: «اللهُمَّ أَنْجِزْ لِي مَا وَعَدْتَنِي، اللهُمَّ آتِ مَا وَعَدْتَنِي، اللهُمَّ إِنْ تُهْلِكْ هَذِهِ الْعِصَابَةَ مِنْ أَهْلِ الْإِسْلَامِ لَا تُعْبَدْ فِي الْأَرْضِ»، ....
بينما رجل من المسلمين يومئذ يشتد في أثر رجل من المشركين أمامه، إذ سمع ضربة بالسوط فوقه، وصوت الفارس يقول: أقدم حيزوم، فنظر إلى المشرك أمامه، فخر مستلقيا، فنظر إليه فإذا هو قد خطم أنفه، وشق وجهه كضربة السوط فاخضر ذلك أجمع

ہناد بن سری، ابن مبارک، عکرمہ بن عمار، سماک حنفی، ابن عباس، حضرت عمر بن خطاب (رض) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے غزوہ بدر کے دن مشرکین کی طرف دیکھا تو وہ ایک ہزار تھے اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے صحابہ تین سو انیس تھے اللہ کے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے قبلہ کی طرف منہ فرما کر اپنے ہاتھوں کو اٹھایا ...) جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے تو اس نے تمہاری دعا قبول کی کہ میں تمہاری مدد ایک ہزار لگاتار فرشتوں سے کروں گا پس اللہ نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی فرشتوں کے ذریعہ امداد فرمائی حضرت ابوزمیل نے کہا حضرت ابن عباس (رض) نے یہ حدیث اس دن بیان کی جب مسلمانوں میں ایک آدمی مشرکین میں سے آدمی کے پیچھے دوڑ رہا تھا جو اس سے آگے تھا اچانک اس نے اوپر سے ایک کوڑے کی ضرب لگنے کی آواز سنی اور یہ بھی سنا کہ کوئی گھوڑ سوار یہ کہہ رہا ہے، اے حیزوم! آگے بڑھ پس اس نے اپنے آگے مشرک کی طرف دیکھا کہ وہ چت گرا پڑا ہے جب اس کی طرف غور سے دیکھا تو اس کی ناک پر چوٹ تھی اور اس کا چہرہ پھٹ چکا تھا، کوڑے کی ضرب کی وجہ سے جسم سبز ہو گیا تھا

یہاں فرشتہ گھوڑے حیزوم پر ہے –

صحیح ابن حبان میں ہے

إِذْ سَمِعَ ضَرْبَةً بِالسَّوْطِ، فَوْقَهُ وَصَوْتَ الْفَارِسِ فَوْقَهُ، يَقُولُ أَقْدِمْ حَيْزُومُ

پس ایک کوڑے کی آواز سنی اپنے اوپر اور گھوڑے کی کہا آگے بڑھ حَيْزُومُ

راقم کے نزدیک اس روایت کی سند مظبوط نہیں ہے سند میں عکرمہ پر امام بخاری کی جرح ہے -

16 http://www.islamicurdubooks.com/Sunan-at-Tirmidhi/hadith.php?vhadith_id=1020

17 https://www.youtube.com/watch?v=mCeQVoz26Q0

18 http://www.urduweb.org/mehfil/threads/74916.کرامات-اہل-حدیث/

19 کہا جاتا ہے کہ ابن تیمیہ کہتے ہیں یہ کتاب فیہ اعتقاد الإمام أبي عبدالله احمد بن حنبل ، المؤلفہ عبد الواحد بن عبد العزيز بن الحارث التميمي نے اپنے فہم پر لکھی ہے

ابن تیمیہ کتاب درء تعارض العقل والنقل میں بتاتے ہیں کہ امام البیہقی کتاب اعتقاد أحمد جو أبو الفضل عبد الواحد بن أبي الحسن التميمي کو درس میں استعمال کرتے تھے

ولما صنف أبو بكر البيهقي كتابه في مناقب الإمام أحمد - وأبو بكر البيهقي موافق لابن البقلاني في أصوله - ذكر أبو بكر اعتقاد أحمد الذي صفنه أبو الفضل عبد الواحد بن أبي الحسن التميمي، وهو مشابه لأصول القاضي أبي بكر، وقد حكى عنه: أنه كان إذا درس مسألة الكلام على أصول ابن كلاب والأشعري يقول: (هذا الذي ذكره أبوالحسن أشرحه لكم وأنا لم تتبين لي هذه المسألة) فكان يحكى عنه الوقف فيها، إذ له في عدة من المسائل

اور جب ابو بکر البیہقی نے کتاب مناقب امام احمد لکھی ، اور ابو بکر البیہقی اصول میں ابن الباقلاني سے موافقت کرتے ہیں، تو ابو بکر البیہقی نے ذکر کیا کتاب اعتقاد أحمد کا جو أبو الفضل عبد الواحد بن أبي الحسن التميمي کی تصنیف ہے اور اصولوں میں قاضی ابو بکر کے مشابہ ہے اور ان سے بات بیان کی جاتی ہے کہ جب وہ مسئلہ کلام میں ابن کلاب اور الأشعري کے اصول پر درس دیتے، کہتے ایسا ذکر کیا ابو الحسن نے جس کی شرح میں نے تمہارے لئے کی

ابن تیمیہ فتوی ج ٤ ص ١٦٧ میں لکھتے ہیں

وَكَانَ مِنْ أَعْظَمِ الْمَائِلِينَ إلَيْهِمْ التَّمِيمِيُّونَ: أَبُو الْحَسَنِ التَّمِيمِيُّ وَابْنُهُ وَابْنُ ابْنِهِ وَنَحْوُهُمْ؛ وَكَانَ بَيْنَ أَبِي الْحَسَنِ التَّمِيمِيِّ وَبَيْنَ الْقَاضِي أَبِي بَكْرِ بْنِ الْبَاقِلَانِي مِنْ الْمَوَدَّةِ وَالصُّحْبَةِ مَا هُوَ مَعْرُوفٌ مَشْهُورٌ. وَلِهَذَا اعْتَمَدَ الْحَافِظُ أَبُو بَكْرٍ البيهقي فِي كِتَابِهِ الَّذِي صَنَّفَهُ فِي مَنَاقِبِ الْإِمَامِ أَحْمَدَ - لَمَّا ذَكَرَ اعْتِقَادَهُ - اعْتَمَدَ عَلَى مَا نَقَلَهُ مِنْ كَلَامِ أَبِي الْفَضْلِ عَبْدِ الْوَاحِدِ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ التَّمِيمِيِّ. وَلَهُ فِي هَذَا الْبَابِ مُصَنَّفٌ ذَكَرَ فِيهِ مِنْ اعْتِقَادِ أَحْمَدَ مَا فَهِمَهُ؛ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ أَلْفَاظَهُ وَإِنَّمَا ذَكَرَ جُمَلَ الِاعْتِقَادِ بِلَفْظِ نَفْسِهِ وَجَعَلَ يَقُولُ: " وَكَانَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ ". وَهُوَ بِمَنْزِلَةِ مَنْ يُصَنِّفُ كِتَابًا فِي الْفِقْهِ عَلَى رَأْيِ بَعْضِ الْأَئِمَّةِ وَيَذْكُرُ مَذْهَبَهُ بِحَسَبِ مَا فَهِمَهُ وَرَآهُ وَإِنْ كَانَ غَيْرُهُ بِمَذْهَبِ ذَلِكَ الْإِمَامِ أَعْلَمَ مِنْهُ بِأَلْفَاظِهِ وَأَفْهَمَ لِمَقَاصِدِهِ

امام أَبُو الْحَسَنِ الْأَشْعَرِيُّ کے عقائد کی طرف سب سے زیادہ تَّمِيمِيُّونَ میں سے أَبُو الْحَسَنِ التَّمِيمِيُّ اور ان کے بیٹے اور پوتے اور اسی طرح کے دیگر ہوئے اور أَبِي الْحَسَنِ التَّمِيمِيّ اور الْقَاضِي أَبِي بَكْرِ بْنِ الْبَاقِلَانِي میں بہت مودت اور اٹھنا بیٹھنا تھا اور اس کے لئے مشہور تھے اور اسی لئے امام البیہقی نے کتاب جو مَنَاقِبِ الْإِمَامِ أَحْمَدَ میں لکھی تو انہوں نے أَبِي الْفَضْلِ عَبْدِ الْوَاحِدِ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ التَّمِيمِيّ کی کتاب پر اعتماد کیا ہے جو انہوں نے امام احمد کے اعْتِقَادِ پر لکھی تھی اور اس میں مصنف نے وہ اعْتِقَادِ ذکر کیے ہیں جو ان کے فہم کے مطابق امام احمد کے ہیں اور اس میں الفاظ نقل نہیں ہیں اور انہوں نے اجمالا الِاعْتِقَادِ لکھے ہیں اپنے الفاظ میں اور کہا ہے اور ابو عبداللہ .. اس کا مقام فقہ میں اماموں کی رائے نقل کرنے جیسا ہے اور مذہب کا ذکر فہم پر مبنی ہے اور اگر امام کا مذہب ہوتا تو الفاظ کے ساتھ لوگوں نے نقل کیا ہوتا اور اس کا مقصد سمجھا ہوتا

عَبْدِ الْوَاحِدِ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ التَّمِيمِيّ المتوفی ٤١٠ ھ اورابن الباقلانی المتوفی ٤٠٢ ھ اشعری عقائد رکھتے تھے اور انکو امام احمد کا عقیدہ بھی بتاتے تھے ابن تیمیہ کو اعتراض اس پر ہے کہ اشعری عقائد امام احمد سے منسوب کیوں کیے جا رہے ہیں وہ صرف اس کا رد کر رہے ہیں . بیہقی بھی ابن البا قلانی سے متاثر تھے . بیہقی نے امام احمد کے مناقب میں عَبْدِ الْوَاحِدِ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ التَّمِيمِيّ کی کتاب الاعتقاد استعمال کی کیونکہ وہ ابن الباقلانی سے متاثر تھے

ابن تیمیہ کے مطابق عَبْدِ الْوَاحِدِ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ التَّمِيمِيّ نے اپنے فہم پر اس کتاب کو مرتب کیا ہے. ابن تیمیہ نے مطلقا اس کتاب کو رد نہیں کیا دوئم یہ صرف ابن تیمیہ غیر مقلد کی رائے ہے جبکہ حنبلی مسلک میں کتاب معروف ہے لہذا ابن تیمیہ کی بات ناقابل قبول ہے

جہاں تک مردہ کا زائر کو پہچاننے کا تعلق ہے اس کو ابن تیمیہ بھی مانتے ہیں